درسِ قرآن

از قلم

حضرت خواجہ حاجی فضل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اَلَا اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَاخَوْفٌ عَلَيْهِمْ
وَلَاهُمْ يَحْزَنُوْنَ○

Marfat.com

81542

کتاب .... درسِ قرآن

ازقلم .... حضرت حاجی فضل احمد رحمۃ اللہ علیہ

ناشر .... صاحبزادہ احمد جمال الدین صاحب

کتابت .... محمد راشد قیوم نقشبندی

طابع .... ایڈلنکس، حسن پروانہ روڈ، ملتان

ہدیہ 130/-

مسجد محمد، احمد پارک
موہنی روڈ۔ لاہور

Marfat.com

پیش لفظ

حقیقی کامیابی و کامرانی یہی ہے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو جائے اس منزل تک رسائی حاصل کرنے کے لیے کچھ افراد بہت تگ و دو اور کوشش کرتے ہیں لیکن وہ راستے میں ہی الجھ بھٹک جاتے ہیں جبکہ اس کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ جو خوش نصیب اشخاص لذتِ قرب کے آشنا بن چکے ہیں ان کے ساتھ وابستگی کو اور ان کے آثارِ قدم کی اتباع کو لازم کر لیا جائے تو منزلِ مقصود تک پہنچنا آسان ہو جائیگا۔ زیرِ نظر کتاب حضرت خواجہ حاجی فضل احمد رحمۃ اللہ علیہ کے دروس قرآن کا مجموعہ ہے جس میں تصوف کے مختلف معانی کو بڑے ہی عام فہم اور آسان اسلوب میں بیان کیا گیا ہے جس کا مقصد کتاب کی افادیت کو عام آدمی تک پہنچانا ہے۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ اسلوب کے آسان ہونے کے ساتھ ساتھ کتاب کا ایک پیرا دوسرے پیرے کے ساتھ، ایک عبارت دوسری عبارت کے ساتھ، ایک سطر دوسری سطر کے ساتھ، ایک جملہ دوسرے جملے کے ساتھ اس طرح مرتبط اور جڑا ہوا ہے جس طرح کہ موتی لڑی کے اندر پروئے ہوئے نظر آتے ہیں۔ سچی بات تو یہ ہے کہ ایک ایک لفظ اپنے اندر لیے درد و سوز کی خوشبو بکھیرتا اور طالبینِ حق کی راہنمائی کرتا اور انسانی توجہات کو ظاہر سے ہٹا کر باطن کی طرف متوجہ کرتا نظر آتا ہے۔ اسی تناظر میں درج ذیل پیرا ملاحظہ کیجئے۔

”......دنیا کا حسن ایک مرکز ہے اور حسن ازل کی جھلکیوں نے اس کو نہایت مرغوب بنا دیا ہے ذرے سے لے کر آفتاب تک، قطرے سے لے کر دریا تک اور چیونٹی سے لے کر ہاتھی تک حسن

Marfat.com

ہی حسن ہے۔ اگر اس حسن ظاہری میں ہماری آنکھ حسن باطن کا
مشاہدہ کرلے تو رائی پہاڑ سے مستغنی کر سکتی ہے اور قطرہ دریا سے
بے نیاز کرتا ہے اور ذرہ آفتاب کا قائم مقام بن سکتا ہے کیونکہ
حسن ازل کی جو چمک آفتاب میں ہے وہی ذرے میں بھی ہے
جو عظمت پہاڑ میں ہے وہی رائی میں بھی پوشیدہ ہے جو لطافت
دریا میں ہے وہ قطرے میں بھی موجود ہے......''

(درسِ قرآن نمبر 13 صفحہ 86)

مندرجہ بالا اقتباس میں مصنف کے مخصوص انداز اور بلند افکار کی جھلک نظر آتی ہے۔
میں نے سمندر میں سے ایک قطرہ قارئین کے سامنے بغرض تعارف پیش کیا ہے جبکہ ساری کتاب تصوف وسلوک کے جواہرات سے مرصع ومزین اور راہِ حق کے مسافر کے لیے بہترین سرمایہ اور نشان منزل ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مؤلف کی اس کاوش کو عوام وخواص میں برابر مفید بنائے اور صاحب کتاب کے لیے ذریعہ نجات اور بلندیٔ درجات کا باعث بنے۔ (آمین)

بجاہِ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

صاحبزادہ میاں محمد ابوبکر شرقپوری
سجادہ نشین آستانہ عالیہ شرقپور شریف، ضلع شیخوپورہ
مورخہ 8 نومبر، 2006ء
بمطابق 15 شوال المکرم، 1427ھ

Marfat.com

صاحبِ درسِ قرآن

حضرت حاجی فضل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

يَـٰٓأَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ O ارْجِعِيٓ إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً O فَادْخُلِي فِي عِبَـٰدِي O وَادْخُلِي جَنَّتِي O

ترجمہ: اے اطمینان پانے والی روح! اپنے پروردگار کی طرف لوٹ چل، تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی، تو میرے (ممتاز) بندوں میں داخل ہو جا، اور میری بہشت میں داخل ہو جا۔

(القرآن)

حضرت حاجی فضل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک کامل بزرگ تھے ان کے مقام کا تعین کرنا تو ہم جیسے عامیوں اور عاصیوں کے بس کی بات نہیں۔ ہاں! یہ ضرور ہے کہ جو کچھ دیکھا اور جیسا ان کو پایا وہ مختصراً بیان کر دیا جائے تا کہ قارئین کرام اس کتاب کو زیادہ شوق اور یقین سے پڑھیں اور فیضیاب ہوں۔

میں نے حضرت صاحبؒ کے ساتھ جوانی کے ساڑھے اٹھارہ سال گذارے اور 1973ء سے اس عظیم سلسلہ کے ساتھ وابستہ ہوں۔

حضرت صاحبؒ 1905ء میں خوشاب کے قصبہ نور پور تھل کے ایک علمی و دینی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ آپؒ نے آٹھ سال کی عمر سے نماز شروع کی اور ساری عمر پابندی فرمائی۔ آپؒ کو تہجد کی نماز سے بے حد محبت تھی۔ آپ بچپن ہی سے متقی و پرہیزگار اور ذکر اذکار کی طرف مائل تھے۔ آپؒ نے وقت کے کامل ترین بزرگ حضرت پیر سواگ خواجہ

Marfat.com

غلام حسن صاحبؒ کے دست مبارک پر اس وقت بیعت کر لی تھی جب وہ نور پور تھل تشریف لے گئے تھے اور ان سے خوب فیض پایا۔ 1358ھ میں حضرت پیر سواگ صاحبؒ کے وصال کے بعد بھی حضرت صاحبؒ نے تلاشِ مرشد جاری رکھی۔ یہاں تک کہ حضرت شیر محمد شرقپوریؒ کے عرس مبارک پر ان کے محبوب خلیفہ قطب العالم حضرت محمد عمر بیر بلویؒ کی زیارت ہوئی اور ان کی ایک ہی نظر نے حضرت صاحبؒ کو اپنا بنا لیا۔

حضرت صاحبؒ نے اپنے پیر مرشد سے فنا فی الشیخ کے درجے تک نبھائی اور کامل مرید بن کر دکھایا اور کامل تربیت پا کر سلسلہ کی رونق بنے اور اپنے متوسلین کو فیضیاب فرمایا۔

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْ رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْھِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّۃِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ○ نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُکُمْ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ ج وَلَکُمْ فِیْھَا مَاتَشْتَھِیْٓ اَنْفُسُکُمْ وَلَکُمْ فِیْھَا مَاتَدَّعُوْنَ○ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِیْمٍ○

ترجمہ: جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب خدا ہے پھر وہ (اس پر) قائم رہے ان پر فرشتے اتریں گے (اور کہیں گے) کہ نہ خوف کرو اور نہ غمناک ہو اور بہشت کی جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا خوشی مناؤ، ہم دنیا کی زندگی میں بھی تمہارے دوست تھے اور آخرت میں بھی (تمہارے رفیق ہیں) اور وہاں جس (نعمت) کو تمہارا جی چاہے گا تم کو (ملے گی) اور جو چیز طلب کرو گے تمہارے لیے (موجود ہو گی)، (یہ) بخشنے والے مہربان کی

Marfat.com

طرف سے مہمانی ہے۔ (القرآن)

حضرت صاحبؒ کے وعظ، ان کی گفتار اور ان کی تحریریں بہت پراثر ہوا کرتی تھیں۔ ان کے اپنے پیر مرشد حضرت محمد عمر صاحبؒ ان کے وعظ میں اثر کے معترف تھے اور جب حضرت صاحبؒ نے سیرت النبیؐ پر اپنی انتہائی پرنور کتاب مبارک تصنیف فرمائی تو حضرت محمد عمرؒ نے اس کتاب کے دیباچے کو اپنی تحریر مبارک سے آراستہ فرمایا۔ میں ان کی تحریر کا ایک اکتساب آپ کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں تاکہ آپ کے سامنے صاحب درس قرآن کا عکس آ جائے۔ حضرت محمد عمر صاحبؒ لکھتے ہیں۔

"............جن لوگوں نے آپ کو دیکھا اور آپ سے کچھ سنا یا جمعہ کی اقتدا کی، ان کو زیادہ بتلانے کی ضرورت نہیں لیکن دوسرے ناظرین کتاب خود دیکھ لیں گے کہ ان کی تحریر جادو بھری کیا کچھ لکھ جاتی ہے جو لکھنے میں نہیں آتا اور کس طرح وہ عقلی حجابات کو ہٹا کر نور مطلق کے اندر چلے جاتے ہیں اور کس درجہ پر رسالت و نبوت علی صاحبہا الصلوۃ کے ساتھ ان کو وابستگی ہے اور کیسے دین حق کی حقیقت کو دیکھتے ہیں اور کس درجہ آخرت و قیامت پر ان کا ایمان ہے اور جنت و دوزخ کے تصور کو یقین کے کس درجہ پر رکھتے ہیں۔ ایک مسلمان کا راس المال یہ کچھ ہی ہے کہ دین کے ہر عقیدے پر حقیقی طور پر ایمان لائے اور دنیاوی معاملات کی طرح ان پر یقین رکھے اور وقت کے تقاضوں سے بلند ہو کر دین کے تقاضوں کو مقدم خیال کرے اور کسی قسم کی لچک

Marfat.com

اس کے دل میں نہ ہو، صدیقؓ و عمرؓ کے ایمان کی روشنی اس کے دل و جان پر مستولی ہو، عثمانؓ و علیؓ کے کردار کا نمونہ ہو............"

وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ O اُولٰٓئِکَ الْمُقَرَّبُوْنَ O فِیْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ O ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ O وَقَلِیْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِیْنَ O عَلٰی سُرُرٍ مَّوْضُوْنَةٍ O مُّتَّکِئِیْنَ عَلَیْهَا مُتَقٰبِلِیْنَ O

ترجمہ: اور جو آگے بڑھنے والے ہیں (انکا کیا کہنا) وہ آگے ہی بڑھنے والے ہیں۔ وہی (خدا کے) مقرب ہیں، نعمت کے بہشتوں میں، وہ بہت سے تو اگلے لوگوں میں ہونگے، اور تھوڑے سے پچھلوں میں سے۔ (القرآن)

ہمارے حضرت صاحبؒ کا انہیں لوگوں میں شمار ہوتا ہے جن کی طرف اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں ارشاد کیا ہے۔ حضرت صاحبؒ کی ہر چیز انتہائی خوبصورت اور کامل نظر آتی تھی مثلاً ان کا چہرۂ مبارک نور کا بنا ہوا لگتا تھا، ان کے اخلاق بالکل اخلاق محمدیؐ لگتے تھے، ان کی شفقت اتنی جامع تھی کہ ہر مرید اپنے آپ کو ان کے قریب ترین سمجھتا تھا۔ ان کی ہمت، ان کا عزم، ان کا ذکر، ان کے مجاہدے، ان کی محبتیں، ان کی قربانیاں، ان کی خدمتیں، ان کی تحریریں، ان کا تقویٰ، ان کا اخلاق، ان کی معرفتیں، ان کا عرفان سب یادگار تھے۔

قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰهِ ج یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ ط وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ O یَّخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ یَّشَآءُ ط وَاللّٰهُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِیْمِ O

Marfat.com

ترجمہ: کہہ دو کہ بزرگی خدا ہی کے ہاتھ میں ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے دیتا ہے، اور خدا کشائش والا (اور) علم والا ہے۔ وہ اپنی رحمت سے جس کو چاہتا ہے خاص کر لیتا ہے اور خدا بڑے فضل کا مالک ہے۔ (القرآن)

''درس قرآن'' حضرت صاحبؒ کے مختلف اوقات میں لکھے گئے دروس کا ایک حسین مجموعہ ہے جس کو پڑھ کر قارئین کرام اپنے آپ کو نور کے سمندر میں تیرتا ہوا پائیں گے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اس کتاب سے زیادہ سے زیادہ فیضیاب فرمائے اور حضرت صاحبؒ کے درجات بلند ترین فرمائے اور ان کے بزرگوں کو صدا اپنے مقربین میں رکھے، آمین۔

اس کتاب کے ناشر صاحبزادہ احمد جمال الدین صاحب مدظلہ العالی دامت برکاتہم سجادہ نشین آستانہ عالیہ لاہور پر اللہ تعالیٰ اپنا خاص فضل و کرم فرمائے، اوران کی یہ کوشش و کاوش قبول فرمائے اوران کا سایہ ہم پر قائم دائم رکھے۔ (آمین، ثمہ آمین)

و آخر و دعوانا ان الحمد لله رب العالمین.

کامران سبطین

Marfat.com

حسنِ ترتیب

نمبر شمار	تفصیل	صفحہ نمبر
1-	درس قرآن نمبر 1	1
2-	درس قرآن نمبر 2	7
3-	درس قرآن نمبر 3	12
4-	درس قرآن نمبر 4	20
5-	درس قرآن نمبر 5 (الف)	25
6-	درس قرآن نمبر 5 (ب)	28
7-	درس قرآن نمبر 5 (ج)	31
8-	درس قرآن نمبر 5 (د)	35
9-	درس قرآن نمبر 6	40
10-	درس قرآن نمبر 7	46
11-	درس قرآن نمبر 8	49
12-	درس قرآن نمبر 9	54
13-	درس قرآن نمبر 10	58
14-	درس قرآن نمبر 11	63
15-	درس قرآن نمبر 12	66
16-	درس قرآن نمبر 13	71
17-	درس قرآن نمبر 14 (الف)	87
18-	درس قرآن نمبر 14 (ب)	94
19-	درس قرآن نمبر 15	104
20-	درس قرآن نمبر 16	110
21-	درس قرآن نمبر 17	113

Marfat.com

نمبر شمار	تفصیل	صفحہ نمبر
22-	درس قرآن نمبر 18	117
23-	درس قرآن نمبر 19	120
24-	درس قرآن نمبر 20	128
25-	درس قرآن نمبر 21	134
26-	درس قرآن نمبر 22	139
27-	درس قرآن نمبر 23 (الف)	143
28-	درس قرآن نمبر 23 (ب)	149
29-	درس قرآن نمبر 23 (ج)	155
30-	درس قرآن نمبر 24	160
31-	درس قرآن نمبر 25	164
32-	درس قرآن نمبر 26	167
33-	درس قرآن نمبر 27	171
34-	درس قرآن نمبر 28	176
35-	درس قرآن نمبر 29	179
36-	درس قرآن نمبر 30	183
37-	درس قرآن نمبر 31	187
38-	درس قرآن نمبر 32	192
39-	درس قرآن نمبر 33	196
40-	درس قرآن نمبر 34	199
41-	درس قرآن نمبر 35 (الف)	207
42-	درس قرآن نمبر 35 (ب)	212
43-	درس قرآن نمبر 36	215
44-	درس قرآن نمبر 37	218

Marfat.com

میرے نزدیک تو وہی اچھا ہے جو معاملات میں اچھا ہے، یعنی لوگوں سے برتاؤ، میل جول اور لین دین میں۔

(حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ)

جب کسی اللہ کے بندے نے اللہ پر بھروسہ کیا اور اسے کارساز حقیقی خیال کیا تو پھر اسے کسی دوسرے کے سہارے اور کارساز مجازی کی ضرورت نہیں رہی، اور وہ سامان پیدا ہو گئے جو عقل اور فہم اور خیال تک نہ آئے۔ بے شک یقین تمام مشکلات ظاہر و باطن کا حل ہے۔

(حضرت محمد عمر رحمۃ اللہ علیہ)

فقر سراسر اطمینان ہے کیونکہ فقر کا سرمایہ ہی ذکر الٰہی ہے اور قرآن کریم کی شہادت ہے کہ ذکر سے اطمینان پیدا ہوتا ہے۔

(حضرت حاجی فضل احمد رحمۃ اللہ علیہ)

Marfat.com

درس قرآن: 1

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قرآن کریم کو اہل اسلام تک پہنچانا حقیقی تبلیغ یہی ہے، قرآن فہمی میں اگرچہ لوگوں کے ذہن مختلف ہوتے ہیں تاہم حکمت کی باتیں جب تحریر میں آجاتی ہیں تو ذہنوں کا اختلاف اور ان کا باہمی فرق بہت قریب آجاتا ہے، اگرچہ قرآن کریم کا بہترین ترجمہ قرآن کریم سمجھنے میں کافی حد تک مفید ہے، تاہم حکمت کے بعض اشارے قلب و دماغ کے نور کو اور زیادہ روشن کردیتے ہیں، اس لئے ہم اپنے قارئین کی خدمت میں قرآن کریم کا آسان ترجمہ اور مختصر اور ضروری تفسیر پیش کرنے کی مخلصانہ کوشش کی ابتداء کررہے ہیں، خیال یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں مہلت عطا فرمادے اور ہم اس طریقے سے قرآن کریم کے مکمل ترجمہ وتفسیر کی خدمت انجام دے سکیں۔ (وما توفیقی الا باللہ)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بے حد رحم والا ہے اور خاص مہربانی فرمانے والا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے شایان ہیں جو تمام جہانوں کا پرودگار ہے۔

اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ O

وہ بے حد رحم والا ہے اور خاص الخاص مہربانی فرمانے والا ہے۔

Marfat.com

مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ O

بدلے کے دن کا مالک ہے۔

اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ O

ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔

اِهْدِنَــــا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ O

ہمیں سیدھی راہ کی ہدایت عطا فرما۔

صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ O

ان لوگوں کی راہ جن کو تو نے انعامات عطا فرمائے۔

غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلاَ الضَّآلِّیْنَ O

ان لوگوں کی راہ سے بچالے جن پر تیرا غضب ہوا اور ان لوگوں کی راہ سے بھی بچالے جو گمراہ ہو گئے۔

امین۔ الٰہی ایسا ہی کر دے۔

سورۃ الفاتحہ:

اس سورۃ پاک کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ یہ خاص عنایت الٰہی ہے جو پہلے کسی نبی کو عطا نہیں ہوئی۔

نماز کی ہر رکعت میں اسکا پڑھنا واجب ہے، اہل تصوف اس سورت پاک کا ورد اکثر کرتے ہیں اور اپنے متوسلین کو خاص تعداد میں اس کے پڑھنے کی ہدایت فرماتے ہیں اور کشائش رزق کے لئے اور کشائش ابواب رحمت کے لئے اس کا

Marfat.com

پڑھنا اکسیر ہے اور تمام بیماریوں کے لئے پڑھ کر پھونکنا اور لکھ کر پلانا اور تعویذ کے طور پر گلے میں ڈالنا ضامن شفا ہے۔

بسم اللہ شریف

برکتوں کا ایک خزانہ ہے اور اللہ تعالیٰ کا یہ ذکر ایسا ہے کہ دنیوی کاموں میں بھی اس کی کثرت کا حکم ہے کہ کوئی کام ہو بسم اللہ شریف نہ پڑھی جائے تو وہ کام روحانی طور پر مکمل نہیں ہوتا اور اچھے نتائج پیدا نہیں کرسکتا۔

الحمدللہ

تمام خوبیوں اور بھلائیوں کا منبع اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور اس ذات والاصفات سے تعلق پیدا کرنے کا ذریعہ ذکر الٰہی ہے اس واسطے اس کو بار بار پڑھنے کا حکم ہے اور ہر نماز کے اختتام پر سبحان اللہ کے ساتھ الحمد اللہ ۳۳ بار پڑھنے کا فرمان نبوی ہے اور ۳۴ بار اللہ اکبر پڑھا جائیگا۔

ہماری علمی زندگی میں اگر عملی زندگی شامل ہو جائے تو اندر اور باہر ہدایت کے باب کھل جائیں یعنی ہمارا اپنا سینہ بھی روشن ہوگا اور دنیا کے انسان بھی ہماری اندرونی روشنی سے نور حاصل کرلیں گے اور ذکر الٰہی عملی زندگی کی جان ہے، اس واسطے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے الحمد للہ پڑھنے کا حکم دیا اور چونکہ اللہ تعالیٰ کی کروڑوں نعمتیں ہر انسان کو حاصل ہیں اور نعمت پر شکر واجب ہوتا ہے اس لئے الحمد للہ پڑھنا شکر نعمت کا اظہار ہے۔

رب العالمین

Marfat.com

رب پرودگار عالم، عالمین عالم کی جمع ہے اور عالمین کے بارے مفسرین کی مختلف رائیں ہیں، بعض حضرات فرماتے ہیں کہ ایک ہزار عالم ہے بعض اہل نظر کا ارشاد ہے کہ بارہ ہزار عالم ہیں، بعض فرماتے ہیں کہ اسی ہزار عالم ہیں بہر حال اپنی اپنی حداور اپنی اپنی معرفت ہے ہمیں یہ ماننا فرض ہے کہ:

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں
ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں

الرحمٰن الرحیم

یہ دونوں صفاتی نام اپنی رحمت کی تاثیریں ہمیشہ پھیلاتے رہتے ہیں ہاں الرحمٰن کی تاثیریں دنیا میں مومن، کافر صالح اور فاسق سب پر پڑتی ہیں بعض بزرگوں کا فرمان ہے کہ اگر رحمٰن کی ہمہ گیر تاثیریں نہ ہوتیں تو کافر کو ایک بوند پانی نہ ملتا۔

الرحیم کی تاثیریں عالم آخرت کے ساتھ وابستہ ہیں، اسی واسطے جب ان اسماء مبارک کو ندا کے حروف سے پکارا جائے گا تو یوں پڑھنے کا ارشاد ہے:

یارحمٰن الدنیا و یارحیم الاخرہ۔ اے دنیا کے رحمٰن اور آخرت کے رحیم۔

مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ O قیامت کے دن کا مالک ہے۔

ہمارے ایمان کا ماحصل الغیب کی قوتوں کو ماننا ہے اور یہ قوتیں متعین ہیں، اللہ تعالیٰ کی ذات مقدس، ملائکہ کرام، انبیاء علیہم السلام کی حقیقت اور قیامت کا واقع ہونا، قیامت کا حادثہ ایسا حادثہ نہیں جس کو زمین کا حادثہ کہا جائے، یہ کائنات کا

Marfat.com

حادثہ ہے، زمین، آسمان، چاند ے تارے سب اس کی زد میں آجائیں گے اور ظاہری فنا ہر چیز کو اپنی لپیٹ میں لے لے گی اور ایک نیا جہان قائم کیا جائیگا وہ نیا جہان قائم اب بھی ہے اور موت کے بعد ہر شخص اسی جہان میں پہنچ جاتا ہے لیکن ہم دنیا کی زندگی میں مگن اور مست ہیں اس لئے اس مستی اور نشے میں اس جہان کا خیال نہیں آتا، حالانکہ وہی جہان ہمارا مبداء اور معاد ہے یعنی وہیں سے ہم آئے ہیں وہاں ہی جائیں گے، وہ جہان بھی عجیب وغریب ہے اور وہاں کے دستور بھی عجیب وغریب ہیں، اس چند روزہ حیات کی اہمیت ہمارے دلوں میں کم ہے ورنہ اس مختصر سی زندگی کے اعمال کے نتائج ہم آنے والی غیر محدود زندگی میں بھگتیں گے، ایمان اور اچھے اعمال کا نتیجہ جنت ہے اور وہ ایک نور کا جہان ہے جو ہر قسم کی نعمتوں سے بھرا ہوا ہے اور ہر طرح کا حسن وہاں موجود ہے اور سب سے بڑی دولت یہ کہ ان نعمتوں کو زوال نہیں اور حیات، حیات ابد کی صورت میں ہے اور اگر خدانخواستہ برے اعمال کیئے تو ان کے نتیجہ میں جہنم میں جانا ہے وہ ایک آتش کا جہان ہے، جس میں ہر چیز آگ کی بنی ہوئی ہے اور ہر قسم کا عذاب، درد والم اور ذلت واہانت ہے اور یہ چیز وقتی نہیں ہے بلکہ دائمی ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات مقدس وہاں کی حاکم اور مالک ہے اور ہر عمل کا بدلہ وہ خود دے گا، عمل اچھا ہے تو ہمیشہ کی کامیابی ہے اور اگر عمل برا ہے تو ہمیشہ کا خسارہ اور نامرادی۔

اِيَّاکَ نَعۡبُدُ وَاِيَّاکَ نَسۡتَعِيۡنُ ○

ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔

Marfat.com

عبادت کا لفظ اپنے معنوں میں خاص ہے اور عبادت سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی بھی غیر خدا کی حرام ہے، مشرک کفار غیر اللہ کی عبادت کر کے حرام فعل کے مرتکب ہوتے ہیں پہلے وہ اپنے باطل معبودوں کو الٰہ مانتے ہیں پھر ان کی عبادت کرتے ہیں، انبیاء علیہم السلام ہمیشہ اسی عقیدہ اور عمل کو باطل کرنے اور ناحق بتلانے کو تشریف لاتے رہے ہیں اور ہمارے نبی اکرم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بتوں کی الوہیت کو مٹایا اور ان کی عبادت کو حرام قرار دیا۔

ہاں! بعض لوگوں کو یہ مغالطہ ہے کہ ہر تعظیم اور ہر محبت عملی طور پر عبادت کے ذیل میں آجاتی ہے، حاشا وکلا اس طرح تو دین کا کام بھی نہیں چل سکتا، تعظیم اور محبت تو اسلام کی جان ہے اور اللہ واسطے یہ ہر مناسب مقام پر استعمال ہوسکتی ہے، عبادت عبد کا ایک جذبہ ہے جس کا اپنا الگ وجود ہے اگر وہ جذبہ اللہ کے سوا اور کسی کے حق میں استعمال ہوگیا تو ایسا شخص مشرک بن جائیگا۔

استعانت کے معنی عون یعنی مدد طلب کرنا۔

اللہ جل جلالہٗ کی ذات سے مومن کا قرب اور قرب کا احساس اتنا بڑھ جانا چاہئے کہ اللہ کے سوا کسی کو فعال (کام کرنے والا) دیکھ نہ سکے اور جب یہ کیفیت ظاہر ہوتی ہے تو بے اختیار زبان سے نکلتا ہے کہ الٰہی، تیرے سوا میرا کوئی مددگار نہیں (ہاں! جب یہ تصور پختہ ہوجاتا ہے تو ہر مدد اور ہر نصرت کو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیکھنے اور سمجھنے لگتا ہے اگرچہ دنیا میں مدد کے اسباب ہیں لیکن توحید والے کی نظر اسباب سے منقطع ہوکر مسبب الاسباب کی طرف لگ جاتی ہے۔

Marfat.com

درسِ قرآن: 2

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الٓمٓ	الٓمٓ	الٓمٓصٓ	الٓرا	الٓرا	الٓرا
البقرہ	آل عمران	الاعراف	یونس	ھود	یوسف
۱،۲،۳	۳،۴	۹،۱۰	۱۰،۱۱	۱۱،۱۲	۱۲،۱۳
الٓمٓرا	الٓرا	الٓرا	کٓھٰیٰعٓصٓ	طٰهٰ	طٰسٓمٓ
الرعد	ابراہیم	الحجر	مریم	طٰهٰ	الشعراء
۱۳	۱۳	۱۴	۱۶	۱۶	۱۹
طٰسٓ	طٰسٓمٓ	الٓمٓ	الٓمٓ	الٓمٓ	الٓمٓ
النمل	القصص	العنکبوت	الروم	لقمٰن	السجدہ
۱۹،۲۰	۲۰	۲۰،۲۱	۲۱	۲۱	۲۱
یٰسٓ	صٓ	حٰمٓ	حٰمٓ	حٰمٓ	عٓسٓقٓ
یٰس	ص	المومن	حم السجدہ	الشوریٰ	الشوریٰ
۲۲،۲۳	۲۳	۲۴	۲۴،۲۵	۲۵	۲۵
حٰمٓ	حٰمٓ	حٰمٓ	حٰمٓ	قٓ	نٓ
الزخرف	الدخان	الجاثیہ	الاحقاف۔	ق	القلم
۲۵	۲۵	۲۵	۲۶	۲۶	۲۹

الف لام میم، الف، لام، میم، صاد، الف، لام، میم، را سے آپ کیا سمجھے؟ یہ حروف مقطعات ہیں کلام مجید کا حصہ، اللہ کا کلام، ان کو چھوڑ دیا جائے تو کلام مجید مکمل نہیں ہوتا لیکن ان کے معنی آپ کیا کریں گے، ان کا مفہوم آپ کیسے سمجھیں گے لوگوں کو آپ کیا سمجھائیں گے، اعتراضات کا کیا جواب دیں گے، بعض علماء

Marfat.com

نے جستجو کی ہے اور بعض مقطعات کے معنوی حقائق سے پردہ ہٹانے کی کوشش کی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ کلام اللہ کے اسرار ہیں اور خدا کے بھید ان کو اللہ جانے یا حامل وحیؐ سمجھیں ہماری سمجھ سے بالاتر ہیں، دراصل یہ اعتراف کرانا مقصود ہے کہ جس طرح اللہ جل جلالہٗ کی ذات بابرکات ایک عظیم راز ہے اسی طرح اس کا کلام بھی راز ہے اور کلام کا مفہوم تو اتنا بڑا راز ہے کہ عقل سمجھنے لگے تو اپنی ہوش کھو بیٹھے، آخرت کا عالم اس کی موجودات روح اور روح کا جہان، قیامت کا قائم ہونا، موت اور موت کے بعد کا عالم اس آخری بیہوشی (یعنی موت) سے ہوش کے دریا بہہ نکلیں گے اور یہ عدم وجود کا سرچشمہ بن جائے گا، فرشتے کیا ہیں؟ اور ان کے عظیم کارنامے کس طرح سرانجام پاتے ہیں، ان آٹھ فرشتوں کا وجود کتنا بڑا ہوگا جنہوں نے عرش الٰہی اٹھا رکھا ہے ان کے وجود کا باہمی فرق اور اتنا بڑا فرق کہ بعض تو ہمارے کندھوں پر بٹھائے جائیں اور بعض اتنے بڑے جو سورج چاند کو ہتھیلی پر اٹھا لیں، بہشت اور اس کی نعمتیں دوزخ، اور اس کے مختلف قسم کے عظیم عذاب اور انوکھا درد والم، خود ہماری اپنی زندگی کا دوام جس کو سمجھنا ہمارے کسی علم اور کسی تجربہ میں نہیں ہے، فنا اور بقا کا مسئلہ کسی طب اور کسی سائنس نے نہ سمجھا اور نہ یہ اس کے بس کا روگ ہے، ذات الٰہی تو عقل وفہم کی حدود سے ماورا ہے، صفات الٰہی کے عجائبات جن کا ظہور ہماری آنکھوں کے سامنے ہے آسمان اور اس کی پہنائیاں پھر سات آسمان تلے اوپر اور لاکھوں میل لمبی چوڑی کروڑوں نورانی قندیلیں اس چھت میں لٹکی ہوئی ہیں اور اس کے طبقات زمین اور اس کی قوتیں جمادات

Marfat.com

نباتات حیوانات کی ہزاروں قسمیں اور ہر قسم کی جدا جدا صورتیں اور جدا جدا تاثیریں اور الگ الگ اعمال ان میں سے کسی ایک چیز میں بھی ریسرچ کی جائے تو عمر بھر کی محنت کے بعد ندامت کا منہ دیکھنا پڑے، خود انسان کا اپنا وجود کہ تھوڑا عرصہ پہلے کچھ نہیں ہوتا نہ نام ہوتا ہے نہ نشان ہوتا ہے یکدم کچھ ہو جاتا ہے اور پھر کچھ عرصہ کے بعد ایک مستقل وجود اپنی رائے کا مالک اپنے فعل کا مختار اپنے ارادے کا دھنی اور پھر کسی بھی عمر میں یکدم ایسا غائب ہو جاتا ہے کہ پھر اس کے واپس آنے کی کوئی امید نہیں ہو سکتی، ہزار روؤ، ہزار گریہ وزاری کرو، لاکھ سر پٹکو، اپنی منطقیں لڑاؤ، اپنی طب آزماؤ، اپنی سائنس کو جھنجھوڑو اور اس کی ایک خاموشی کو گویائی سے بدل نہیں سکتے، اس کی آنکھیں پتھرا گئیں، اب اس کی نگاہ کو واپس لانے کی کوئی کوشش بارور نہیں ہو سکتی، اس لئے کہ یہ مر گیا ہے، موت ایک راز ہے جس کو کسی عقل نے سمجھا نہ کسی فہم نے دریافت کیا، موت کا راز اسلام نے عام فہم زبان میں کھول دیا کہ یہ عالم بالا کی زندگی کی ابتدا ہے، مرنے والے کا جسم مرتا ہے جسم ایک جھلی ہے، پرندے کا پنجرہ ہے، موت سے وہ نورانی پرندہ پنجرے کی تیلیاں توڑ کر پرواز کر گیا اب وہ اس عالم میں چلا گیا جہاں ہزاروں صدیوں کے لوگ جمع ہیں، اشرار اور ابرار کے جہان بدل گئے ہیں، ایک سجین میں چلے گئے اور ایک علیین میں جا پہنچے، وہاں جزوی طور پر اپنے اعمال کی سزا و جزا سے انہیں سابقہ ہے اور کلی تخریب عالم کے بعد جس کو قرآن نے قیامت کے نام سے یاد فرمایا ہے کلی طور پر ہر فرد اپنے اعمال کی پاداش میں مستقل طور پر جنت یا جہنم میں چلا جائے گا،

Marfat.com

جہاں کی نعمتوں کا مثالی بیان قرآن میں موجود ہے اور جہنم سے صرف عذاب اور الم درد و رنج ندامت وابستہ ہے، نہ ثواب کبھی ختم ہوگا نہ عذاب کی کوئی حد قائم ہو سکے گی، عالم غیب یعنی روح کا جہان سارے کا سارا ایک سربستہ راز ہے مادہ کی خوگر آنکھیں جس کے یقین کی ساری پونجی مادے اور اس کی پیداوار میں چھپی ہوئی ہے وہ کس طرح یقین کریں کہ فضا میں دیکھتے دیکھتے ایک جہان قائم ہوسکتا ہے۔

عالم روح کے انسان مٹی سے نہیں بنتے اور نہ مٹی میں ملتے ہیں وہاں لوگ روح سے بنتے ہیں ان کے جسم روح سے بنے ہوئے ان کے لباس روح کے بنے ہوئے، ان کے استعمال کی سب چیزیں روح کی بنی ہوئی ہیں، وہاں کی زمین روح کی ہے اور اس کی پیداوار روح کی ہے کوہ و دریا روح کے بنے ہوئے ہیں، وہاں کی نباتات روح کی بنی ہوئی ہے، پھل پھول سب روح سے بنے ہیں وہاں کے حیوانات سب روح کی پیداوار ہیں اور جسے یہاں کی بادشاہت اور جسم و جان کی برتری اور عمدگی انسان کو حاصل ہے وہاں بھی انسان ہی خلیفہ الٰہی ہے یہ اللہ تعالیٰ کے ماتحت ہے باقی سب مخلوق اس کے ماتحت ہے۔

کیا یہ سب راز نہیں؟ ہماری زبان کا فرق راز ہے، کیونکہ دو آدمی آپسمیں محو گفتگو ہیں ہم سن رہے ہیں اور کچھ سمجھ نہیں سکتے اور جانوروں کے بارے قرآن کا ارشاد ہے کہ اُمَمٌ اَمْثَالُکُمْ تمہاری طرح یہ بھی جماعتیں ہیں وہ بولتے ہیں ہم نہیں سمجھتے، ان کے رسم و رواج ہیں ہم نہیں جانتے، اس لئے یہ سارا سلسلہ راز ہے، اگر غور سے دیکھا جائے اور ایمان کی عقل کو استعمال کیا جائے تجربے کی عقل ہے تو عقل

Marfat.com

لیکن محدود قسم کی عقل ہے، پردے کی دوسری جانب اس کی آنکھ نہیں کھلتی اور پردے کی دوسری طرف سب کچھ ماننا ایمان کہلاتا ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

یومنون بالغیب

''مومن غیب پر ایمان رکھتے ہیں۔''

اور عقل ودانش سمع وبصر کی طرح ایمان بھی اپنی خاصیتیں رکھتا ہے، جب ایمان مضبوط ہوجاتا ہے اور معروف طریقوں سے تربیت پاتا ہے تو یہ بھی اپنی تاثیریں ظاہر کردیتا ہے، اب ہمارے ایمان پر راز کھلنا شروع ہوجاتے ہیں اور قرآن حکیم کے بتلائے ہوئے راز، راز نہیں رہتے وہ مشاہدہ کی ایک قسم بن جاتے ہیں۔

بس شرط یہ ہے کہ عقل مجبور اور فہم محدود کی حد بندیوں سے آگے نکل کر **یومنون بالغیب** کا قلبی اقرار عمل میں آجائے اور الٓمّ، الٓر، ن و القلم اور باقی مقطعات کے اندرونی رموز اور پوشیدہ بھید تو ان کے اندر موجود ہیں۔

اللہ و رسولہ اعلم (اللہ اور اس کا رسول جانتے ہیں)

لیکن یہی حروف ہمیں بول کر سمجھاتے ہیں کہ صرف ہم ہی خدا کا سربستہ راز نہیں بلکہ قرآن حکیم کا ہر جملہ اور ہر لفظ سربستہ راز ہے، کسی زبان دانی کا نام قرآن فہمی نہیں کسی لغت کی باریکیوں کے جاننے کا نام قرآن جاننا نہیں بلکہ اسرار الٰہی کو جاننے اور سمجھنے اور ان کو احاطہ کرنے کا نام راز ہے، خواہ وہ حروف مقطعات ہوں خواہ عام زبان میں سمجھی جانے والی آیات۔

الحمد للہ علیٰ ذٰلک.

Marfat.com

درس قرآن: 3

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

یٰۤاَیُّھَاالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا اسۡتَعِیۡنُوۡا بِالصَّبۡرِ وَالصَّلٰوۃِ ط اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰابِرِیۡنَ O وَلَا تَقُوۡلُوۡا لِمَنۡ یُّقۡتَلُ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ اَمۡوَاتٌ ط بَلۡ اَحۡیَآءٌ وَّلٰکِنۡ لَّا تَشۡعُرُوۡنَ O وَلَنَبۡلُوَنَّکُمۡ بِشَیۡءٍ مِّنَ الۡخَوۡفِ وَالۡجُوۡعِ وَنَقۡصٍ مِّنَ الۡاَمۡوَالِ وَالۡاَنۡفُسِ وَالثَّمَرَاتِ ط وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیۡنَ O اَلَّذِیۡنَ اِذَآ اَصَابَتۡھُمۡ مُّصِیۡبَۃٌ قَالُوۡٓا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ O اُولٰٓئِکَ عَلَیۡھِمۡ صَلَوٰتٌ مِّنۡ رَّبِّھِمۡ وَرَحۡمَۃٌ ط وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الۡمُھۡتَدُوۡنَ O (پارہ2-سورۃ البقرہ-رکوع3)

ترجمہ:۔ اے ایمان والو! صبر اور نماز سے مدد طلب کرو۔ بیشک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے اور تم ان لوگوں کو مردہ مت کہو جو اللہ کے راستے میں قتل ہوئے بلکہ وہ زندہ ہیں اور تمہیں ان کی زندگی کا شعور نہیں اور ہم تمہاری آزمائش کریں گے کسی چیز سے کرلیں۔ خوف سے اور بھوک سے اور مال و متاع کے نقصان سے اور جان کے نقصان سے اور پھلوں کے نقصان سے کریں گے اور آپ خوشخبری دیں صبر کرنے والوں کو وہ لوگ جب ان کو کوئی مصیبت پڑتی ہے تو وہ یہ کہتے ہیں کہ ''ہم مع مال' اولاد فی الحقیقت اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی کے پاس جانے والے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کی خاص رحمتیں ہیں اور یہی لوگ ہیں جو ہدایت پانے والے ہیں (ہدایت اور ہدیٰ کے معنی سینے کا نور ہے جس سے آخرت کا عکس قبول کرتے ہیں)۔

Marfat.com

تفسیر:۔ دنیا دارالمحن ہے۔ اس میں بڑی نعمت نماز اور صبر ہے۔ نماز سے تو اطمینان قلب حاصل ہوتا ہے اور صبر سے تکالیف اپنا اثر کم کر دیتی ہیں نیز صبر کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ اللہ تعالیٰ صبر والوں کے ساتھ ہے۔ صبر والے ہی اجر والے ہوتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی معیت اگر محسوس ہونے لگے تو دنیا میں اس سے بڑھ کر اور کوئی نعمت نہیں اور قرآن کریم کے ارشاد پر یقین جس درجہ کا بھی بیدار ہوگا وہ احساس کو بیدار کرے گا اور اجر کا یقین تو مومن کی جان ہے۔

ذکر الٰہی جو نماز کی روح ہے اور مصائب پر صبر کرنا جو ایمان کی لذتوں کو دوبالا کرتا ہے مومن کو ہر مصیبت کے وقت ان دو حقیقتوں کی طرف رجوع کرنا چاہئے اور تصور کو پختہ کرنا چاہئے کہ میری صالحیت اسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی آزمائشوں میں صابر رہوں اور تکلیف ذہنی ہو یا بدنی اس کا احساس کم کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کے سامنے دست بستہ کھڑا ہو جاؤں اور نماز میں مشغول ہو جاؤں پھر نزول رحمت ہی رحمت ہے۔

شہادتِ اسلام:

حضور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے! ''نَحْنُ مَعْشَرُ الْاَنْبِیَاءِ اَشَدُّ بَلَاءً ثُمَّ الْاَمْثَلُ فَالْاَمْثَلُ ترجمہ: ہم پیغمبروں کی جماعت سے سخت ترین امتحان لئے جاتے ہیں۔ پھر جو ہم سے مشابہ ہو اس کے درجہ کے مطابق امتحان لئے جاتے ہیں۔''

Marfat.com

اس دارالمحن میں تو امتحان ہی امتحان ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا عموماً تکالیف دے کر امتحان لیتے ہیں اور بندوں کو اللہ کا حکم ہے کہ وہ صبر کریں اور صبر و سکون کا بہترین ذریعہ یہ ہے کہ ہم ذکر الٰہی میں مشغول ہوں اور ذکر کا بہترین طریقہ نماز ہے یعنی نماز پڑھیں۔ انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام کی زندگی کا مطالعہ کریں تو صاف پتہ چلتا ہے کہ ان حضرات کی زندگی مختلف قسم کی مشکلات کا شکار رہی ہے اور مجاہدہ دراصل مشکلات قبول کرنے کا نام ہے میرے پیر مرشد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ مجاہدہ نام ہی اس کام کا ہے کہ طبیعت نہ چاہے وہ کام کرنا پڑے اور جو مجاہدہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے لے اور وہ صبر و سکون اور خندہ پیشانی سے قبول کرے تو اس کی مقبولیت اور درجات کا کیا اندازہ ہے دراصل مسلمان نئے ماحول میں رہ کر زندگی کا مقصد سمجھنے میں غلطی کھا گئے۔ زندگی سراسر آزمائش ہے اور قرآن مجید کی بیشتر آیات اس آزمائش اور امتحان کو واضح کرتی ہیں (جن کا بیان طوالت میں لے جائے گا ورنہ ہم آیات نقل کرتے) اور ہر آزمائش اور تکلیف کے بعد آخرت کی زندگی اور اس زندگی میں حیات دنیا میں تکالیف کے اجر کو بار بار دہرائے اور یہ کہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ہم اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں اور اس کی طرف رجوع کرنے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو آزمائش بھی ہوگی یہ اس کی عین نوازش اور رحمت کے نتیجے میں ہوگی اور وہ ہر قدم پر امداد کرے گا اور بظاہر ناممکن کام آسان ہو جائے گا۔ آگ میں کود جانا اور چاند سے خوبصورت صاحبزادے کو اپنے ہاتھ سے ذبح

Marfat.com

کرنا آسان کام ہے کیا؟

حضرت حسین علیہ السلام نے انبیاء کی سنت کو زندہ کیا اور وہ کام کیا جو امت کیلئے رہتی دنیا تک بہترین نمونہ رہے گا کہ حق کیلئے جان و مال قربان کرنے میں ہماری دنیا اور آخرت میں بہتری اور بھلائی ہے اور یہی اسلام کا مقصد ہے۔ اور یہی چیز اسلام کی نعمت ہے بظاہر سب کچھ دینا ہے اور فی الحقیقت سب کچھ لینا ہے۔

غریب و سادہ رنگیں ہے داستانِ حرم
نہایت اس کی حسینؑ ابتدا ہے اسماعیل

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں کہ

وَلَا تَقُوْلُوْ لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتٌ ط بَلْ اَحْیَآءٌ وَّلٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ O

''اور تم مردہ مت کہو اس کو جو اللہ کے راستے میں قتل ہوا ہے بلکہ وہ زندہ ہیں اور تمہیں ان کی زندگی کا شعور نہیں''

(جب تمہارا اپنا شعور بیدار ہوگا تو تم اس درجے اور مرتبے پر اور اس نعمتوں بھری زندگی پر رشک کرو گے) بڑے خوش نصیب ہیں وہ لوگ جن کا شعور زندگی میں بیدار ہو جاتا ہے پھر وہ کسی قربانی سے دریغ نہیں کرتے پھر آزمائش کی قسمیں بیان فرماتے ہیں خوف کے اسباب طاری کر دیئے جائیں گے اور رزق میں تنگی پیدا کر دی جائے گی اور مال میں گھاٹے کے اسباب پیدا ہو جائیں گے اور عزیزوں کی موت سے بھی تمہیں آزمایا جائے گا اور پھلوں کی بربادی سے تمہیں آزمائیں گے

Marfat.com

اور حضور نبی کریم ﷺ کی وساطت سے خوشخبری دی ہے کہ وہ ہر ذہنی کوفت اور بدنی تکلیف ہماری خوشنودی اور اپنی فلاح اور بلند ترین زندگی کے لئے برداشت کرتے ہیں۔

حضرت امام حسینؓ کی شہادت بزرگ ترین شہادت ہے اور اس شہادت کی حقانیت پر حق کی شہادت موجود ہے جس طرح زندگی کے ہر قسم کے اعمال میں سید دو عالم ﷺ کا نمونہ بہترین نمونہ ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی آزمائشوں اور نتائج کے سلسلے میں اور حق کی حمایت کے سلسلے میں اور ہمت و پامردی کے سلسلے میں جان قربان کرنے اور مال و متاع سے دست بردار ہونے اور عزت و آبرو اولاد و اقربا' اللہ تعالیٰ کے نام پر قربان کرنے میں اسوہ حسین بہترین نمونہ ہے اہل حق کے لئے۔ دیکھنا یہ ہے کہ عام شہادت کے لئے بھی بشارات الٰہی موجود ہیں اور جنت کی اعلیٰ زندگی کا آسمانی وعدہ موجود ہے۔ پھر خاص الخاص شہادت' شہادت حسین نے تو متعلقات شہادت کے ساتھ وہ قرب الٰہی پایا جو معراج النبی ﷺ کی یاد دلاتا ہے اور انبیاء علیہم السلام کے مصائب بھی اس واقعہ سے مانند نظر آتے ہیں۔

حضرت حسینؓ ابن علیؓ کو رسول اکرم ﷺ نے اپنا بیٹا فرمایا ان کے رخساروں اور گردن پر محمد رسول ﷺ کے بوسوں کے نشان تھے آپ فاطمۃ الزہرا کی متاع حیات کا چمکتا ہوا گوہر تھے۔ علی کرم اللہ وجہہ کے تمام کمالات آپ کے خون میں موجزن تھے لیکن آخرت کے لامحدود مراتب اور سعادت اخروی کی لامحدود بلندیاں حاصل کرنے کے لئے لامحدود قربانیوں اور غیر محدود عبادات و طاعات کی

Marfat.com

گُنبدشریف

Marfat.com

روضہ شریف

Marfat.com

مزار شریف کا بیرونی منظر

Marfat.com

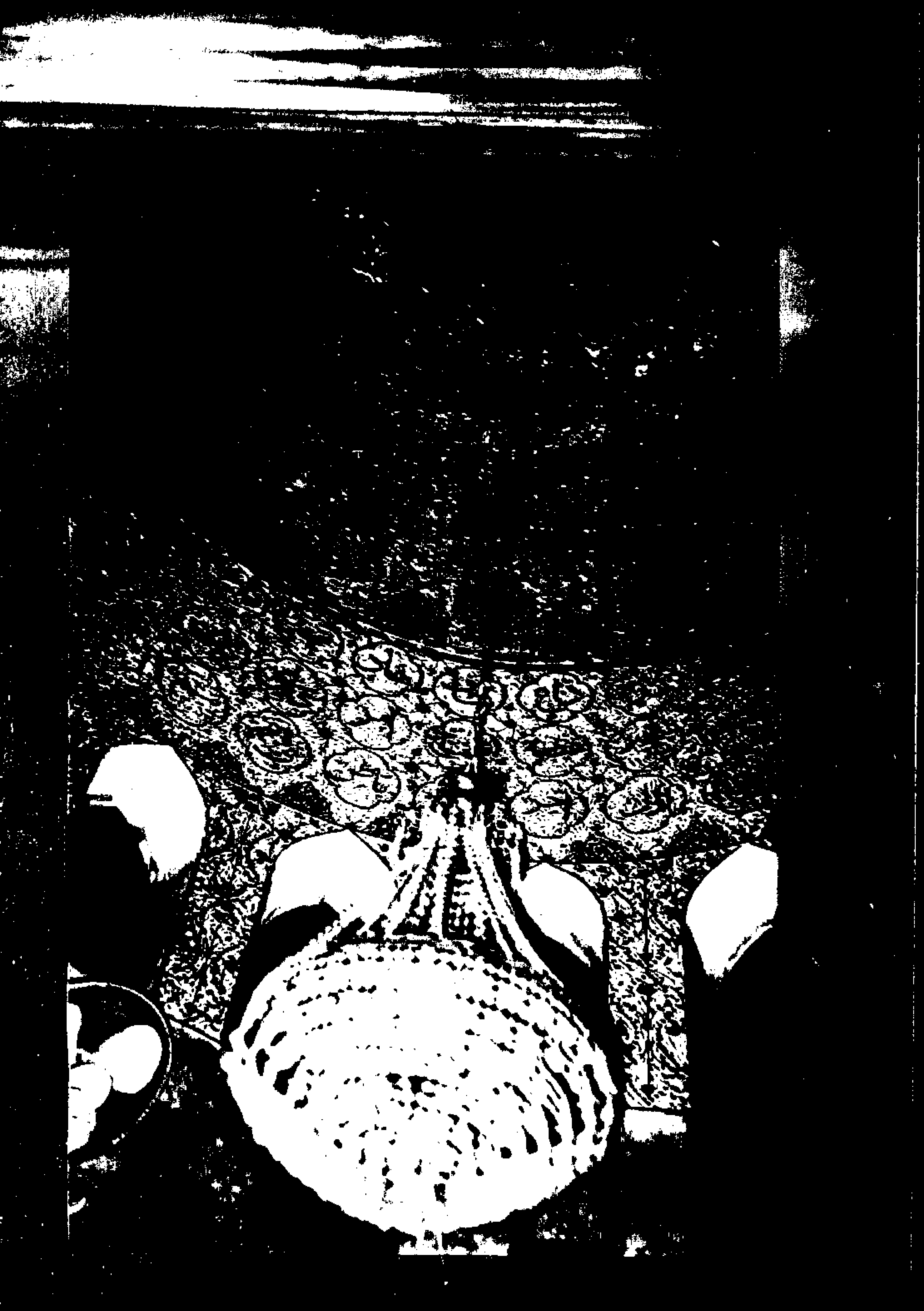

مزار شریف کا اندرونی منظر

Marfat.com

ضرورت ہے۔

رہی قربانی تو کربلا کی زمین گواہ ہے کہ امام حسینؑ نے سوائے بیمار زین العابدینؒ کے اللہ کے راستے میں سب کچھ قربان کر دیا اور عبادت کے لئے بھی یہ واقعہ گواہ ہے کہ جسم اطہر پر ۳۶۰ زخم ہونے پر بھی اپنے خون سے وضو کرنے کے بعد خدائے ذوالجلال کی بارگاہ میں آخری سجدہ کیا۔

اتنے عظیم الشان واقعہ سے صرف غم کی قوتوں کو بیدار کرنا کافی نہیں اس عظیم قربانی سے فتح اسلام اور اعلائے کلمۃ الحق اور ہر زمانے میں اس عظیم نمونے کو سامنے رکھ کر اپنے لئے ایک معیار زندگی بنانا اور بلند کرنا مقصود ہے اور اسلام اور مسلمانوں کی کامرانیاں اسی میں ہیں۔ محبت حسین کا تقاضا یہ ہے کہ ہم ظلم سے نفرت کریں۔ خواہ اس نفرت میں اور انصاف کی حمایت میں اپنا سب کچھ قربان کرنا پڑے۔ حق کی حمایت کے لئے ہم سفر کی ہر تکلیف کو برداشت کریں اور وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ الآیۃ کا سارا مضمون اپنے لئے سمجھیں اور صرف ماضی کا غم کھا کر مطمئن نہ ہو جائیں اپنی زندگی کو ٹھکانے لگانے کے لئے حال کے آگ کے دریا میں کود یں اور ثابت کریں کہ

؎ اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

پھر کیا ہوگا؟ رہتی دنیا تک اتباع حسینؑ میں ہمارا نمونہ بھی مثل آفتاب چمکے گا اور آخرت کی لازوال زندگی میں ہمیں اللہ کی خوشنودی محمد رسول اللہ کی خوشنودی اور صحابہ کرام اور اہلبیت کی خوشنودی حاصل ہو جائیگی۔

Marfat.com

سرور دو عالم ﷺ اپنے لخت جگر کی اس مقدس قربانی کو اللہ کے دربار میں پیغمبرانہ تحفہ کے طور پر پیش کرینگے اور اگر یہ کہا جائے تو عین صداقت ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو اس قربانی کا پہلے سے علم تھا جبھی تو حضور ﷺ نے اپنے لخت جگر کو ''جنت کے جوانوں کے سردار'' کی بشارت دی۔ عبادت کے سلسلے میں کتنی واضح دلیل کہ جو کچھ امام کرتا ہے مقتدی وہی کچھ کرتے ہیں امام کی اتباع فرض ہے۔

کاش مسلمان سرور دو عالم ﷺ کی زندگی اور خاندان نبوت کی زندگی کی مثال اپنی زندگی میں پیش کرتے اور اسی خاکے میں رنگ بھرتے اور مقصد حیات پورا ہوتا۔ مسلمان محمد رسول اللہ ﷺ سے محبت اور اہلبیت سے محبت کا دعویٰ کرتے ہیں۔ دعویٰ محبت کا اور اتباع سے نفرت یہ کہاں کی محبت ہے حالانکہ اسی محبت اور اتباع سے ہماری زندگی ٹھکانے لگتی اور اسلام کا بول بالا ہوتا ہے۔

؎ اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

یہ کتنا بڑا راز ہے کہ اعلائے کلمۃ الحق کے لئے موت' حیات ہے ایسی حیات جس پر ہزاروں زندگیاں قربان ہوں۔ شہادت حسین علیہ السلام کے واقعہ میں مسلمانوں کے لئے ہر قدم پر سبق ہے' اہل بیت نے آخرت کے لئے اور رضائے الٰہی کے لئے ہر قسم کی قربانی دی۔

ہم بھی اتباع حسین میں اپنا جان و مال اولاد قربان کرنے کے لئے تیار رہیں اور موقعہ پر اللہ کے لئے سب کچھ قربان کر دیں۔ اور مقابلے میں دشمن نے ظلم کیا ہم

Marfat.com

اپنی زندگی کو ظلم سے محفوظ رکھیں کہ ظالم دراصل اپنے اوپر ظلم کرتا ہے اور ظلم کے فوراً بعد ظلم کا مزہ وہ خود چکھتا ہے۔ ہر عمل کا ردعمل ہوتا ہے اور وہ ہو کے رہتا ہے۔ تاریخ کے اوراق میں دیکھیں کہ قاتلین حسینؓ کا کیا حشر ہوا دنیا کے طالب کو دنیا بھی نہیں ملتی پھر اس کی طلب میں ہر چھوٹی بڑی زیادتی کا بدلہ موجود ہے۔ خسر الدنیا والاخرہ O

اللہ کی گرفت بڑی سخت ہے۔ اس سے بچنے کے لئے اندر باہر ظاہر باطن کی پاکیزگی اور عمل کے اخلاص کی اشد ضرورت ہے۔ ورنہ بڑا ظلم تو بڑا ظلم ہے چھوٹا ظلم بھی نتیجے کے لحاظ سے بڑا ظلم ہے امام حسینؓ کی شہادت کی یاد منانے میں یاد کی تقدیس ہمیشہ ملحوظ رہے ہم کوئی ایسی چال نہ چلیں جو اسوہ حسینؓ کے خلاف ہو اور اسلام کے مقاصد اور تقاضے مجروح ہوتے ہوں۔

''شہادت حسینؓ زندہ باد''

☆......☆......☆

Marfat.com

درس قرآن:4

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اِنَّالِلّٰهِ وَ اِنَّآاِلَیۡهِ رَاجِعُوۡن . (پارہ2-سورۃ البقرہ-آیت156)

یہ آسمانی کلمات عام طور پر مسلمان مصیبت کا اثر کم کرنے کے لئے کہتے ہیں اور مصیبت زدہ کی عیادت کے وقت رسمی طور پر کہے جاتے ہیں لیکن جس طرح قرآن کے اکثر حقائق قلب کی روشنی میں دیکھنے کے بغیر زبان دانی کے ضمن میں آجاتے ہیں اور کوئی غور نہیں کرتا اور حقیقت پہلے کی طرح پردے میں رہتی ہے اسی طرح انا للہ اور انا الیہ راجعون کی صورت حال ہے۔

ہمیں زندگی ایک خاص مقصد کیلئے عطا ہوئی ہے اور وہ مقصد للّٰہیت ہے۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ میں بھی یہی مقصد پوشیدہ ہے۔

پوشیدہ قوتیں ظاہر قوتوں سے لاکھوں گنا زیادہ ہیں، انہی پوشیدہ قوتوں کے وجود ان کی تعداد کو سمندر رسیاہی بن کر نہیں لکھ سکتے۔

دنیا ضدین سے قائم ہے اور آخرت کو بھی ضدین ہی کی صورت میں بیان کیا گیا ہے، مفید قوتیں بھی ہیں اور مضر قوتیں بھی، خود انسان کے اندر روح کی حکومت ہے اور روح حیوانی یعنی نفس امارہ ہمیشہ آسمانی روح سے برسر پیکار رہتی ہے اور روح آسمانی ہو خواہ روح حیوانی یہ سب لطیف قوتیں ہیں، ایک ہمہ گیر لطیف قوت ابلیس کی قوت ہے جو خیر کے مقابلے میں کمر بستہ رہتی ہے اور آگ پانی بیشک ضدین ہیں لیکن یہ مادی ضدین ہیں، دیکھی جاسکتی ہے، خیر کی قوت اور شر کی طاقت وہ ضدین ہیں جو اپنی

Marfat.com

لطافت کی وجہ سے دیکھی نہیں جاسکتیں اوران دونوں کی تاثیریں اور کرداراورکارکردگی دیکھی جاسکتی ہے۔

اللہ جل جلالہٗ کی ظاہر وباطن مخلوق میں انسان برتر واعلیٰ مخلوق ہے،اس کی برتری اورعلومرتبت کا بین ثبوت یہ ہے کہ حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کوانسانی صورت دے کرنازل فرمایا گیا،حضورنورمجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیر وشر کی پوری پوری تشریحات سے واضح فرمایا ہے،خیر کا حصول اور شر کا دفاع مقصد زندگی انسان مقرر فرمایا اوراس مقصد کے لئے اپنانمونہ اوراپنی تربیت کانمونہ پیش فرمایااوریہی نمونہ وہ واخرین مِنهُم لما یَلحَقُو بهم وهو العزیز الحکیم کی صورت میں اولیاءاللہ انشاءاللہ قائم کرتے رہیں گے۔

حضورصلی اللہ علیہ وسلم نے قلوب انسانی کے کعبہ کی تعمیر فرمائی اورالیاءاللہ رحمہم اللہ بھی یہی کام کرتے رہےاورانشاءاللہ کرتے رہیں گے۔ "واخرین منهم" یہ قرآنی پیشگوئی ہے،پوری ہوتی رہی،ہورہی ہے،ہوتی رہے گی۔

اصل میں دنیا میں سب سے مشکل کام انسانی تربیت کا ہے،اس مٹی کے بت کو تربیت سے اشرف المخلوقات بنانا ہےاورنظر کے فیض سے اسے اپنے اصل کی طرف متوجہ کرنا ہےاوریہ سبق ازبر کروانا ہے کہ(اللہ بس باقی ہوس)۔

ادھرشیطان ہے جوہمارے نفس کواپنا ساتھی بناکراورہمارے حواس اورہمارے ہی احساسات کوہمارے خلاف استعمال کرواتا ہے،دشمن پوشیدہ ہے،وہ سخت دشمن ہے،اس کی چالیں اس کے مکروفریب بہت زیادہ ہیں،اس واسطے ذاتی تیاری بہت

Marfat.com

زیادہ ہونی چاہئے اور خارجی حمایت بھی بے انتہا ہو تب یہ مشکل حل ہو سکتی ہے۔

ذاتی تیاری میں یہ عزم کہ میں اللہ جل جلالہٗ کو ملنا چاہتا ہوں، اور اس سفر میں ہر رکاوٹ کو اللہ تعالیٰ کی امداد اور اپنے مجاہدے سے دور کروں گا۔ اسلام مجاہدوں سے بھرا پڑا ہے بلکہ یوں کہنا بجا ہے کہ اسلام مجاہدے ہی کا نام ہے، مجاہدے کی تعریف یہ ہے کہ ہر وہ اسلامی کام جس کو طبیعت پسند اور طبع کو مشکل نظر آئے نہ کرے، وہ مجاہدہ ہے، خواہ وہ نماز ہو، تہجد ہو، ذکر کثیر ہو خواہ روزہ ہو۔

تمام فرائض اسلام میں روزہ سب سے بڑا مجاہدہ ہے اور ہر مجاہدہ مجاہد کو مشاہدہ کی صف میں لے جاتا ہے، یعنی جب مرد مومن شیطانی اور نفسانی طبع کی مخالفت کی عادت بنالیتا ہے تو ملکی طبع کو کام کرنے کا موقع ملتا ہے اور ملکی طبع آخرت کی کامیابیاں اور وہاں کی نجات کی امید میں ایسی خوشی اور راحت محسوس کرتی ہے جو حواس اور نفس کے وہم میں بھی نہیں آسکتی اور اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بشارت کا لامتناہی سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔

اگرچہ اپنی نفسانی خواہشات اور شہوات کی اتباع میں احکام اسلام کے خلاف چلنا خود اپنی طبع کے بلند حصے پر ظلم کرنا ہے اور آخرت کی زندگی کو عذاب والم سے بھرنا ہے اور یہ سب انذار و تبشر (ڈرانا اور خوشخبری دینا) کے فریضہ کو ہمارے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پوری طرح ادا کر چکے ہیں چنانچہ فرمایا:

کل عمل ابن ادم لهٗ الّا الصوم فانه لی و انا اجزی به.

ابن آدم کا ہر کام خود اس کے لئے ہے مگر روزہ صرف میرے لئے ہے اور میں خود

81542

Marfat.com

اس کی جزا دوں گا۔

ان فی الجنة بابا یقال له الریان یدخل منه الصائمون یوم القیامة لا یدخل منه احد غیرهم فاذا دخلوا اغلق فلم یدخل.

جنت کے دروازوں میں ایک خاص دروازہ ہے جسے ریان کہتے ہیں، اس دروازے میں سے صرف روزہ دار ہی گزریں گے، قیامت کے دن اور کوئی دوسرا نہیں گزرے گا، جب روزہ دار گزر جائیں گے تو دروازہ بند ہو جائے گا۔

من صام یوما ابتغاء وجه الله باعد الله من جهنم کبعد غراب طار و هو فرخ حتّٰی مات هرما.

جو شخص اللہ کی رضا کے لئے ایک دن کا روزہ رکھے اللہ تعالیٰ اس کو جہنم سے دور کر دے گا، اتنی دور ہوگا جتنی ایک کوا بچپن میں اڑے، اڑتا جائے اور بوڑھا ہو کر مر جائے۔

رمضان المبارک کے روزے

من صام رمضان ایماناً و احتساباً غفرلهٗ ماتقدم من ذنبه.

جو رمضان کے روزے رکھے ایمان اور طلب رضائے مولا کے لئے اس کے سب پچھلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

رمضان مبارک کے فضائل میں یہ حدیث ایمان کا حصہ ہے اور عقل کو چکرا دیتی ہے:

حضرت ابو سعید خدریؓ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے

Marfat.com

فرمایا کہ جب رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور کوئی دروازہ بند نہیں رہتا تا آنکہ رمضان کی آخری رات ہوتی ہے اور کوئی بھی مومن رات کو نماز پڑھتا ہے پھر ایک سجدے کے بدلے اللہ تعالیٰ ڈیڑھ ہزار نیکیاں لکھ دیتا ہے اور اس کے لئے جنت میں سرخ یاقوت کا ایک محل تیار ہو جاتا ہے جس کے ساٹھ ہزار دروازے ہوتے ہیں اور ہر دروازے میں سونے کا ایک محل ہوتا ہے جس پر سرخ یاقوت کا کام کیا ہوتا ہے پہلے روزے میں اس کے پچھلے گزشتہ رمضان تک کے سب گناہ مٹ جاتے ہیں اور ہر روز اس کے لئے ستر ہزار فرشتے صبح سے شام تک طلب مغفرت کرتے ہیں اور رات دن میں ہر سجدے کے بدلے ایک درخت پیدا ہو جاتا ہے جس کے سایہ میں سوار پانچ سو سال سفر کرتا رہے گا۔

اصل میں فضائل اعمال اس قدر زیادہ ہیں کہ ایمان کی وسعتیں قبول کرسکتی ہیں۔ اپنے مشاہدے سے کوئی تشبیہ ان کے لئے ملنا محال ہے اور مومن عقل کو اعمال کے کرنے میں استعمال کرتا ہے، عمل کی جزا کی حقیقت دیکھنے میں عقل اور علوم ظاہر اندھے ہیں، اس واسطے لاریب فیہ کی روحانی مشقیں ازبس ضروری ہیں، یہ عقدہ کثرت ذکر اور صحبت صالح سے خود بخود حل ہو جاتا ہے۔

بَلَغَ الْعُلٰے بِکَمَالِہٖ

کَشَفَ الدُّجٰے بِجَمَالِہٖ

حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِہٖ

صَلُّوْا عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ

Marfat.com

درس قرآن: 5 (الف)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ O

روزے تم پر فرض کئے گئے ہیں جیسا کہ پہلی امتوں پر فرض کئے گئے

تا کہ تم متقی بن جاؤ۔ (پارہ 2-سورۃ البقرہ- آیت 183)

دنیا میں بے شمار مذاہب ہیں کہیں بت پرستی ہے کہیں آتش پرستی ہے کہیں ستارہ پرستی کہیں خواہش پرستی بت صرف خود پرستی کرتی ہے اور یہی سکھلاتی ہے اور ان بے جا پرستشوں کی بھی کئی کئی قسمیں ہیں۔

صرف ایک مذہب اسلام ہے جو اللہ واحد کی پرستش کا حکم دیتا ہے اور حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام انبیاء علیہم السلام اسی توحید پر قائم رہے اور اسی کی تبلیغ میں زندگی گزار دی یہی ان کا مقصود رہا۔

اللہ جل جلالہ کی ذات ایک ایسی حقیقت ہے جس میں ظاہر و باطن کی سب صفات موجود ہیں اور اپنے ماننے والوں کا ہر قسم کا مددگار اور مربی ہے ان کے ظاہر و باطن کے لئے ہر طرح کے احکام نازل فرماتا ہے۔

بھوک پیاس دنیا میں تکلیف دہ ہے لیکن آخرت کی راحت اور کامیابی اس سے وابستہ ہے۔ یہ دنیا والوں کی خوراک ہے وہ اپنے ماننے والوں کے مستقبل کے پیش نظر ہر قسم کے فرائض مقرر کرتا ہے۔

روزہ کے ظاہر بھی فوائد ہیں لیکن غیر مسلم بھی وقت پڑنے پر وہ فوائد یعنی صبر و

Marfat.com

برداشت حاصل کر لیتے ہیں۔اصل میں روزے کے فوائد باطن کے فوائد ہیں روزہ دار قرب الٰہی حاصل کر کے متقی بن جاتا ہے اس کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں جنت کا خاص دروازہ ریحان روزہ دار کے لئے ہے۔روزے کا بدلہ اللہ تعالیٰ اپنے ہاتھ سے روزہ دار کو عنایت فرمائے گا جبکہ باقی اعمال کے بدلے فرشتوں کے ذریعے عنایت فرمائے گا۔

روزے کا عین فائدہ تقویٰ کا حصول ہے۔کیونکہ یہ ایک بڑا مجاہدہ ہے اور ہر مجاہدہ مجاہد کو اللہ کی طرف لے جاتا ہے۔اَلَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا۔(جو لوگ ہم میں مجاہدہ کرتے ہیں ہم ان کو اپنے راستے دکھا دیتے ہیں) جب راستہ نظر آ گیا اور پھر وہ اللہ تعالیٰ کا راستہ ہے تو اس پر یقیناً عمر بھر چلتا رہے گا اور منزل مقصود یعنی رضائے الٰہی پالے گا۔

روزے کے فضائل سے متعلق بعض احادیث نبوی ﷺ کا ترجمہ:

۱۔ ایک شخص نے نفلی روزہ رکھا پھر اس کے بدلے اسے ساری زمین کے برابر سونا دیا گیا اس کا یہ بدلہ ناکافی ہے قیامت کے دن صحیح بدلہ ملے گا (یہ نفلی روزے کا حال ہے فرضی روزہ تو پھر فرض ہے)

۲۔ جس نے اللہ کی رضا کے لئے روزہ رکھا اسے جہنم سے اتنی دوری ہو گی جتنا ایک کوا بچپن میں اڑا اور عمر بھر اڑتا رہا اور پھر بوڑھا ہو کر مر گیا (یہ دوری جہنم سے روزہ دار کو حاصل ہو گی)

۳۔ ہر چیز کی ایک زکوٰۃ ہے جسم کی زکوٰۃ روزہ ہے۔

Marfat.com

۴۔ روزہ دار کی کوئی دعا جو افطار کے وقت ہو رد نہیں جاتی۔

۵۔ جس نے لیلتہ القدر میں قیام کیا اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے گئے

۶۔ نبی اکرمؐ منبر مبارک کی پہلی سیڑھی پر چڑھے تو فرمایا' آمین۔ دوسری پر چڑھے تو فرمایا' آمین۔ اور تیسری سیڑھی پر بھی آمین فرمائی۔ صحابہؓ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ خلاف عادت حضورؐ نے تین مرتبہ آمین فرمائی ہے۔

حضورؐ نے فرمایا' جبریل علیہ السلام آئے اور فرمایا

☆ کہ جس نے اپنی زندگی میں رمضان پایا اور اس نے اللہ تعالیٰ سے بخشش نہ لی وہ رحمت الٰہی سے دور ہوا حضورؐ نے فرمایا ہم نے کہا آمین۔

☆ دوسری مرتبہ جبریل علیہ السلام نے فرمایا کہ جس کے سامنے میرا نام لیا جائے اور وہ درود و سلام نہ پڑھے وہ بھی رحمت سے دور ہوا' ہم نے کہا آمین۔

☆ تیسری مرتبہ فرمایا' جس کے والدین بوڑھے ہوں یا ان میں سے ایک بوڑھا ہو اور (ان کی خدمت سے) وہ جنت میں نہ جائے وہ بھی رحمت الٰہی سے دور ہوا' ہم نے کہا آمین۔

☆......☆......☆

Marfat.com

درسِ قرآن: 5(ب)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ O

"(اے امت حبیبؐ) تم پر روزے فرض کئے گئے جیسا کہ تم سے پہلی امتوں پر فرض کئے گئے یہ اس لئے کہ تم تقویٰ حاصل کرو۔"

(پارہ 2-سورۃ البقرہ-آیت 183)

انسان کی ابتدا اور انتہا قرآن کریم نے کھول کر بیان فرمائی۔ انسان حضرت آدم علیہ السلام کا وارث ہے بیٹا باپ کا وارث ہوتا ہے اللہ تعالیٰ سے ٹوٹا ہوا تعلق پیدا کرنا اس کی ڈیوٹی ہے بلکہ اسی تعلق کے پیدا کرنے کی جدوجہد کے لئے اس کی پیدائش ہوئی ہے۔ پیدائش کی غرض و غائت عبادت کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے محسوس تعلق پیدا کرنا ہے۔ عبادت کے بہت سے اقسام ہیں اور سب قسموں کی جان اللہ کی یادداشت ہے وہ جو غائب الغائب ہے لیکن ہر قسم کے لطائف اور شعور کی جان ہے اسے انسان سے محبت ہے اور یہ اس کی بہترین مخلوق ہے بھلا جس صورت، سیرت میں انبیاء علیہم السلام کو پیدا کیا وہ صورت ہی کتنی محبوب ہے سیدنا محمد رسول اللہ کو حبیبؐ کا خطاب دیا اب وہ آزماتا ہے کہ مجھے تو انسان سے محبت ہے آیا انسان کو بھی مجھ سے محبت ہے؟ میں تو اس کے قریب ہوں اور اپنی بے انتہا لطافتوں کی وجہ سے اسے محسوس نہیں رہا کیا وہ اپنی کوششوں اور مجاہدات سے مجھے قریب محسوس کرنے کا خواہشمند بھی ہے کہ نہیں؟ بس اسی ایک نکتہ کے سمجھ جانے سے تمام

Marfat.com

لطائف سمجھ میں آجاتے ہیں۔

یادداشت کے لئے بار بار یاد کرنا پڑتا ہے قرآن کریم کا حافظ بننے والا یاد کرنے والے کے لئے ایک نمونہ ہے ذکر کثیر سے دل کے عقدے کھل جاتے ہیں اور روزے میں یادداشت کے سارے وظائف موجود ہیں اور روزہ ایک بہت بڑا مجاہدہ ہے اور اس میں بہت بڑی چیز یہ ہے کہ اپنے جسم کی طرح ہر وقت محبوب کا خیال سامنے رہتا ہے لکَ صُمْتُ میں تیرے لئے روزہ رکھتا ہوں زبان سے روزہ دار کہتا ہے اور عمل سے اس کی تصدیق ہوتی ہے بھوک ہے پیاس ہے سب نعمتیں موجود ہیں لیکن حرام کہ یہ ادھر آنکھ اٹھا کر بھی دیکھے پیاس کی شدت ہے اور ہر قسم کے مشروبات موجود ہیں مگر روزہ ہے یہ ادھر خیال بھی نہیں کرتا اور غروب آفتاب اس کی منزل ہے یہ اپنی منزل پر پہنچ کر دم لیتا ہے اور اسے جتنی بھوک پیاس شدید ہو گی اتنا ہی اللہ کا خیال پختہ ہوگا اور وہ علیم وبصیر وخبیر جو ہر پوشیدگی سے واقف ہے اس کی عیاں حالت شدت پیاس وغیرہ کو دیکھ کر فرماتا ہے۔

الصوم لی وانا اجزی بہ

"تو نے یہ سب شدتیں میرے لئے برداشت کیں اور

میں ہی اس کی جزا دوں گا"

حضور نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ روزہ دار کو دو خوشیاں ہوتی ہیں ایک تو افطار کے وقت اس مجاہدہ کے اختتام پر اور دوسری خوشی اس وقت ہوگی جب اللہ تعالیٰ سے اپنے اس مجاہدہ (روزہ) کا اجر لے گا وہ اتنا بھاری بدلہ ہے کہ اس کا

Marfat.com

کروڑواں حصہ بھی نظر آ جائے تو دنیا سے اس عبادت کو اپنی خوراک بنا لے۔ خوراک نہیں اپنی جان بنا لے اور جان سے بھی عزیز رکھے۔

"لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ" ہر وقت خوف خدا کی کیفیت سے سرشار رہنا اور کسی بھی ناجائز عمل سے اس خوف کی وجہ سے رکنا تقویٰ کہلاتا ہے۔ اور اس عبادت سے کھانے پینے اور جائز خواہش نفس کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھنے سے اور جائز اور حلال چیزوں سے بھی پرہیز کرنے سے ایسی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے کہ ناجائز کے ارتکاب کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

اَللّٰھُم احفظنا من شرور انفسنا ۔ یہ ایک مسلسل مشق ہو گی تقویٰ کی۔ جب اس کیفیت کو عملی مشق حاصل ہو تو تقویٰ کی پختگی اور پائیداری حاصل ہو گی اور یہی پرہیز اور رکنے کی پائیداری ہے جس سے متقی لوگ قرب کے مدارج طے کرتے ہیں جب جائز اور حلال امور کی طرف بھی نہ جائے گا تو ناجائز کے ارتکاب کا سوال ہی پیدا نہیں ہو گا۔

☆......☆......☆

Marfat.com

درس قرآن 5 (ج)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ

مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ○

''تم پر روزے فرض کئے گئے جیسے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے

(اور یہ اس لئے کہ) تم متقی بن جاؤ''

(پارہ 2- سورۃ البقرہ- آیت 183)

مذہب کی بنیاد ہمیشہ وحی والہام پر رہی ہے اور مذہب کی اشاعت ایسے لوگوں سے کرائی گئی جن کی ہر خوبی کا اعتراف دشمنوں تک کو رہا۔ کچھ وقت پہلے دنیا کی موجودہ حالت ہی صرف نہ تھی بلکہ خود دنیا بھی نہ تھی۔ حضرت آدمؑ سے ہمارا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ دنیا میں حضرت آدمؑ پہلے انسان ہیں اور انسانیت کے مورث اعلیٰ ہیں اور نبی اور رسول بھی ہیں۔ اور باقی انبیاء علیہم السلام پر ایک بڑی فضیلت حضرت آدمؑ کو یہ حاصل ہے کہ آں جناب زمین پر تشریف لانے سے پہلے بہشت کی زندگی گزار چکے تھے۔ دنیا کی زندگی بہشت کے مقابلے میں دوزخ کی زندگی ہے اور انسان بے خبری اور لاعلمی میں مارا جاتا ہے اگر اس کا علم کسی درجے میں علم الیقین کا درجہ پالے تو پھر اس کی بربادی اور نقصان عظیم کا سوال اٹھ جاتا ہے۔ انبیاء علیہم السلام کا اپنا یقین حق الیقین کے درجے سے بھی بلند ہوتا ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی ذات یقین ہی یقین ہوتی ہے۔ اور انبیاء علیہم السلام کے ذاتی یقین کی

Marfat.com

تاثیریں ہی دوسرے لوگوں کے دلوں میں یقین کی کیفیت پیدا کر دیتی ہیں ورنہ بن دیکھے ان چیزوں کا یقین جن کی دنیا میں کوئی مثال مل نہیں سکتی ناممکن ہے۔ کسی بھی یقین سے مختلف قسم کے جذبات کی آبیاری ہوتی ہے۔

ہمارے اندر دو قسم کے جذبات کام کر رہے ہیں۔ درد' رنج اور لذت و راحت' حیوانیت کا مادہ جن طبائع میں زیادہ ہوتا ہے وہ اپنے حواس ظاہرہ کی تسکین کے لئے ہر پرلطف اور لذیذ شے کو پسند کرتی ہیں اور ان کی یہ پسند اپنی حدود سے اتنی بڑھ جاتی ہے کہ لذات کے حصول کیلئے وہ لوگ دکھ' درد اور رنج و غم میں مبتلا ہونے سے بھی نہیں ہچکچاتے۔ اس سے بلند مسند پر اہل عقل اور اہل شرافت لوگوں کا مقام ہے۔ بے شک یہ لوگ اپنے حواس ظاہرہ کے لئے جائز لذات کے حصول کی تمنا رکھتے ہیں اور اس کے لئے وہ محنت بھی کرتے ہیں۔ لیکن ان لذات کے لئے اگر انہیں آلام و مصائب کا خوف ہو تو لذات کو ترک کرنا اور درد و رنج سے بچنا انہیں ہر قیمت پر پسند ہے۔ یہ شریف اور معقول قسم کے لوگ ہر ملک اور ہر قوم میں بڑی کثرت سے پائے جاتے ہیں اور دنیا کا امن و امان اور دنیا کی رونق ہمیشہ انہی لوگوں سے قائم رہی ہے۔ اور مذہب کے مخاطب بھی زیادہ تر یہی مستعد نفوس رہے ہیں ورنہ نری حیوانیت نے تو مذہب کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔

جہاں تک دنیا کی زندگی کا تعلق ہے یہ شرافت اور یہ معقولیت' یہ امن پسندی اور یہ صبر و ضبط کافی ہے لیکن حقیقت اس سے بہت بلند ہے اور اتنی بلند ہے جتنا آسمان زمین سے بلند ہے۔ وحی اور الہام کا درجہ دنیا کے بلند ترین معقولات میں

Marfat.com

سے ہے۔ ایسے معقولات جن کو ''دنیا پسند عقل'' سمجھ ہی نہیں سکتی لیکن صحیح اور بلند وجدان کی ابتدا یہیں سے ہوتی ہے اور اس وجدان کی بلندیوں پر وہ لوگ رونق افروز ہیں جنہوں نے انسانیت کی بھلائی' اس کی خیرخواہی اور ذاتی جرات و ہمت کے بے حد بلند نمونے قائم کئے۔ اور جن کے نام ان کے کارنامے اور ان کے بہترین نمونے دنیا بھر کے لئے ابدالآباد تک بہترین رہنما کا کام دیتے رہیں گے۔ ان کی دریافتیں انسانیت کی دائمی فلاح اور اس کی ہمیشہ کی نجات اور خوشحالی کی ضمانت ہیں۔

مرنے کے بعد زندگی ہے۔ سائنس والے شاید صدیوں بعد بھی اس تحقیق کو مکمل نہ کر پائیں لیکن الہام والوں نے ابتدائے آدمؑ سے انسانیت کو اس کی دائمی بہتری کا یہ گُر سکھا دیا اور ایسی حقیقت کے منہ سے پردہ ہٹایا جس کے کھولنے کا سوائے وحی والہام کے کوئی دوسرا ذریعہ اور امکان موجود نہ تھا۔

وحی والہام کی تسلیم میں ایمان ہے اور اگرچہ ایمان خود ایک بہت ہی عظیم ذہنی عمل ہے تاہم اس مادی دنیا میں جس کا خاصہ ہی جسمانی عمل اور اسکے نتائج کو دیکھنا ہے عمل بیحد ضروری ہے ایمان کے بعد قرآن کریم نے عمل صالح کو لازم وملزوم کی صورت میں بیان فرمایا ہے۔

اعمال صالحہ میں روزہ کو فرضیت کا درجہ حاصل ہے اس لئے کہ عمل صالح کی روح تقویٰ ہے اور روزہ تقویٰ پیدا کرنے کا بہترین عمل ہے جس کی نشاندہی ''لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْن'' کے الفاظ سے ہو رہی ہے۔

Marfat.com

بھوک‘ پیاس اور شہوات انسانی زندگی کی اولین ضروریات بھی ہیں اور انسانی وجود کی بیشتر لذات بھی انہی سے وابستہ ہیں۔ اور ایک خاص وقت تک ان سب لذات اور خواہشات سے دست کش ہو جانا اپنے اس یقین کی سیرابی کرنا ہے کہ ناجائز اور ممنوع اعمال تو رہے ممنوع اور ناجائز‘ اگر وحی والہام کا فرمان جائز اور مباح اعمال کے ترک کے بارے بھی ہو گا تو ہم دل و جان سے اطاعت کریں گے۔

☆......☆......☆

Marfat.com

درس قرآن: 5(د)

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ O

''ترجمہ (روزے تم پر بھی اسی طرح فرض کیے گئے جس طرح ان لوگوں پر فرض کیے گئے جو تم سے پہلے تھے تا کہ تم متقی بن جاؤ''

(پارہ 2-سورۃ البقرہ-آیت 183)

انسان دنیا میں آیا اس کے ظاہری حواس سارے کھول دیئے گئے آنکھیں دیکھتی ہیں' کان سنتے ہیں زبان ذائقے لیتی ہے' ناک خوشبوئیں لیتی ہے اور سارا بدن گرمی' سردی اور نرمی ورشتی کو محسوس کرتا ہے لیکن ہمارے باطن کے حواس صرف اعتماد کی دولت سے سرفراز ہوئے ہیں۔ یعنی ایمان بالغیب ہی ہمارے پاس ایک ایسا سرمایہ ہے جس سے باطن کا عالم اور اس عالم کا احساس رکھنے والے حواس بیدار ہو سکتے ہیں۔ اور اعتماد اگر چہ خود ایک طرح کی بیداری ہے لیکن جب اعتماد کی بدولت ہمارے باطن کے حواس ذرہ بھر بھی بیدار ہوتے ہیں تو ہماری عمل کی دنیا میں ایک انقلاب آ جاتا ہے۔ اور تمام انبیاء علیہم السلام نے اپنے ماننے والوں میں عملی انقلاب اسی طرح پیدا فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے کمزور بندوں پر بڑا رحم فرمایا کہ ان کی روحانی دوا اور خوراک کا انتظام اپنے سپرد فرما لیا۔ اور بعض امور اسی غرض سے فرض کر دیئے گئے کہ انسان ان کے کرنے پر مجبور ہو جائے اور یہ اس طرح ہے جیسے نادان بچوں کو

Marfat.com

مائیں، دوائیں اور بعض مفید غذائیں ان کو مجبور کر کے کھلاتی ہیں۔

کھانا پینا اور بشریت کے خاص خاص تقاضے انسانی زندگی کے لئے اور اس کی بقا کے لئے ہیں۔ یہ اس لئے نہیں کہ انسان اپنی زندگی ہی کو کھانے پینے وغیرہ کے لئے وقف کر دے جو لوگ اپنی زندگی کو کھانے پینے اور آرام ولذت کے حصول کیلئے وقف کر دیتے ہیں وہ اپنی حیوانیت کی تربیت تو کر لیتے ہیں لیکن انسانیت کی تربیت نہیں کرتے۔ انسانیت تو حیوانیت سے نفرت کرتی ہے کسی ایسے انسان کو بھی آپ حیوان کہہ دیں جو صرف شکل وصورت میں انسان ہے۔ باقی نفس کے تمام تقاضے حیوانوں سے بڑھ کر پورے کرتا ہے تو وہ اپنے متعلق حیوان کا لفظ سن کر بھڑک جائے گا۔ اس لئے یہ مسلّم بات ہے کہ انسانیت بہت بلند مرتبے کی جنس ہے۔ انسان کھانے پینے اور لذات کے حصول کیلئے بنایا ہی نہیں گیا۔ یہ چیزیں تو محض اسکی جسمانی زندگی کے حصول اور قیام کا سبب ہیں۔ اس کی پیدائش اور دنیا کی چندروزہ زندگی کا مقصد اور اس کی غرض وغایت حاشا وکلا یہ نہیں ہے اور نہ ہی اس کی زندگی کا مقصد موجودہ دور کی ترقیات ہیں کیونکہ ان ترقیات کا مقصد بھی کسی نہ کسی پہلو سے آرام وراحت یا حصول لذت یا فخر ومباہات ہے اس لئے بستیاں بسانا اور نظم ونسق قائم کرنا اور زندگی کی سہولتیں مہیا کرنا اور زندگی کو مشکلات سے بچانا انسانی زندگی کا مقصد نہیں۔

انسانی زندگی کا مقصد یہاں رہ کر اپنے انسان ہونے کا امتحان دینا ہے اور انسان بننے کی آزمائش میں اترنا ہے اور بعد موت کے جہان کیلئے تیاری کرنا ہے۔

Marfat.com

اس لئے قرآن کریم میں انسانی زندگی کا یہی مقصد کھلے الفاظ میں جگہ جگہ بیان ہوتا چلا گیا ہے اور آخرت کے جہان کے لئے تیاری معرفت الٰہی کے بغیر ہو نہیں سکتی۔ اور ایمان بھی ایک قسم کا انکشاف ہے جو تھوڑے خوش نصیب لوگوں کو حاصل ہوتا ہے اور جب ایمان کا انکشاف حاصل ہوتا ہے تو ضرورت اس امر کی ہوتی ہے کہ یہ جھلک کہیں گم نہ ہو جائے اور رسم بن کے نہ رہ جائے۔ اسلئے ایمان کے نور کو بڑھانے کے لئے اور یقین کو پختہ تر کرنے کے لئے مجاہدے کی بڑی ضرورت ہے اور مجاہدہ مقصدیت کا صرف نشان ہی نہیں بلکہ مقصد کی لگن اور حصول مقصد کے لئے انسانی کوشش کا ثبوت بھی ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں سلوک الی اللہ کے لئے مجاہدہ کو شرط کے طور پر بیان فرمایا ہے۔ اَلَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا (جن لوگوں نے ہمارے اندر مجاہدے کئے ہم خود ان کو اپنی راہ پر چلائیں گے)

مجاہدہ ہر اس عمل کو کہتے ہیں کہ وہ عمل اللہ تعالیٰ کے لئے ہو اور اس میں خالص اخلاص ہو دنیا کے نام، نمود اور نفع نقصان کا کوئی سوال نہ ہو اور وہ نفس پر شاق ہو یعنی نفس خوشی سے اسے کرنا نہ چاہے۔

ادھر بھوک پیاس اور شہوات انسان کی مرغوبات ہیں ان سے دستکش ہونا اس کے لئے بہت مشکل ہے۔

چونکہ بھوک پیاس اور لذات کا چھوڑنا نفس پر گراں ہے ادھر یہ ایمان کی روشنی اور ایمان کے مکاشفے سے سرفراز ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے عنایت فرمائی اور اس

Marfat.com

کے نور ایمان کو یوں استعمال فرمایا کہ اس عظیم مجاہدہ یعنی روزہ کو فرض قرار دے دیا جو ہر بالغ، تندرست، مقیم مرد عورت بوڑھے جوان پر فرض ہے اور دنیا جانتی ہے کہ فرض سے زیادہ تاکید والا لفظ لغت میں نہیں ہے اور اسلام چونکہ مذہب حق ہے اس لئے اس کی تائید میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ یہ مجاہدہ یعنی روزے رکھنا صرف تمہارے لئے ہی ضروری نہیں بلکہ تمام امتوں کے لئے روزے فرض کئے گئے ''کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُم'' اور اس عمل سے تقویٰ پیدا ہوتا ہے '' لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ'' یہ ایک ظاہر حکمت اور کھلا فائدہ بیان فرمادیا کہ روزے سے تقویٰ پیدا ہوتا ہے۔ دراصل تقویٰ کے معنی بعض ذہنوں میں اپنی پوری جامعیت کے ساتھ موجود نہیں ہیں محبوب جب اپنے عاشق کے کام کا مشاہدہ کر رہا ہو اور وہ اس کے عمل سے اس کی قیمت کا اندازہ لگا رہا ہو تو اس وقت کام میں جو احتیاط پیدا ہو جاتی ہے وہ ہے تقویٰ، کہ کوئی ایسی کمی میرے کام میں واقع نہ ہو جائے جس سے محبوب کی پیشانی پر بل آجائے اور میری قیمت گھٹ جائے۔

بس اسی احتیاط اور اسی قرب کی کیفیت سے منفی امور سے اجتناب کرنے کا جو ملکہ پیدا ہو جاتا ہے وہی تقویٰ ہے اور اگرچہ تمام اسلامی امور تقویٰ چاہتے ہیں کیونکہ ہر مخلص کے ہر کام میں اللہ تعالیٰ کے قرب کا تصور بنیاد کی اینٹ ہے اور جیسا کہ پہلے ذکر ہوا محبوب دیکھ رہا ہو تو عاشق کے مزاج میں اور اس کی حرکات وسکنات میں جس موزونیت اور جس احتیاط اور عمل کی خرابی اور یار کی ناراضی سے جو خوف پیدا ہو جاتا ہے وہی تقویٰ ہے اور بھوک پیاس اور ترک لذات سے ہر وقت یہ خیال

Marfat.com

پیدا ہونا کتنا آسان ہے

کہ اے محبوب یہ سب تیری رضا کے لئے ہے

بس تقویٰ پیدا ہو گیا اب اس کا بڑھاؤ اور اس کا قیام ضروری تھا اس لئے انسان کی مختلف قسم کی کمزوریوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے مہینہ بھر یہی تقویٰ کی مشق ہوتی رہی۔ اور جس کے اندر تقویٰ پیدا ہو گیا قرآن کی ہدایت کا نور اس کے اندر آ گیا اب وہ صرف علم سے قرآن کو نہیں سمجھے گا بلکہ قرآنی حقائق اس کے اندر خود بخود داخل ہونا شروع ہو جائیں گے۔ اسی واسطے فرمایا ہے کہ ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ۔ ہدایت یعنی نور باطن، شرح صدر اور نزولِ انوار متقی لوگوں پر ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمارے روزوں کو ہمارے لئے تقویٰ کا ایک ذخیرہ بنا دے اور ہمارے روزوں سے تقویٰ اس طرح پیدا ہو جس طرح سالم، خالص اور قابل بیج سے کھیت اور باغ پیدا ہوتے اور پھلتے پھولتے ہیں۔

☆......☆......☆

Marfat.com

درس قرآن: 6

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شَھۡرُ رَمَضَانَ الَّذِیۡۤ اُنۡزِلَ فِیۡہِ الۡقُرۡاٰنُ ھُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الۡھُدٰی وَالۡفُرۡقَانِ فَمَنۡ شَھِدَ مِنۡکُمُ الشَّھۡرَ فَلۡیَصُمۡہُ وَمَنۡ کَانَ مَرِیۡضًا اَوۡ عَلٰی سَفَرٍ فَعِدَّۃٌ مِّنۡ اَیَّامٍ اُخَرَ یُرِیۡدُ اللّٰہُ بِکُمُ الۡیُسۡرَ وَلَا یُرِیۡدُ بِکُمُ الۡعُسۡرَ وَلِتُکۡمِلُوا الۡعِدَّۃَ وَلِتُکَبِّرُوا اللّٰہَ عَلٰی مَا ھَدٰىکُمۡ وَلَعَلَّکُمۡ تَشۡکُرُوۡنَ ○ وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیۡ عَنِّیۡ فَاِنِّیۡ قَرِیۡبٌ اُجِیۡبُ دَعۡوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلۡیَسۡتَجِیۡبُوۡا لِیۡ وَلۡیُؤۡمِنُوۡا بِیۡ لَعَلَّھُمۡ یَرۡشُدُوۡنَ ○

(پارہ ۲—سورۃ البقرہ—رکوع ۲)

ترجمہ: رمضان کا مہینہ وہ مہینہ ہے جس میں قرآن کریم نازل ہوا۔ یہ قرآن کریم، لوگوں کے لئے نور باطن ہے (جس سے اسلام کی طرف رہنمائی ملتی ہے) اور اس میں ہدایت اور فرقان (حق و باطل میں تمیز) کی کھلی نشانیاں موجود ہیں تم میں سے جو رمضان مبارک کو پالے وہ ضرور روزے رکھے اور جو مریض ہو یا مسافر ہو، وہ سفر اور مرض کے بعد یہ روزے پورے کرے (اور یہ سہولتیں اس لئے ہیں کہ) اللہ تعالیٰ تمہارے لئے آسانیاں چاہتا ہے اور تمہارے لئے تکلیفیں پسند نہیں کرتا اور یہ اس لئے کہ تم مدت معینہ پوری کرو (یعنی چھوڑے ہوئے روزے رکھ لو) اور اللہ کی عنایت فرمائی ہوئی ہدایت پر اس کی بڑائی بیان کرو اور (اس مجاہدے کو آسان بنانے سے) ہوسکتا ہے کہ تم اللہ کی شکر گزاری کی توفیق حاصل کرلو۔

Marfat.com

اور اے حبیب ﷺ! جب آپ سے میرے بندے میرے متعلق سوال کریں تو آپ کہہ دیں کہ (اے مجھے تلاش کرنے والو) میں قریب ہوں اور جب کوئی دعا کرنے والا مجھ سے مانگتا ہے تو میں اس کی دعا قبول کرتا ہوں، اب ان کا اپنا کام ہے کہ وہ مجھ سے قبولیت کی امید رکھیں اور یہ اس وقت ممکن ہے) کہ وہ مجھ پر ایمان لائیں (یعنی ایمان کو پختہ کرنے کی ہر تدبیر پر عمل کریں اور ان باتوں سے یہ امید وابستہ کی جاسکتی ہے کہ ممکن ہے کہ وہ رشد و ہدایت حاصل کرلیں (یعنی اسرار باطن ان پر کھل جائیں) اور احسان کا مرتبہ حاصل ہو۔

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ

مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ O (سورة بقره ۲۴)

''اے ایمان والو! تم پر رمضان کے روزے فرض ہوئے (یہ مجاہدہ صرف

تمہارے لئے ہی نہیں) بلکہ روزے پہلے لوگوں پر اسی طرح فرض

ہوئے تاکہ تم خوف خدا حاصل کرسکو۔''

قرآن کریم رموز و اسرار کا ایک کھلا صحیفہ ہے، ایک ایک آیت میں جہان بھر کے اسرار بیان ہو جاتے ہیں، فطرت انسان کی کمزوریوں کے پیش نظر ایسے الفاظ بھی استعمال ہوتے ہیں جو ہر قسم کی قربانی اور کوشش کے پیش نظر خطرات کی نشاندہی کرتے ہیں اور وہ الفاظ یہ ہیں۔

لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَO

یہ ظاہر ہے کہ فعل حروف شک میں ہے اور محنت کے بعد شک کے کیا معنی؟

Marfat.com

لیکن فطرت انسان کمزور ہے راستے چلتے چلتے رک جائے اور وسوسے ڈالنے والا تو ہر راستے پر موجود ہے اور ہوسکتا ہے کہ راستہ چلتا رہے، مجاہدہ کرتا رہے اور اپنی بعض کمزوریوں کو فراموش کردے اور اپنی محنت کو اپنی کارکردگی سمجھ بیٹھے اور شکر خداوندی سے دستکش ہو جائے اور تکبر وغرور میں آجائے اور ہوسکتا ہے کہ محنت ہی کو آخری نتیجہ سمجھ لے اور الرشد اور الھدیٰ جو راہ باطن کے اجالے ہیں ان کی طلب کو طلب حقیر سمجھے اور ہوسکتا ہے کہ رشد و ہدایت پانے کے بعد اور اپنی مقبولیت کی منزلیں طے کرنے کے بعد اپنی پہلی حالتیں بھول جائے اور ان کمزوریوں کو ان طاقتوں سے بدلنے والے کا کما حقہ شکر ادا نہ کرے اور تکبر کی کوئی لہر کسی وقت اس کے سینے میں آموجود ہو، ایسی صورت میں بنا بنایا کھیل بگڑنے کا اندیشہ ہے:

پانی بھرن پنھاریاں رنگا رنگ گھڑے

بھریا اس کا جانیے جس کا توڑ چڑے

روزہ ایک مجاہدہ ہے اور ہر وہ مجاہدہ جو نفس انسانی کی اصلاح کرسکتا ہے وہ انسان کے لئے ضروری قرار دے دیا گیا اور اس فرض کو وحی کی زبان سے اور حامل وحیؐ کے عمل سے نہایت پختہ طریقوں سے ثابت کیا گیا ہے تاکہ کل قیامت کو کوئی بھولنے بسرنے کا عادی یہ کہہ نہ سکے کہ الٰہی! مجھے تو معلوم نہ تھا میں تو نسیان اور غفلت سے بھرا ہوا ایک کمزور انسان تھا، مجھے آپ کسی معتبر ذریعے سے آگاہی فرما دیتے۔

دراصل مادی دنیا میں رہ کر اور مادے کے عجائبات دیکھ کر روح کے عالم کا

Marfat.com

تصور کرنا بڑا مشکل ہے۔ جب کہ خود اپنے مادی جسم میں اپنی فعال روح کا احساس بھی نہ ہو۔ یہ تصور پختہ کرنا اور یہ احساس پیدا کرنا ہی تمام مجاہدات اور تمام ریاضات کا مقصود ہے، یہ تقویٰ یعنی خوف خدا کا ایسا غلبہ کہ خواہشات کی طوفانی لہریں اس کے مقابلے میں آ کر پیچھے ہٹ جائیں اور یہ رشد یعنی نتائج اعمال کے اسرار سے آگاہ کرنے والی عظیم قوت، یہ دونوں روح کے خفتہ احساسات کی بیداری ہی سے پیدا ہوتے ہیں اور جب یہ احساس بیدار ہو جاتا ہے تو مادی دنیا میں اپنے مقصد اور فائدے کے لئے ابھارنے والے احساس سے کہیں زیادہ فکر اور احساس اس روحان عالم کی زندگی کے لئے پیدا ہو جاتا ہے کہ مجھے ایک ایک ذرہ کے برابر کئے جانے والے اعمال کا بدلہ ملنے والا ہے اور اسی بدلے کا خیال ہی ہماری بشریت کو ایسے اعمال پر ابھار سکتا ہے جو اعمال بظاہر بے نتیجہ نظر آتے ہیں، بعض لوگ اپنے کمزور ایمان کی وجہ سے شیطان کا یہ وسوسہ آسانی سے قبول کر لیتے ہیں، کہ ''نماز، روزے کا کیا فائدہ، تہجد اور اشراق سے کیا ملتا ہے؟'' لیکن جب یہ احساس بیدار ہو جاتا ہے تو مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ (وہ اللہ جو بدلے کے دن کا مالک ہے) کا تصور سامنے آ جاتا ہے اور پھر ایسی حالت میں ہر قسم کی محنت معاوضہ لینے کے لئے خیال سے دشوار نظر نہیں آتی اور اسی مقام کے لئے ہے اقبال مرحوم کا یہ شعر:

اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغ زندگی
تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن اپنا تو بن

مَنْ عَمِلَ صَالِحاً فَلِنَفْسِہٖ وَمَنْ اَسْلَمَ فَعَلَیْھَا

Marfat.com

”جس نے کوئی نیک عمل کیا، اس نے اپنے فائدے کے لئے کیا اور جس نے کوئی برا عمل کیا اس نے اپنے نقصان کے لئے کیا۔“

ایک فائدہ آج کا فائدہ ہے، یہ مسلم، کافرسب کا فائدہ ہے اور اس کو کون نہیں چاہتا، ایک فائدہ کل کا فائدہ ہے، اور کل کو آپ کو جتنا لمبا کریں گے، اتنا آپ عاقبت اندیش اور مستقبل کے بنانے والے ہوں گے اور آخرت سے بڑا مستقبل کیا ہے، اسی لئے انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات کا مقصد ومحور آخرت ہی آخرت ہے اور اجر آخرت ہماری آرزو کا منتہا ہے۔

اور روزے کی نسبت اللہ تعالیٰ اپنی ذات سے دیتے ہیں اور اس کا اجر بھی بلا واسطہ خود عنایت فرمانے کا وعدہ فرماتے ہیں:

كُلُّ عَمَلِ ابْنِ ادَمَ لَهٗ اِلَّا الصَّوْمَ فَاِنَّهٗ لِيْ وَ اَنَا اَجزِيْ بِهٖ

(حدیث بخاری)

ترجمہ: ابن آدم کا ہر عمل اس کے لئے ہے مگر روزہ میرے لئے ہے اور میں خود اس کا اجر عطا کروں گا، آخرت کے بارے میں سب سے بڑا فکر گناہ اور اس کی پاداش کا فکر ہے لیکن رمضان المبارک کی برکت سے گزشتہ گناہوں کی معافی کی بشارت موجود ہے۔

مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَّ اِحْتِسَاباً غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ

(حدیث بخاری)

”جس شخص نے رمضان کے روزے ایمان کی حالت میں اور حصول

Marfat.com

ثواب کے لئے رکھے اس کے پچھلے گناہ معاف ہوئے۔''

رمضان کے فضائل اور روزے کے فضائل، رمضان کی ایک ایک گھڑی اور ایک ایک رات کی برکت کوئی عقل دریافت نہیں کرسکتی اور کوئی شمار کنندہ گن نہیں سکتا، اپنا مشاہدہ ہی ترغیب وتحریص کا بہت بڑا موجب ہوتا ہے اور مشاہدہ کے لئے ابتدائی قسم کے تمام مراحل مجاہدہ ہیں اور مجاہدہ جس قسم کا بھی ہو ہمارے نفس پر شاق ہے اس کے لئے تقلید اور اتباع ہی ایسے ذرائع ہیں جو کامیابی کی ضمانت ہوسکتے ہیں۔

جب ہم دنیا میں دنیا کی ہر بھلائی کے لئے اتباع اور تقلید کے عادی ہیں تو بس اس عادت کو ذرا لمبا کرنا ہے اور اس کا سرا آخرت سے ملا دینا ہے تاکہ دنیا میں بھی سرخروئی ہو اور آخرت میں بھی سرخروئی۔

☆.....☆.....☆

Marfat.com

درسِ قرآن: 7

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ کَمَثَلِ حَبَّۃٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِیْ کُلِّ سُنْۢبُلَۃٍ مِّائَۃُ حَبَّۃٍ ؕ وَاللّٰہُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ O (پارہ 3-سورۃ البقرہ-آیت 261)

ترجمہ:۔ مثال ان لوگوں کی جو اللہ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں مثال اس دانے کی ہے جس سے سات بالیں پیدا ہوئیں اور ہر ایک بال میں سو دانے ہیں اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اس کے لیے اور بڑھا دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعتوں والا اور بڑے علم والا ہے۔

عبادت کی دو قسمیں ہیں ایک جسم کی عبادت ہے۔ نماز' روزہ' حج اور مختلف قسم کے اذکار اور دوسری مال کی عبادت ہے۔ جس میں زکوٰۃ' صدقات اور انفاق فی سبیل اللہ کی تمام قسمیں شامل ہیں۔

عبادت وہ عمل ہے کہ خاص ذات باری کے لئے کیا جائے اور درمیان میں کوئی واسطہ نہ ہو۔ جسم کی عبادت کا بے انداز اجر ہے اور احادیث میں اور آثار میں عبادت کے اجر اور بدلے کے متعلق بہت کچھ وضاحت موجود ہے۔

قرآن کریم کی اس آیت میں مال کو راہ مولا میں خرچ کرنے کے بارے اس کے اضعاف کو ایک تمثیل کے ذریعے بیان فرمایا ہے کہ مال کی ہر اکائی ایک دانہ کی مانند ہے جس پر سات بالیں آئیں اور ہر بال میں ایک سو دانہ ہے گویا ایک دانے

Marfat.com

کے سات سو دانے پیدا کیے اور وہ پہلی ہی بار ایک دانہ سات سو تخم بن گیا اب اسی نسبت سے یہ تمام دانے بار بار بڑھیں گے۔ مالی عبادت کی مثل جانی عبادت سے زیادہ قریب الفہم ہے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتنے بڑے نفع کی یقین دہانی صاحب ایمان (یقین) کے لئے ایک بہت بڑی سند ہے۔ دنیوی منافع عموماً کسروں میں حاصل ہوتے ہیں یہاں کئی گنا کا سوال ہی بہت کم پیدا ہوتا ہے اور آخرت کے سودے میں اضعاف ہی اضعاف ہیں۔

مال کی قربانی کو اللہ تعالیٰ نے مختلف مقامات پر بیان فرمایا ہے کہ اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے والے مافوق العادت مفاد حاصل کر رہے ہیں اور اللہ کی راہ میں مال خرچ نہ کرنے والے بہت جلد پچھتائیں گے۔

يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ○ (القرآن)

''اے ایمان والو! ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے تم خرچ کرو اس وقت سے پہلے کہ تم میں سے کسی (خرچ نہ کرنے والے) کو موت آ جائے اور وہ کہے کہ الٰہی کچھ تھوڑی سی مہلت مجھے دی جاتی میں مال (تیرے نام پر) خرچ کرتا اور اچھے لوگوں میں ہو جاتا۔''

مال کی فطرت میں ہے کہ انسانی قلب سے یہ ایسا لگاؤ پیدا کر لیتا ہے کہ اس کا

Marfat.com

چھوڑنا سخت مشکل نظر آتا ہے اور جب مال نہیں ہوتا تو راہ مولا میں خرچ کرنے کی امنگیں موجود ہوتی ہیں لیکن جب مال آ جاتا ہے تو اپنی ذاتی ضروریات پر خرچ کرنے کو بھی جی نہیں چاہتا چہ جائیکہ ایسے عالم کے لئے خرچ کرنا جس عالم کا کوئی عکس نظر قبول نہیں کر رہی اس لئے قرآن نے مال کو فتنہ قرار دیا ہے اور یہ مسلم ہے کہ فتنہ کے معنی آزمائش اور امتحان کے ہیں اور مال کا امتحان مشکل ترین امتحان ہے اس امتحان میں کامیابی یہی ہے کہ مال کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا جائے۔ راہ مولا میں خرچ کرنے میں اگر بالفرض نتیجے میں کچھ بھی نہیں ملتا تب بھی اس کی راہ میں خرچ کرنا اس کو خوش کرنا اور امتحان میں کامیاب ہونا کیا کم اجر عظیم تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل وکرم سے مال کی ہر اس اکائی کو جو راہ مولا میں خرچ ہوئی نہ ختم ہونے والا ایک خزانہ قرار دیا کہ ایک کے سات سو پھر سات سو میں سے ہر ایک کے سات سات سو پھر اس عظیم نسبت سے ایک کے بدلے بے شمار گنا حاصل کرتے جاؤ۔ مال جو ایک جامد جنس ہے اللہ تعالیٰ نے اسے نباتات سے تشبیہ دے کر اسے غیر منتہی اور غیر مختتم نعمت فرما دیا۔

☆.....☆.....☆

Marfat.com

درس قرآن: 8

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَ الطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ- قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ○ (پارہ8-سورۃ الاعراف- آیت32)

ترجمہ: کس نے اللہ تعالیٰ کی اس زینت کو حرام کیا ہے جو اس نے اپنے بندوں کے لئے ظاہر فرمائی اور رزق میں سے پاکیزہ اشیاء بھی، آپ (علیہ السلام) کہہ دیں یہ نعمتیں دنیا کی زندگی میں بھی انہی لوگوں کے لئے ہیں جو ایمان والے ہیں اور قیامت کے دن تو خالصتاً انہی لوگوں کے لئے ہیں اس طرح ہم اپنی آیات کو ان لوگوں کے لئے کھول کھول کر بیان کرتے ہیں جو علم رکھتے ہیں۔

قرآن کریم فطرت کی کجیوں ارو کج فہمیوں کو دور کرنے کیلئے دنیا میں آیا، قرآن کی آواز ہماری فطرت بشری اور ہماری لطافت روحی دونوں کے تقاضوں کی ملی جلی آواز ہے۔

عبرت کی وہ وہ داستانیں قرآن بیان فرماتا ہے کہ سن کر شیروں کا پتہ پانی ہو جائے، افراد اور اقوام کی تباہیاں قرآن کریم اس انداز سے بیان فرماتا ہے کہ نقشہ سامنے آجاتا ہے اور ان تباہیوں کا سبب صرف خواہشات اور لذات بشری اور فوائد دنیوی قرار پاتے ہیں، سارا قرآن پڑھ جائیں کوئی فرد یا قوم ایسی تباہ و برباد نہیں ہوئی جس نے دنیا اور اس کی زندگی کو مقصود نہ بنالیا ہو، ایسے لوگ حوادث

Marfat.com

آسمانی کے پروگرام کے تحت دنیا میں برباد نہ ہوئے تو قرآن کی زبان نے آخرت کی دائمی مصیبت، رنج والم اور عذاب وعقاب کی یقینی خبر ان کو سنادی۔

دنیا کی زندگی جب ذہنی کج فہمیوں سے مقصود قرار پاتی ہے تو عزت، زینت، لذت اور راحت مقصود حیات بن جاتی ہیں اور پھرانہی فانی اور ناقص مقاصد کے لئے زندگی استعمال ہوتی ہے، مکان، سامان، غذا، دوااور دیگر لوازمات زندگی اور پھران کی حسب مرتبہ اقسام ہمیشہ سامنے رہتی ہیں اوان کا حصول تمام جدوجہد اور سعی وعمل کا محور بن کے رہ جاتا ہے۔

اگرچہ یہی فطرت بشری ہے لیکن روحانی تقاضے اوران کا حصول بعد موت کی ضروریات اور صالحہ فطرت کیلئے ان کا حصول بھی فطرت انسانی کا اپنا جوہر ہے۔

اسلام وایمان جب فطرت روحی کو بیدار کردیتے ہیں تو انسان کی زندگی ہی بدل جاتی ہے اور مقصود حیات دنیا اوراس کی لذات نہیں رہتا، فانی زندگی اوراس کی عزت وزینت لذت اور آرام سب فنا کے گھاٹ اترتے نظر آتے ہیں اور آخرت کی زندگی کے تقاضے چھوڑ کر دنیوی زندگی کے تقاضے بڑی محنت اور جدوجہد سے پورے کرنے والے سادہ لوح اور بے بصیرت اور ایسے بے وقوف اور برخود غلط نظر آنے لگتے ہیں جو خسارے کے سودے کو نفع کا سودا سمجھ بیٹھے ہوں چونکہ مجاہدہ کے بغیر روحانی راستے کھلتے نہیں اس لئے آخرت کا طالب قرآن سے سبق سیکھ کر حسب استعداد مجاہدے میں لگ جاتا ہے اور جہاد کے لئے اس کی تیاری بھی جلدی حیات آخرت حاصل کرنے کی ایک کوشش ہوتی ہے وہ دنیوی عیش وآرام کے لئے

Marfat.com

میدان جنگ میں نہیں جاتا اور نہ ہی کسی کی عیش و آرام والی زندگی کو بہشت کی زندگی سمجھتا ہے بلکہ اس کی طبع عیش وعشرت اور زینت و آرام کے حصول کے لئے مرنے والوں کو ناپسند کرتی ہے۔

ادھر جوں جوں اس کا اخلاص بڑھتا جاتا ہے اور محبت الٰہی کی وادی میں قدم رکھتا ہے اور ذکر کے نور سے اس کا دل منور ہوتا ہے اور اسی فانی زندگی میں آخروی زندگی کے لئے سعی وعمل کو اپنی زندگی کا مقصود بنا کر مجاہدے کے میدان میں آتا ہے تو خوف وامید کے حقائق اس کے جسم وجان میں پیوست ہوجاتے ہیں اور دنیوی لذات، راحات اور زینتیں جو پہلے مقصود حیات تھیں وہ ناپسندیدہ صورت میں سامنے آتی ہیں اور ان میں الجھ کر دنیا و آخرت تباہ کرنے والوں کا حشر اس کے سامنے ہوتا ہے اس لئے وہ ان سے دست کش ہوجاتا ہے یا کبھی ادھر ہاتھ بڑھاتا ہے تو گھبرایا گھبرایا کہ شاید یہ چیزیں مجھے اپنی جانب نہ الجھالیں، یا میری تباہی کا سبب نہ بن جائیں۔

عباد عبد کی جمع ہے اور عبد کا مادہ عبادت ہے، عربی میں عبد غلام کو کہتے ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ کی تسلیم کے بعد اس کی غلامی میں رہنے والوں کے لئے اور اس میدان میں داخل ہونے والوں کے لئے اور اس میدان میں داخل ہونے والوں اور ایک دوسرے سے بڑھنے والوں کے لئے ہمارے انعامات ہیں اس لئے پاکیزہ ستھرے لباس اور پاکیزہ کھانے نیز دیگر قسم کی جائز ضروریات زندگی کا استعمال ناجائز نہیں ہے، ہاں! بعض لوگ عیش ومسرت کی زندگی کے متعلق قرآن کی اس

Marfat.com

آیت سے حجت پکڑتے ہیں، حالانکہ یہ حکم نہیں بلکہ ایک رعایت ہے۔

پھر فرمایا: یہ ہماری الہامی نشانیاں ہیں اور ہم نے حقائق کا علم رکھنے والوں کے لئے ان کی تفصیل بیان کر دی ہے۔

قرآن کو سمجھنے کے لئے نور قلب کی ضرورت ہے جس کو نور بصیرت بھی کہتے ہیں، صرف عقل ان گتھیوں کو کیسے سلجھا سکے:

اگر ہو نور بصیرت تو عقل بھی مشعل

نہ ہو تو عشق و جنوں بھی ہے تیرہ و تاریک

کے کارنامے ہیں ان کو مناسب اور جائز آداب کے ساتھ استعمال کرنا ہم نے کب حرام کیا وہ تو ہم سے اور اپنی دائمی زندگی (آخرت) سے ناامید ہونیوالوں اور عیش و آرام کو مقصود حیات سمجھنے والوں کو ہم نے ان کے پیہم تجاوزات اور ان کی ہر قسم کی بے راہ رویوں کے لئے ان کو سزا دی، تم اپنے لئے کبھی یہ خیال نہ کرو کہ ہم تم کو نعمتوں کے استعمال کے حق سے محروم کرنا چاہتے ہیں اس لئے مجاہدات تم پر فرض کئے ہیں **الذین جاھدو فینا لنھد ینھم سبلنا** (جنہوں نے ہم میں مجاہدے کئے ہم ان کو اپنے راستوں کی ضرور ہدایت کریں گے) اور بے آرامی کی زندگی ضروری قرار دی ہے بلکہ ہم نے تو اپنے بندوں کو اپنی نعمتوں سے بہرہ ور کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے اور ہماری تمام اس اُس جہاں کی نعمتیں ان لوگوں کے لئے ہیں جو ایمان والے ہیں اور جو ہماری عبادت کے تقاضے پورے کر کے عبد کہلانے کے مستحق ہیں بلکہ انہی کے صدقے میں دوسروں کو بھی متمتع کرتے ہیں۔

Marfat.com

ہاں! یہ متمتع اور استفادہ صرف دنیوی زندگی تک محدود ہے، آخرت کی تمام نعمتیں ہمارے ان بندوں کے لئے مخصوص ہیں جو ہمارا بندہ بننے کے لئے اور ہمارا بندہ کہلانے کے لئے اپنا وقت مستعار کو استعمال کرنے کی دھن میں لگے رہتے ہیں۔

عبدٌ دیگر عبدہٗ چیزے دگر
او سراپا انتظار ایں منتظر

☆......☆......☆

Marfat.com

درس قرآن: 9

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مَالَكُمۡ اِذَا قِیۡلَ لَكُمُ انۡفِرُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ اثَّاقَلۡتُمۡ اِلَی الۡاَرۡضِ ط اَرَضِیۡتُمۡ بِالۡحَیٰوةِ الدُّنۡیَا مِنَ الۡاٰخِرَةِ ج فَمَا مَتَاعُ الۡحَیٰوةِ الدُّنۡیَا فِی الۡاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِیۡلٌ" O (سورۃ التوبہ۔آیت نمبر 38 پارہ نمبر 10)

ترجمہ:۔اے ایمان والو! تمہیں کیا ہو گیا ہے جب تمہیں کہا جاتا ہے کہ اللہ کے راستے میں چل پڑو تو تم زمین پر ڈھے جاتے ہو کیا تم نے دنیا کی زندگی کو آخرت کے مقابلے میں پسند کر لیا ہے حالانکہ حیات دنیا کا وقت اور گزران تو آخرت کے سلسلے میں بہت ہی تھوڑی ہے۔

فطرت انسانی میں زمینی اثرات کا غلبہ موجود ہے جسم اور اس کے اعمال ظاہر ظاہر ہیں۔آسمانی روح اور نتائج اعمال چھپے چھپے۔ جذبات کو جسم و روح کے مابین برزخیت حاصل ہے جذبات کو جس طرف لے جائیں گے یہ ادھر ہی کا رخ کریں گے۔ ہمارے جذبات اپنی زمینی فطرت کے اثرات بہت جلدی قبول کرتے ہیں۔ لذات کا فریفتہ ہونا ان کے لئے بہت آسان ہے۔ راحات کا متوالا ہونا ان کا مرغوب مشغلہ ہے۔ منافع سامنے ہو تو ان کا جوش و خروش خود بخود ابھر آتا ہے لیکن ایمان تو ان اثرات کا نفوذ ہے اور اس یقین کا درود ہے جن کا ذکر انبیاء کی زبان کرے یا آسمانی کتاب بیان کرے۔ اس لئے انبیاء کی تاثیرات اور کلام الٰہی کا مقصد تو ان جذبات کے رخ کو عالم روح کی طرف موڑنا ہے اور ان کو اپنی مخفی

Marfat.com

کیفیات کے مثبت اور منفی افعال کی یاد دہانی ہے اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں چلنے اور اس کو پانے اور اس کو پہچاننے کی طرف متوجہ کرنا ہے۔ اس لئے ہمیشہ قرآن کریم فطرت انسانی کو ان الفاظ سے پکارے گا جن سے اس کے جذبات پر بیان کی تاثیرات چھا جائیں۔

یَآ اَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا ''اے ایمان والو! یعنی دنیا کی حیات کے علاوہ کسی دوسری مخفی زندگی کا یقین کرنے والو! اور اس یقین کا دوسروں سے مطالبہ کرنے والو! تمہیں ہو کیا گیا ہے کہ جب تمہیں تمہارے ایمان کے اپنے تقاضے کی طرف بلایا جاتا ہے۔ یعنی تم راہ خدا میں سفر کرو۔ جہاد کرو جس سے دنیا کا جھگڑا جلدی ختم ہو جائے گا اور نفس کی فریب کاریوں سے فوراً نجات مل جائے گی اور سستے چھوٹ جاؤ گے یا پھر مجاہدہ کرو اور اللہ کی راہ کے سالک بنو۔ نفس کی خواہشات کا مقابلہ کرو۔ زمینی اثرات پر آسمانی تاثیرات کو غالب کرنے میں ہمیشہ اپنی ہمت صرف کرتے رہو۔ (یہاں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ ہمارے نفس کی سفلی کیفیات شیطان کی شکارگاہ ہیں۔ شیطان انسان کو اس کے سفلی جذبات کے دام و دانہ میں گرفتار کرتا ہے اور بشریت انسان کا ساتھ موت سے پہلے پہلے کبھی نہیں چھوڑتی اس لئے جہاد سے مجاہدہ سخت ہے اور مشکل ہے۔ نیز جہاد تو وقتی چیز ہے لیکن مجاہدہ دائمی اور خوب یاد رکھنے کی بات ہے کہ اگر فی سبیل اللہ مجاہدہ نہ ہو گا تو جہاد میں بھی زمینی اثرات' توقعات اور فتح و شکست کے خیالات' ملک و قوم کے وساوس للّٰہیت کے رنگ میں بھنگ ضرور ڈال جائیں گے۔ جہاد کے لئے شرط ہے کہ وہ صرف اعلائے کلمۃ اللہ

Marfat.com

کی نیت سے ہو اور جان کا تحفہ محبوب حقیقی کی خدمت عالی میں پیش کر کے اس کی رضا حاصل کرنے کی غرض سے ہو ورنہ جہاد قومی جنگ' ملک گیری اور ہوس حصول کبریائی کی صورت اختیار کر جائے گا۔ ایسی صورت میں اَلْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ کے الہامی فیصلے کے مطابق جہاد اپنے آسمانی منافع سے محروم ہو جائے گا۔ اس لئے مجاہدہ جہاد سے ہمہ گیر ہے اور مشکل ہے اور ایک نفسیاتی مشکل یہ بھی ہے کہ مجاہدہ کا شروع کرنا آسان ہے لیکن نبھانا مشکل ہے بخلاف جہاد کے کہ اس کا شروع کرنا مشکل اور نبھانا آسان۔

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْھِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ

''ترجمہ: جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو رب مانا پھر ہر آزمائش میں پامردی دکھائی ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں''

یعنی عالم روح سے ان کا تعلق ہمت و استقلال دکھلانے کے بعد جا جڑ پکڑتا ہے۔ مجاہدہ کا نتیجہ زندگی میں بھی نکلے تو بڑی دیر سے نکلتا ہے۔ روح کے آسمانی جذبات کو یہ کہہ کر ابھارا جاتا ہے کہ تمہیں ہو کیا گیا ہے کہ تمہیں تو تمہارے مقصد اعلیٰ کی طرف بلایا جا رہا ہے۔ یعنی تم اللہ کے راستے میں سفر کرنے کے لئے اٹھ کھڑے ہو اور چل پڑو۔ جہاد کرو یا مجاہدہ کرو تو زمینی اثرات کا غلبہ قبول کر کے تم یہ مبارک سفر شروع نہیں کرتے اور یہ مقدس فریضہ ادا نہیں کرتے۔ ایمان والو! تمہارا ایمان اور تمہارا یقین کہاں چلا گیا۔ اَرَضِیْتُمْ بِالْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا کیا تم اس ناقص اور ذلیل پست زندگی کو پسند کر بیٹھے ہو۔ حالانکہ تمہارا اقرار یہ ہے کہ حیات آخرت

Marfat.com

ہماری ہی حیات ہے اور وہ ہر طرح بلند، اعلیٰ اور برتر ہے۔ حیات دنیا تو آخرت کے مقابلے میں کوئی قیمت نہیں رکھتی۔ فَمَا مَتَاعُ الدُّنیَا فِی الْاٰخِرَۃِ اِلَّا قَلِیْلٌ۔ یہ تو پست ہے، کمتر ہے اور قلیل ہے۔ پست، کمتر اور قلیل کو ترجیح دینا تو عقل سلیم بھی گوارا نہیں کرتی چہ جائیکہ ایمان کامل اور یقین محکم۔

دنیا کے جذبات کی حقارت کی طرف لطیف اشارات ہیں اور مرد مومن کے مقصد حیات یعنی اللہ کے لئے جینا اور اللہ ہی کے لئے مرنا کو انسانی روح کی خوراک بنانے کی ایک قرآنی کوشش ہے۔

یقین محکم، عمل پیہم محبت فاتح عالم
جہاد زندگانی میں یہ ہیں مردوں کی شمشیریں

☆......☆......☆

Marfat.com

درس قرآن: 10

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

هُوَ الَّذِیۡ يُسَيِّرُكُمۡ فِی الۡبَرِّ وَالۡبَحۡرِ ط حَتّٰۤی اِذَا كُنۡتُمۡ فِی الۡفُلۡكِ ج وَجَرَيۡنَ بِهِمۡ بِرِيۡحٍ طَيِّبَةٍ وَّفَرِحُوۡا بِهَا جَآءَتۡهَا رِيۡحٌ عَاصِفٌ وَّجَآءَهُمُ الۡمَوۡجُ مِنۡ كُلِّ مَكَانٍ وَّظَنُّوۡۤا اَنَّهُمۡ اُحِيۡطَ بِهِمۡ دَعَوُا اللّٰهَ مُخۡلِصِيۡنَ لَهُ الدِّيۡنَ ۵ لَئِنۡ اَنۡجَيۡتَنَا مِنۡ هٰذِهٖ لَنَكُوۡنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيۡنَ O فَلَمَّاۤ اَنۡجٰهُمۡ اِذَا هُمۡ يَبۡغُوۡنَ فِی الۡاَرۡضِ بِغَيۡرِ الۡحَقِّ ط يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا بَغۡيُكُمۡ عَلٰۤی اَنۡفُسِكُمۡ مَّتَاعَ الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا ز ثُمَّ اِلَيۡنَا مَرۡجِعُكُمۡ فَنُنَبِّئُكُمۡ بِمَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ O

(پارہ 11-سورۃ یونس-رکوع 3)

ترجمہ:۔ وہی تم کو پھراتا ہے جنگل اور دریا میں۔ یہاں تک کہ جب تم، ہوئے کشتی میں اور لے کر چلیاں لوگوں کو اچھی باؤ سے اور خوش ہوئے اس سے آئی ان پر باؤ جھوکے کی اور آئی ان پر لہر ہر جگہ سے اور انکلے (گمان کرنے لگے) کہ وہ گھرے پکارنے لگے اللہ کو نرے ہو کر اس کی بندگی میں اگر تو بچادے ہم کو اس سے تو بے شک ہم رہیں شکر گزار پھر جب بچادیا ان کو اللہ نے اسی وقت شرارت کرنے لگے زمین میں ناحق کی سنو لوگو! تمہاری شرارت ہے تمہیں پر برت لو دنیا کو جیتے پھر ہمارے پاس ہے تم کو پھرنا' پھر ہم جتادیں گے جو کچھ کہ تم کرتے تھے۔

انسان بڑا کمزور ہے ذرا جھڑ جھڑانے سے اس کے کبر و نخوت کی قوتیں تواضع و انکسار سے بدل جاتی ہیں اور ایسا سیدھا ہو جاتا ہے کہ عہد و مواعید ان کاموں کے بھی

Marfat.com

کر لیتا ہے جو کام اپنی پچھلی زندگی میں اس کے لئے گراں تر تھے کہ اب میں بخوشی بجا لاؤنگا اور میں ایک شکر گزار بندہ بن جاؤں گا لیکن بشریت تو نام ہی بھول جانیکا ہے دماغی قوتیں بھول جاتی ہیں تو نسیان کہلاتی ہیں لیکن جب قلبی قوتوں پر شیطان اپنا تسلط جماتا ہے تو غفلت کے اندھیرے بکھیر دیتا ہے اور عملی زندگی میں خیر و شر کی تمیز اٹھ جاتی ہے اور اس بات کے سوچنے سے بھی محروم ہو جاتا ہے کہ میری اس غفلت اور غفلت کے نتیجے میں احکام الٰہی سے سرکشی کا نتیجہ نکلنے والا ہے اور یہ چند روز کی زندگی کب تک ساتھ دے گی۔ اور اللہ کے دربار میں حاضری ایک اٹل اور یقینی امر ہے اور پھر عمل کے نتائج سے سروکار ہو گا اور اس عمل کی دنیا کا ہر چھوٹا بڑا عمل اور ہر خیر و شر کا عمل حساب کتاب اور پرسش کے ترازو کے بعد اپنے نتیجے کے دفتر میں آ جائے گا (ایسا نتیجہ جو کروڑوں، اربوں سال ختم ہونے کا نام نہ لے گا)۔

فرماتے ہیں ہم انسان کو خشکی اور تری دونوں میں پھراتے ہیں پھر بحری سفر کی ایک کیفیت کو یوں بیان فرماتے ہیں کہ کشتیاں اور جہاز چل رہے ہوتے ہیں اور خوشگوار ہوائیں آ رہی ہوتی ہیں اور لوگ اپنے حال میں مست جا رہے ہوتے ہیں کہ ناگاہ تیز و تند ہوا کا جھکڑ کشتیوں اور جہازوں کو آ لیتا ہے اور کوہ پیکر موجوں سے کشتی و جہاز ڈانوا ڈول ہو جاتے ہیں۔ اسی حال میں اور ایسی ہر صورت میں خواہ وہ بحری زندگی میں ہو خواہ بری زندگی میں موت کا یقین زندگی کے وہم پر غالب آ جاتا ہے اور پھر گزاری ہوئی زندگی بے کار اور بے مقصد نظر آتی ہے انسان کا اخلاص غفلت کے پردوں سے نکل آتا ہے اور مقصد حیات کی بھولی بسری جھلک سامنے آ جاتی ہے تو

Marfat.com

جھٹ بارگاہ الٰہی کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اس کو پکارتا ہے کہ اگر تو نے مجھے اس بلا سے نجات دے کر کچھ دن اور مہلت عنایت فرمادی تو میں تیری شکر گزاری کا عملی ثبوت دوں گا۔ اخلاص اور دعا کو قبولیت کے لئے کچھ زیادہ سفر نہیں کرنا پڑتا۔ یہ دونوں جب مل جاتے ہیں تو مقصود خود بخود نزدیک آ جاتا ہے۔ اخلاص کے دل سے نکلی ہوئی دعائیں قبول ہوتی ہیں اور حادثات سے نجات مل جاتی ہے لیکن فطرت انسان جو خارج میں موسموں کے تغیر و تبدل سے کیفیات میں تبدیلیاں پیدا کر لینے کی عادی ہے۔ جب داخلی طور پر اسے غفلت کے اندھیروں سے گزرنا پڑتا ہے تو اس کی بینائی پر بڑا بوجھ پڑتا ہے اور یہ قریب کے دیکھنے کی قوت بھی کھو بیٹھتی ہے۔ یعنی دنیوی نقصانات اور بے عزتیوں کی پروا کئے بغیر گناہوں کے دلدل میں جا پھنستی ہے اس کی بینایوں کا یہی تاریکیوں سے گھرا ہوا نور دور دراز اور آسمان سے بھی پرے کی زندگی کے اجالے اب دیکھ سکتا ہے پھر جب ان مصائب سے اور یکدم گھیر لینے والے حادثات سے نجات ملتی ہے تو پھر احکام الٰہی سے بغاوت کرتا ہے بغاوت صرف گناہ کرنے ہی کا نام نہیں بلکہ فرائض خداوندی کی پروانہ کرنا بھی بہت بڑی بغاوت ہے اور اپنوں کے لئے تو اس سے بڑی بغاوت اور نہیں ہے ایک ملازم ڈیوٹی سے جب بغاوت کرتا ہے تو وہ ملازم ملازمت کے قابل ہی نہیں اور وہ محکمانہ سزا کا مستوجب ہے۔ فرائض خداوندی ایک مسلمان کو اپنی وفاداری کے ثبوت میں اپنی ڈیوٹی کے طور پر بجالانا اس کی زندگی کے لوازمات ہی سے نہیں بلکہ اس کی زندگی ہونا چاہئے اور مذہبی زندگی اسی چیز سے عبارت ہے ورنہ تو لامذہب لوگ جو سرے سے مذہب اور مذہب

Marfat.com

کی ضروریات ہی سے منکر ہیں ان کے لئے قانون الٰہی کی دوسری شقیں موجود ہیں اور ان کی پرسش کے طریقے بھی جدا۔

آج کا مسلمان جرم کی زندگی کو جرم کی زندگی سمجھنے کی اہلیت سے محروم نہیں ہوا۔ وہ اس سلسلے میں جب سوچتا ہے تو غیر مسلموں کی تعریف سے بھی رطب اللسان ہو جاتا ہے جو اپنے معاشرہ کو اپنی بے اعتدالیوں سے تنگ نہیں کرتے اور اسی سلسلے میں وہ مسلمانوں پر مجموعی طور پر تنقید کرتا ہے لیکن احکام الٰہی کا وہ حصہ جو خالص مذہب کا حصہ ہے۔ یعنی فرائض کی بجا آوری اس کو اس کی آنکھیں دیکھ نہیں سکتیں حالانکہ ایک مسلم اور غیر مسلم میں تمیز کرنے کا صرف ایک ہی آلہ ہے۔ ورنہ مجرم خواہ مسلم ہو خواہ غیر مسلم جرم میں دونوں برابر ہیں اور ایمان کے ثبوت کے لئے مسلم کو فرائض کی بجا آوری کی وادی طے کرنا ضروری ہے۔ نماز پڑھنا' روزہ رکھنا' حج کرنا' زکوٰۃ دینا یہ فرائض خداوندی ہیں۔ ورنہ مسلم اپنے ایمان کے ثبوت میں وہ اعمال صالحہ پیش نہیں کر سکے گا جو غیر مسلم معاشرے میں بھی اچھے لوگوں میں پائے جاتے ہیں حالانکہ وہ لوگ ایمان بالآخرۃ کی دولت سے محروم ہیں اور اللہ تعالیٰ اور محمد رسول اللہ ﷺ کا ماننا ان کے لئے بے حد مشکل ہے۔ ایمان کے ثبوت میں صرف عبادت کی قسم کے فرائض خداوندی کو عمل میں لانا مسلمان پر ضروری ہے۔

جرم کی زندگی جب غیر مسلم معاشرہ بھی پسند نہیں کرتا تو مسلم معاشرہ جرم کی زندگی کیسے پسند کر سکتا ہے۔ اس لئے آخرت کی زندگی سنوارنے کے لئے عبادت[1] الٰہی ضروری ہے اور دنیا سنوارنے کے لئے اطاعت الٰہی لازم ہے۔

Marfat.com

اوران دونوں کے بارے عنقریب پرسش ہوگی اور ذرے ذرے کی جواب دہی۔اس لئے اس مختصری زندگی میں نہ ختم ہونے والی زندگی کے لئے کچھ کرلیں۔

تقویٰ (یعنی اعمال شر سے بچنا اور اخلاص (یعنی اعمال خیر میں مسابقت) یہ دونوں پر پرواز ہیں۔جس کے دونوں پر سلامت ہوں گے وہ قبر میں حشر میں اور پل صراط پر امن واماں سے رہے گا ورنہ خطرہ ہی خطرہ ہے۔

اللھم احفظنا من خزی الدنیا و عذاب الآخرۃO

☆......☆......☆

1: عبادت اور اطاعت کا لطیف فرق نہ سمجھ کر اچھے اچھے مسلمان دھوکے میں رہتے ہیں عبادت براہِ راست اللہ کو سامنے دیکھ کر اور تصور کو کامل کر کے محض غلامی کے اظہار اور آخرت سنوارنے کے لیے ہے، اطاعت مخلوق کی بہتری کے لیے اور ان کی ہمدردی کے عمل سے خدا کو خوش کر کے معاشرے کو مثالی معاشرہ بنایا اس نیکی سے آخرت کے لیے ثواب اور درجہ پانا ہے۔

Marfat.com

درسِ قرآن: 11

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

قَالَ هَلۡ عَلِمۡتُم مَّا فَعَلۡتُم بِيُوسُفَ وَاَخِيهِ اِذۡ اَنتُمۡ جَاهِلُونَ ۝ قَالُوٓا ءَ اِنَّكَ لَاَنتَ يُوسُفُ قَالَ اَنَا يُوسُفُ وَهٰذَا اَخِي قَدۡ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيۡنَا اِنَّهُ مَن يَتَّقِ وَيَصۡبِرۡ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيعُ اَجۡرَ الۡمُحۡسِنِينَ ۝ قَالُوا تَاللّٰهِ لَقَدۡ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيۡنَا وَاِن كُنَّا لَخَاطِئِينَ ۝ قَالَ لَا تَثۡرِيبَ عَلَيۡكُمُ الۡيَوۡمَ يَغۡفِرُ اللّٰهُ لَكُمۡ وَهُوَ اَرۡحَمُ الرَّاحِمِينَ. (پارہ ۱۳- سورہ یوسف- رکوع ۴)

ترجمہ: ”(حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا) کیا تمہیں معلوم ہے کہ تم نے یوسف کا کیا حال کیا، جب تم (حقائق سے) بے خبر تھے، وہ کہنے لگے، کیا آپ یوسفؑ ہیں؟ (حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا) میں یوسف ہوں اور یہ میرے بھائی ہیں، فی الحقیقت اللہ تعالیٰ نے ہم پر بڑا احسان فرمایا اور حقیقت یہ ہے کہ جو شخص خدا کے خوف کی وجہ سے ظاہر و باطن کی پاکیزگی اختیار کرتا ہے اور مصائب میں صبر اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کبھی بھی اس کے اجر کو ضائع نہیں فرماتے۔

(برادرانِ یوسفؑ) کہنے لگے، خدا کی قسم، اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہم سب پر برتری عطا کی اور ہم تو خطا کار ہی تھے، حضرت یوسفؑ نے فرمایا، آج تم پر کسی قسم کی سرزنش نہیں ہے، اللہ تعالیٰ تم سب کو معاف فرماوے اور وہ تو بہت ہی رحم کرنے والا ہے۔“

قرآن کریم نے مومنوں کے لئے انتہائی بلند مثالیں بیان فرمائی ہیں تاکہ انسانی فضائل کھل کر سامنے آجائیں، حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے جو کچھ کیا وہ

Marfat.com

انسانی پستی کی انتہائی مثال ہے اور ایسا عموماً ہوتا رہتا ہے کہ حسد انسان کو اندھا کر دیتا ہے اور وہ ان ہونیاں کر گزرتا ہے، لیکن شرف انسانی کی بلندی بھی اسی واقعے میں اس خوبی سے ظاہر ہوئی کہ ہر قسم کی تکالیف اور ہر طرح کے مصائب بھائیوں کے ہاتھوں برداشت کرنے والے یوسف علیہ السلام نے انتقام اور بدلے کی پوری قوت کی موجودگی میں بھائیوں سے فرمایا: قَالَ لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ. (آج میں نے تمہیں معاف کیا) اور تم پر کسی قسم کا الزام نہیں اللہ تعالیٰ تمہیں بخش دے۔

یہ عفو کی بہترین مثال ہے اور امت محمدیہ کے صالحین کے لئے بہترین نمونہ، اللہ تعالیٰ ہمیں اس فضیلت کے حصول کی توفیق ارزانی فرماوے۔ (آمین)

عفو تقصیرات کے سلسلے میں سیرت النبی ﷺ کا ایک باب

اہل مکہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر طرح کی ایذا دی، کوئی ظلم اور کوئی تعدی ایسی نہ تھی جو اہل مکہ کی طرف سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ پہنچی ہو، اہل مکہ حضور ﷺ کے جانی دشمن تھے، حضور ﷺ کے غلاموںؓ کو ہر طرح کے دکھ دیئے اور وطن چھوڑنے پر مجبور کیا، لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کی مدد فرمائی، فتح بدر کے بعد مکہ فتح ہو گیا، حضور ﷺ مع اپنے دس ہزار جانباز جان نثاروں کے مکہ میں تشریف فرما تھے، مکہ کے جابر قریشی جو اسلام کو مٹانے کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اور حضور ﷺ کے دین کو ختم کرنے کے لئے اپنی زندگیاں داؤ پر لگا چکے تھے وہ سب سر جھکائے سامنے تھے، اب وہ نادم تھے، پشیمان تھے، ان کے بدن خزاں دیدہ پتوں کی طرح

Marfat.com

کانپ رہے تھے، انہیں یہ اندیشہ تھا کہ اب ہمارے قتل عام کا حکم ہوگا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ.

آج کسی طرح کی سرزنش آپ لوگوں کو نہیں۔

گویا عفو ومغفرت کی یہ زمینی مثال ایسی تھی جس میں آسماں کا حکم شامل تھا اور اللہ کی خوشنودی موجود تھی۔

یہ اور اس قسم کی مثالوں نے اسلام کی حقیقت کو اجاگر کیا اور انسانی شرافت کی یہ بلند مثالیں دیکھ کر کفر اور کفار شرمندہ ہوئے اور اسلام کو رونق ملی۔

☆......☆......☆

Marfat.com

درسِ قرآن: 12

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَقَالَ یٰۤاَبَتِ هٰذَا تَاۡوِیۡلُ رُءۡیَایَ مِنۡ قَبۡلُ قَدۡ جَعَلَهَا رَبِّیۡ حَقًّا ط وَقَدۡ اَحۡسَنَ بِیۡۤ اِذۡ اَخۡرَجَنِیۡ مِنَ السِّجۡنِ وَجَآءَ بِكُمۡ مِّنَ الۡبَدۡوِ مِنۡۢ بَعۡدِ اَنۡ نَّزَغَ الشَّیۡطٰنُ بَیۡنِیۡ وَبَیۡنَ اِخۡوَتِیۡ ط اِنَّ رَبِّیۡ لَطِیۡفٌ لِّمَا یَشَآءُ ط اِنَّهٗ هُوَ الۡعَلِیۡمُ الۡحَكِیۡمُ O (پارہ 13-سورۃ یوسف-رکوع 5)

ترجمہ:۔ اور حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا' ابا جان! یہ ہے میرے خواب کی تعبیر۔ میرے اللہ نے اس کو سچ کر دکھایا اور اس نے میرے ساتھ بڑا احسان کیا مجھے قید سے نکالا اور آپ کو باہر سے لایا جبکہ شیطان نے مجھ میں اور میرے بھائیوں میں فساد ڈلوا دیا تھا۔ بے شک میرا رب اپنے ارادے کو بڑی باریک تدبیروں سے عمل میں لاتا ہے۔ بے شک وہ خوب جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ وہ قرآنی قصہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے احسن القصص فرمایا ہے۔ اس قصے میں بڑے بڑے واقعات بڑی بڑی نصیحتیں اور انسانی زندگی کے عجیب عجیب موڑ ہیں۔ جرم و گناہ کی بھی نہایت کھلی ہوئی قسمیں اس میں موجود ہیں اور صبر و تحمل اور عفو و عطا کی بھی نہایت واضح مثالیں اس قصے میں ملتی ہیں۔ شروع قصے میں ایک پیغمبر برحق کی زبان سے یہ الفاظ کہلوائے۔

اِنَّ الشَّیۡطٰنَ لِلۡاِنۡسَانِ عَدُوٌّ مُّبِیۡنٌ O بے شک شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔

Marfat.com

حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کے خواب بیان کرنے کے جواب میں فرمایا بیٹے یہ خواب اپنے بھائیوں کو مت بتلائیو! کیونکہ وہ تجھے کسی نہ کسی مصیبت میں ضرور پھنسا دیں گے پھر فرمایا کہ شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔ یعنی وہ انسان کے اندر جا کر کچھ اس طرح جذبات کو برانگیختہ کرتا ہے کہ انسان گناہ پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ اور گناہ کرنے والا اپنے اللہ سے دور ہو جاتا ہے اور مقصد حقیقی اور محبوب حقیقی سے جو دشمن الگ کر دے اور اس کی دشمنی کوئی اندر ہی اندر نہ رہے۔ ان وسوسوں ہی تک وہ اپنا کام ختم نہ کر دے بلکہ انسان سے خدا کی نافرمانی کے کھلے ہوئے کام کرائے اور وہ کھل کھیلے اور عالم آشکار گناہ کا مرتکب انسان کو کر بٹھائے۔ وہ کتنا خطرناک اور ظالم دشمن ہے۔ پھر حضرت یوسف علیہ السلام کی زبانی یہ کہلوایا کہ

اَنْ نَّزَغَ الشَّیْطٰنُ بَیْنِیْ وَبَیْنَ اِخْوَتِیْ:

"کہ شیطان نے میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان فساد ڈلوا دیا تھا۔"

شیطان وسوسے ڈالتا ہے انسانی دل و دماغ کو بھڑکاتا ہے اور ذاتی مطلب کو سامنے رکھ کر اپنے تکبر کو قائم رکھتے ہوئے اپنی لذات کے حصول میں اپنی جھوٹی اور فانی عزت اور کامیابی کی غرض سے انسان سے وہ کام کرواتا ہے کہ خود گناہ کرنے والے کو اگر اپنے گناہ سے الگ بٹھا دیا جائے اور اس کے گناہ کو دوسروں کے ذمے لگایا جائے تو گناہگار اپنے جرم کے مجرموں پر ہزار لعنت بھیجے لیکن شیطان انسانی جذبات سے کھیلتا ہے اور وقتی مقاصد اور مطالب کا واسطہ دے کر انسان سے خدا کی

Marfat.com

کھلی نافرمانی کرواتا ہے اور مجرم انسان کو پہلے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایسا جرم اور ایسی نافرمانی نہ صرف جہنم کے دروازے کھول دے گی بلکہ دنیا میں بھی ہمیشہ کی رسوائی اور ذلت سے دوچار کر دے گی۔ کتنی روشن مثال ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام بھی حضرت یعقوب علیہ السلام کے فرزند ارجمند ہیں اور باقی اخوان یوسف بھی حضرت یعقوب علیہ السلام ہی کے بیٹے ہیں لیکن جب حضرت یوسف کا نام زبان پر آتا ہے تو بے ساختہ علیہ السلام زبان سے نکلتا ہے اور جب اخوان یوسف کا ذکر آتا ہے تو ایک نفرت بھری کھچاوٹ دل میں پیدا ہو جاتی ہے پیغمبرزادگی کا ذرا احترام بھی دل میں نہیں رہتا کیونکہ ذاتی عمل نسب کے احترام کو نہ صرف قائم رکھتا ہے بلکہ اس میں اضافہ کرتا ہے اور ذاتی عمل کی خرابی نسب کے احترام کو برباد کر دیتی ہے۔ بلکہ نااہلیت اعلیٰ نسب سے علیحدگی کی ایک پائیدار وعید لے بیٹھتی ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کو اپنے بیٹے کی سفارش کرنے پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے متنبہ کیا جاتا ہے۔

اِنَّهٗ لَیْسَ مِنْ اَهْلِکَ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ ط

''اے نوحؑ! وہ آپ کا اہل نہیں بن سکتا اس کے عمل خراب ہیں۔''

نااہل نے نبوت کے خاندان کی عظمت کو خود نبی کے بیٹے کے پاس رہنے نہ دیا۔ ادھر حضرت یوسف علیہ السلام ہیں کہ اپنی جان کے دشمنوں کو معاف کرنے میں انہیں ذرہ برابر دیر نہیں لگتی اور انتقام کا ہاتھ جانی دشمن کی طرف بھی اس طرح نہیں بڑھتا جس طرح حضرت ہابیل نے قابیل کی قتل کی دھمکی کے جواب میں کہا تھا۔

Marfat.com

لَئِنْ بَسَطْتَّ اِلَیَّ یَدَکَ لِتَقْتُلَنِیْ مَآ اَنَا بِبَاسِطٍ یَّدِیَ اِلَیْکَ
لِاَقْتُلَکَ ج اِنِّیٓ اَخَافُ اللّٰہَ رَبَّ الْعَالَمِیْنَ ط

''اگر تو نے اے بھائی میرے قتل کرنے کو اپنا ہاتھ بڑھایا تو میں تیرے قتل کرنے کو اپنا ہاتھ نہ بڑھاؤں گا۔ میں تو اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں۔''

حضرت یوسف علیہ السلام تخت سلطنت پر جلوہ افروز تھے۔ سارے بھائی ان کے پاس پہنچ گئے اگر وہ انتقام لینا چاہتے تو کیا دیر لگتی تھی لیکن عفو کی لذت انتقام کی لذت سے کہیں بڑھ کر ہے۔ اس کو وہی جانتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے تعلق میں کچھ منزلیں طے کر چکا ہو۔ اس واسطے حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو پہلے لاعلمی میں رکھا اور اپنا آپ ان پر ظاہر نہ ہونے دیا پھر جب خدا کا ایک پیغمبر تخت حکومت پر بیٹھے ہوئے بھی اپنے جانی دشمنوں کو مخاطب ہوتا ہے تو اس وقت حکومت کا نشہ یوسفؑ کے دماغ میں نہیں بلکہ نبوت' خشیت اور رسالت کا تعلق سامنے ہے اور منہ سے دعا کے یہ الفاظ نکلتے ہیں۔

لَاتَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ ط یَغْفِرُ اللّٰہُ لَکُمْ وَھُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ط

''آج میں تم پر کسی قسم کا الزام نہیں دیتا اور یہ دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ تمہارے گناہ معاف کر دے۔''

پیغمبر کی طبع سے کسی صالح کی طبع کا قریب تر ہونا یا قریب ہونا بڑا ضروری ہے لیکن یہ بڑی مشکل چیز ہے کہ کام ہم کریں شیطان کے اور دعا یہ کریں۔

اَلْحِقْنَا بِالصّٰلِحِیْنَ

Marfat.com

اللہ تعالیٰ سے ہر وقت استغفار کرنا چاہیے اور اس کے قرب کو حاصل کرنے کے لئے مقربین کا راستہ اختیار کرنا چاہیے۔

اَللّٰهُمَّ وَفِّقْنَا صِرَاطَکَ الْمُسْتَقِيْمَ ط

☆......☆......☆

Marfat.com

درس قرآن: 13

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَلَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ مِنۡ صَلۡصَالٍ مِّنۡ حَمَاٍ مَّسۡنُوۡنٍ. وَالۡجَآنَّ خَلَقۡنَاہُ مِنۡ قَبۡلُ مِنۡ نَّارِ السَّمُوۡمِ. وَاِذۡ قَالَ رَبُّکَ لِلۡمَلٰٓئِکَۃِ اِنِّیۡ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنۡ صَلۡصَالٍ مِّنۡ حَمَاٍ مَّسۡنُوۡنٍ. فَاِذَا سَوَّیۡتُہٗ وَنَفَخۡتُ فِیۡہِ مِنۡ رُّوۡحِیۡ فَقَعُوۡا لَہٗ سٰجِدِیۡنَ. فَسَجَدَ الۡمَلٰٓئِکَۃُ کُلُّہُمۡ اَجۡمَعُوۡنَ. اِلَّاۤ اِبۡلِیۡسَ اَبٰۤی اَنۡ یَّکُوۡنَ مَعَ السّٰجِدِیۡنَ. قَالَ یٰۤاِبۡلِیۡسُ مَا لَکَ اَلَّا تَکُوۡنَ مَعَ السّٰجِدِیۡنَ. قَالَ لَمۡ اَکُنۡ لِّاَسۡجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقۡتَہٗ مِنۡ صَلۡصَالٍ مِّنۡ حَمَاٍ مَّسۡنُوۡنٍ. قَالَ فَاخۡرُجۡ مِنۡہَا فَاِنَّکَ رَجِیۡمٌ. وَّاِنَّ عَلَیۡکَ اللَّعۡنَۃَ اِلٰی یَوۡمِ الدِّیۡنِ. قَالَ رَبِّ فَاَنۡظِرۡنِیۡۤ اِلٰی یَوۡمِ یُبۡعَثُوۡنَ. قَالَ فَاِنَّکَ مِنَ الۡمُنۡظَرِیۡنَ. اِلٰی یَوۡمِ الۡوَقۡتِ الۡمَعۡلُوۡمِ. قَالَ رَبِّ بِمَاۤ اَغۡوَیۡتَنِیۡ لَاُزَیِّنَنَّ لَہُمۡ فِی الۡاَرۡضِ وَلَاُغۡوِیَنَّہُمۡ اَجۡمَعِیۡنَ. اِلَّا عِبَادَکَ مِنۡہُمُ الۡمُخۡلَصِیۡنَ. قَالَ ہٰذَا صِرَاطٌ عَلَیَّ مُسۡتَقِیۡمٌ. اِنَّ عِبَادِیۡ لَیۡسَ لَکَ عَلَیۡہِمۡ سُلۡطٰنٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الۡغٰوِیۡنَ. وَاِنَّ جَہَنَّمَ لَمَوۡعِدُہُمۡ اَجۡمَعِیۡنَ. لَہَا سَبۡعَۃُ اَبۡوَابٍ. لِکُلِّ بَابٍ مِّنۡہُمۡ جُزۡءٌ مَّقۡسُوۡمٌ. (پارہ 14-سورۃ الحجر-رکوع 3)

ترجمہ: اور ہم نے انسان کو سڑے ہوئے گارے سے پیدا کیا اور اس سے پہلے جنوں کو آگ کے شعلے سے پیدا کیا اور جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا میں انسان بنانے والا ہوں سڑے ہوئے گارے سے، جس وقت میں اسے مکمل

Marfat.com

کرلوں اور اس میں اپنی روح پھونکوں تم سجدے میں گر جانا، تمام فرشتے سجدے میں گئے مگر ابلیس نے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے ابلیس تو نے سجدہ کیوں نہ کیا کہنے لگا میں ایسے بشر کو سجدہ کیوں کروں جس کو تو نے سڑے ہوئے گارے سے بنایا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا، یہاں سے نکل جاؤ اب تو راندۂ بارگاہ ہے اور تجھ پر میری قیامت تک لعنت ہے کہنے لگا الٰہی تو مجھے مہلت دے دن قیامت تک کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا چل تجھے ایک مقررہ دن تک کیلئے مہلت ہے، تو وہ کہنے لگا میرے اللہ تو نے مجھے آدم کی وجہ سے راندۂ درگاہ بنایا ہے میں بھی زمین اس کے لئے زینت کا جال لگاؤں گا اور تمام آدم زاد کو راستے سے بھٹکا دوں گا ہاں! مگر تیرے اخلاص والے عبادت گزار بندے (میرے اس جال میں نہیں آئیں گے) اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ ہے میری طرف آنے والا سیدھا راستہ یقیناً میرے عبادت گزار بندے تیرا غلبہ قبول نہ کریں گے لیکن جن گمراہوں نے تیرا راستہ اختیار کیا تو دوزخ ان سب کیلئے تیار ہے اس کے سات دروازے ہیں اور ہر ایک دروازے سے ایک مقرر قسم داخل کی جائے گی (مجرموں کی)۔

قرآن کریم ہدایت کا ایسا نور ہے جس کے سامنے ماضی اور مستقبل دونوں چمک رہے ہیں، دنیا کے ماضی اور دنیا کا مستقبل تو کل کی بات ہے روزِ ازل کے حالات اور یومِ ابد کے واقعات قرآن کریم اس طرح دکھلاتا ہے گویا سب حالات اور سب واقعات دیکھو یہ سامنے ہو رہے ہیں۔

انسان دنیا میں کل آیا ہے آج دنیا کا مالک ہے، زمین اور زمین کی پیداوار اس

Marfat.com

کے تصرف میں ہے، یہ زمین کا مختار مطلق بننا چاہتا ہے نہ اسے اپنا ماضی یاد ہے اور نہ اس کی نگاہ اپنے مستقبل کو دیکھتی ہے۔

قرآن کریم اس کی عقل کو دعوت فکر دیتا ہے، قرآن کریم اس کے دل کو عبرت کے نظارے دکھلاتا ہے حقیقت اور مجاز دونوں سے قرآن پردہ ہٹاتا ہے، حقیقی نفع و نقصان سے آگاہ کرتا ہے لیکن غفلت کے پردے روز بروز سخت ہوتے جاتے ہیں اور عبرت کی قوتیں نڈھال اور بے بس ہو رہی ہیں، ایسا کیوں ہے؟ مصنوعی شمعوں اور لمپوں کا بجاری، بجلی کے قمقموں کا عاشق آفتاب اور ماہتاب کے نور کو توجہ سے دیکھتا بھی نہیں ورنہ تری صنعت اور تری کاری گری نور کے ان آسمانی ایوانوں کے سامنے گھاس کے ایک تنکے کی حیثیت بھی رکھتی ہے؟ کل تو نہ تھا اور کل ہی تو نہ ہوگا، جانے والے اور تھے تو نہ تھا آنے والے اور ہوں گے تو نہ ہوگا، اس مختصر سے وقت میں تیرا ہونا تیرے لئے ہونا چاہئے تھا، تو دنیا کے لئے سب کچھ بننے میں کوئی کسر بھی نہیں رکھتا لیکن اپنے لئے بننے میں تیرے پاس چیونٹی کے پاؤں اور شرارے کا وقت بھی نہیں، تو دنیا کے لئے کیا بنے گا؟ اس دھن میں اپنے لئے کچھ بننے کی دولت بھی ہاتھ سے دے بیٹھا، دھوبی کا کتا نہ گھر کا نہ گھاٹ کا۔

لطافتوں کی طرف بڑھنے والے انسان اور ہر لطافت کو پاکر اترانے والے آدمی، مٹی کے جہان میں بیشک ہر لطافت تیرے لئے ایک عجوبہ ہے لیکن روح کے جہان میں اور نور کے عالم میں لطافتوں کی لطافتیں تیرے لئے عجوبہ بنیں گی، جنات کو اگر تو کھلی آنکھ سے دیکھ لے تو تیری تمام صنعتوں سے بڑھ کر یہ صنعت

Marfat.com

ہو جائے اور فرشتوں کے عجائبات ذاتی وصفاتی کو تو دیکھ لے تو تیرے لئے یہ ایک کرامت ہے۔

جنات میں تجھ سے بڑھ اور کمال کیا ہے؟ یہی کہ تیرے اس مٹی کے جسم سے ذرا زیادہ لطیف ان کا آگ کا جسم ہے اور فرشتوں کو تجھ پر کونسی فضیلت ہے؟ یہی نا کہ ان کی لطافت کو تیرا مادی جسم دیکھ نہیں سکتا ورنہ آسمان کی آواز اور فطرت کاملہ کی آواز نے تجھے متنبہ کیا کہ یہ آسمان وزمین کے سب فرشتے تیرے سامنے سربسجود ہوئے اور ان کے فضائل میں یہی فضیلت رضائے الٰہی کا سب سے بڑا سبب بنی اور یہی جنات اپنی ذرا لطیف پیدائش پر اترائے اور تیرے فضائل کا انکار کر بیٹھے اور تیری اطاعت سے منہ موڑا، جس کی پاداش میں قدرت کاملہ نے انہیں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنی رحمت کے دروازے سے ہٹا دیا اور ان کو اپنا ذاتی دشمن قرار دیا، تیری مخالفت گویا خدا کی مخالفت تھی، تیری عظمت سے انکار گویا خدا کی عظمت سے انکار تھا، تیری لطافتوں کا نہ پانا گویا خدا کی لطافتوں کا نہ پانا تھا، تجھ میں صرف یہی ایک کمی رکھی گئی کہ تیرے لاہوتی پرندے کو مٹی کے پنجرے میں رکھ دیا گیا اور تیری آنکھ کو پنجرے کی تیلیوں سے باہر نکلنے سے روک دیا گیا، تیری فطرت اندر سے بولتی رہی اور تیری عظمت اور لطافت باہر سے صدائیں دیتی رہی کہ دیکھ انسان! دیکھ خلیفۂ الٰہی! تو اپنی عظمت کو دیکھ، اپنی لطافت کو دیکھ، آب وگل کے جہان میں اس امتحان کے وقت کو ذرا احتیاط سے گزار، یہاں تیرے دوست اور تیرے مطیع موجود ہیں تیرے دشمن اور تیری ناکامی پر ہنسنے والے موجود، دوستوں سے دوستی کرنا سیکھ

Marfat.com

اور دشمن سے بچنا سیکھ، پوشیدہ دشمن اور با اختیار متصرف دشمن حقائق کو شعبدے کی صورت میں تبدیل کر کے دکھلانے والا دشمن اور شعبوں کو حقائق ظاہر کرنے اور ان کی عظمت دل پر بٹھانے والا دشمن روز ازل میں تیری دشمنی کا تہیہ کرنے والا دشمن، ضدی اور بے انداز چالاک دشمن تجھے عظمت کے تخت سے گرانے کا پورا ساز و سامان رکھنے والا دشمن تیری عاقبت برباد کرنے والا دشمن صرف تیری دشمنی کے لئے خدائے قدوس کی دوستی کو ضائع کرنے والا دشمن رات دن صبح و شام تیرے اندر تیرے باہر تیرے دل میں تیرے دماغ میں تیری آنکھوں میں اور تیرے کانوں میں اپنی غلط اور سراسر ناقص تاثیرات بھر رہا ہے اور تجھے اس غلط فہمی میں مبتلا کر رہا ہے کہ بس تو اتنا ہی ہے اور ایسا ہی ہے جیسا تو اب اپنے آپ کو دیکھ رہا ہے، اس خاکی پنجرے کے باہر کچھ بھی نہیں، یہی حسن، حسن ہے اور یہی نظارہ نظارہ، یہی فائدہ، فائدہ ہے اور یہی نقصان، نقصان۔ تو زمین میں پیدا ہوا اور زمین میں دفن ہو جائے گا، بس وقت کی اس اتفاقی دولت سے فائدہ اٹھا لے، اپنی تمام قوتوں کو استعمال کر لے، خوب کھا لے، خوب پی لے اور مزے سے عیش کر اور خوب آرام کر، زینت بھی یہی ہے اور حسن بھی یہی ہے جو تجھے نظر آ رہا ہے، جس کو تو پسند کرے وہی حسن ہے، اپنی پسند کو پانی دیتا چلا جا، تیری پسند زمین پر باغ لگائے، تیری پسند فضا میں گھر بنائے تیری پسند سمندروں میں سڑکیں بنائے تیری پسند تجھے بے پر کے اڑائے تیری پسند تاروں میں نو آبادیاں بسانے کا ارادہ کرے تو تو انکار نہ کر اور اپنی پسند کو پسند کر لے تیری پسند اگر آدم کے بیٹوں سے دشمنی رکھنا پسند کرے

Marfat.com

تو تو کوئی نہ کوئی بہانہ بنا کر آدم کے بیٹوں سے دشمنی مول لے لے، اگرچہ اس سودے میں جان کی بازی لگانا پڑے، خدا کی یہ بستی اگر تیری پسند کے خلاف چلے تو تو اسے تباہ کرنے کے منصوبے بنا ڈال، تو نے اپنی پسند کو اتنا پسند کیا کہ فطرت کا ملہ کی ہر آواز سننے سے تیرے کان گنگ ہو گئے، تیری ازلی ابدی دشمن قوت سے تیری اس پسند نے ساز باز کر لی تیری یہی پسند اور تیری یہی خواہش الہامی زبان میں نفس کہلاتی ہے اور اسی الہامی زبان نے اس کو تیرا دشمن کہا اندر کے اس زمینی دشمن (نفس) اور فضا کے اس جناتی دشمن دونوں نے مل کر تیرے گھر کو آگ لگا دی۔

؎ اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

قرآن کریم کی آیات کی تشریح میں یہ چیز ہمیشہ ملحوظ رکھنی چاہیئے کہ قرآن کریم کا نور نور آفتاب کی طرف ہفت رنگ کا نور ہوتا ہے ایک چمک اور ایک جھلک نظر آتی ہے اور جدا جدا رنگ نظر نہیں آتے لیکن حکمت الٰہی نے اور صنعت خالق نے اس یک رنگی میں جدا جدا رنگ بھی بھر دیئے ہیں، جس رنگ کو دیکھو اپنی لطافت سے اور اپنے خاص مقصد کی حکمت سے الگ بھی چمک رہا ہے، ابلیس اور آدم کا قصہ اپنی تاریخ میں قرآن کے نزول اور عجیب قصوں میں ہے جس کو اہل ایمان کی دوربین کے بغیر دیکھنا ناممکن ہے، بڑی بڑی تیز آنکھیں اس عینک کے بغیر اس قصے کی جزئیات کو تو کجا اس کی دھندلی تصویر بھی نہیں دیکھ سکتیں، ہاں اگر روحانیت کا اقرار اپنے مخصوص اسباب یقین سے پختہ ہو جائے تو پھر اس قصے کی فلم اپنے حقیقی خد خال کے ساتھ سامنے آجاتی ہے۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی خاص الخاص حکمت اور عظیم قدرت اور بے پناہ قوت کا مظہر بنایا خود اس کی نظروں سے بھی اسکی عظمت کو چھپایا، چہ جائیکہ غیروں کی نظریں اس کی بلندی پر پہنچ سکیں۔

بیشک اسے مٹی سے بنایا، بیشک مٹی کی تمام مادی اور نیم روحانی تاثیروں سے اس کے جسم کو بھر دیا، بھوک، پیاس، شہوات، حسن، قبح، حرص و لالچ، محبت اور عداوت اور رحم بدلہ وانتقام کی قوتیں اس میں اتنی مقدار میں بھر دیں کہ اچھے اچھے داناؤں کو انسان کا موجودہ ڈھانچا حیوانی ڈھانچہ نظر آیا لیکن نَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ کی لطافتیں تو ایسی تھیں کہ جن کو دیکھنا خالص نوری اجسام کے لئے بھی مشکل تھا اور ان کو یہ کہہ کر خاموش کرایا گیا کہ اِنِّی اَعْلَمُ مَالَا تَعْلَمُوْن چونکہ یہ اللہ کی نظروں میں مقبول ہو چکا تھا اور ذات وصفات الٰہی کے تقاضوں نے اسے مظہر کامل بنانے کے لئے چن لیا تھا اس لئے آسمان پر اس کی عظمت کا اعلان ہوا، اطاعت کے مجسموں نے کامل اطاعت کا اظہار متفقہ طور پر کر دیا، فرشتوں میں کوئی ایک فرشتہ بھی ایسا نہ رہا جس نے عظمت آدم کے سامنے اور اس کے سراسر حکمت وجود کے سامنے اطاعت وتسلیم کا سر نہ جھکایا ہو اور اپنے بلند مرتبے اور بحالی کی سند فیاض مطلق سے حاصل نہ کی ہو اور سرکشی و نافرمانی، بغض وعناد، زجر وانتقام کی مجسم قوت ابلیس نے آدمؑ کی عظمت کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا، اس کی مخفی قوتوں کو نہ دیکھ کر ماننا اس کے لئے ناممکن ہو گیا، فرشتوں کی صحبتوں اور ان کے نوری تاثیرات کے عکسی لباس کو اس نے اتار پھینکا اور سجدۂ آدم سے کھلم کھلا انکار کر دیا، قرآن کریم

Marfat.com

نے مختلف مقامات پر اس عکس کو بیان فرمایا ہے۔

۱. وَاِذْقُلْنَا لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْا اِلَّا اِبْلِیْسَ. اَبٰی وَاسْتَکْبَرَ وَکَانَ مِنَ الْکَافِرِیْنَO (سورہ البقر رکوع ۴)

۲. وَلَقَدْ خَلَقْنَاکُمْ ثُمَّ صَوَّرْنَاکُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اسْجُدُوْا لِآدَمَ فَسَجَدُوْا اِلَّا اِبْلِیْسَ لَمْ یَکُنْ مِّنَ السَّاجِدِیْنَ . قَالَ مَا مَنَعَکَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُکَ قَالَ اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ ط قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا یَکُوْنُ لَکَ اَنْ تَتَکَبَّرَ فِیْهَا فَاخْرُجْ اِنَّکَ مِنَ الصَّاغِرِیْنَ ط قَالَ اَنْظِرْنِیْ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ط قَالَ اِنَّکَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ ط قَالَ فَبِمَا اَغْوَیْتَنِیْ لَاَ قْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَکَ الْمُسْتَقِیْمَ ط ثُمَّ لَاٰتِیَنَّهُمْ مِّنْ بَیْنِ اَیْدِیْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَیْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَائِلِهِمْ وَلَا تَجِدُ اَکْثَرَهُمْ شَاکِرِیْنَ ط قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْؤُوْمًا مَّدْحُوْرًا لَّمَنْ تَبِعَکَ مِنْهُمْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْکُمْ اَجْمَعِیْنَ. (الاعراف رکوع ۲)

۳. وَاِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اِنِّیْ خَالِقٌ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ. فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سَاجِدِیْنَ. فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِکَۃُ کُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ. اِلَّا اِبْلِیْسَ اَبٰی اَنْ یَّکُوْنَ مَعَ السّٰجِدِیْنَ. قَالَ یَا اِبْلِیْسُ مَا لَکَ اَنْ لَّا تَکُوْنَ مَعَ السَّاجِدِیْنَ. قَالَ لَمْ اَکُنْ لِّاَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهٗ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ. (سورۃ الحجر رکوع ۳)

۴. وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْا اِلَّا اِبْلِیْسَ ط کَانَ

Marfat.com

مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَ ذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا ۝ (سورۃ کہف)

۵. وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ قَالَ ءَاَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ طِيْنًا. (سورہ بنی اسرائیل رکوع ۷)

۶. وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ط اَبٰى فَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَلِزَوْجِكَ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى. (سورہ طٰہٰ ۷)

۷. اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِيْنٍ ط فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ ط فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ط اِلَّآ اِبْلِيْسَ اِسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ط قَالَ يٰٓاِبْلِيْسُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ اَسْتَكْبَرْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِيْنَ ط قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ط قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ ط وَّاِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِيْٓ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ط قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ط قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ط اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ط قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ط اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ط قَالَ فَالْحَقُّ وَالْحَقَّ اَقُوْلُ ط لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ. (سورۃ ص رکوع ۵)

ابلیس نے سجدۂ آدم سے انکار کیا اللہ تعالیٰ نے اس کو راندۂ بارگاہ بنایا، اس

Marfat.com

نے اپنی عبادت کا اور گزشتہ اطاعتوں کا واسطہ دے کر مہلت طلب کی، شیطان کو مہلت مل گئی اور اس ذات کبریا کے سامنے اللہ کی عزت کی قسم کھائی کہ میں آدم کی اولاد کو تیری بغاوت اور سرکشی پر اکساؤں گا اور بڑے عتاب اور ناراض مندی کی آماجگاہ بناؤں گا ان کو تیرے شکر کی لذت اور شکر کے نتیجوں سے غافل و بے خبر رکھوں گا۔

ایک خاص بات جو آج کی اس محفل کا ذریعہ بنی ہے، کلام الٰہی کا یہ مقام جہاں جہاں شیطان کا یہ دعویٰ کھلے لفظوں میں بیان ہوا ہے۔

قَالَ رَبِّ بِمَا اَغْوَيْتَنِيْ لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَلَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ.

شیطان نے کہا الٰہی تو نے اس کی حمایت اور رعایت میں مجھے گمراہ کیا میں بھی اولاد آدم کے لئے زمین میں ہر چیز کو ایک خاص حسن و زینت کا رنگ دے کر پیش کروں گا اور اس کے ذریعے سے سب کو گمراہ کروں گا۔

ہمارے حواس، ہمارے حواس ہیں، ہم دیکھتے ہیں، ہم سنتے ہیں، ہم چکھتے ہیں، ہمارے بدن کی قوت لامسہ آرام اور لذت چاہتی ہے، ہم سوچتے ہیں، ہم سمجھتے ہیں، غور و فکر کی قوتیں رکھتے ہیں اور ہماری سب سے نازک اور نفیس اور مرغوب قوت ہماری اپنی انانیت ہے اور انانیت کا سب سے خطرناک آلہ ملکیت کا تصور ہے کہ فلاں چیز میری ہے اور فلاں چیز میری نہیں، اس اپنائیت میں ایک حسن ہے اور ایک زینت ہے اور اس اپنائیت کے حسن اور اس کی مرغوبیت و محبوبیت کو ہر مقام پر ہر طبقے میں افراد میں اقوام میں مردوں میں عورتوں میں جوانوں میں بچوں

Marfat.com

میں ہر دور حیات میں دیکھا جا سکتا ہے۔

اول تو اپنی ہر چیز خوبصورت نظر آتی ہے اور مقابلہ کے لئے ہم ہمیشہ تیار رہتے ہیں کہ میری فلاں چیز کی فلاں صفت بڑھ چڑھ کر ہے اور اگر کوئی چیز دل ایسا لبھائے کہ اس کی پسند دل میں سما جائے، اگر وہ اپنی ہے تو اس کے اپنا ہونے کا نشہ دیر تک قائم رہتا ہے اگر اس سے بڑھ کر کوئی حسین چیز ہمارے دل کو نہ لبھائے تو وہ نشہ بعض اوقات عمر بھر قائم رہتا ہے لیکن اگر وہ چیز اپنی نہیں اور پسند اس پر فریفتہ ہے تو اس کے حصول کیلئے ہم ہر قربانی کرتے ہیں اور ہماری زندگی کی کامیابی اسی میں ہے کہ ہم اپنی اس پسندیدہ چیز کو جس کے حسن وخوبی نے ہمارا دل موہ لیا ہے حاصل کر لیں اور اگر اس کو حاصل نہ کر سکیں تو ہم اور ہماری زندگی ناکام ہے، ہم محروم القسمت ہیں قدرت نے ہمارے ساتھ کوئی بھلائی نہیں کی ہمارے رب نے ہمارے ساتھ سوتیلے پن کا ثبوت دیا ہے اور ہر شکوہ ہمارے دل میں آموجود ہوتا ہے اور ہر شکایت ہماری زبان بیان کرتی ہے گویا اس وقت ہم ناشکری کا ایک مجسمہ ہوتے ہیں اور ہمارا رؤاں رؤاں بغاوت پر آمادہ ہوتا ہے۔

خدا کی نعمتیں بے شمار ہیں ہمارے اندر اور ہمارے باہر جسم کا ایک ایک عضو نعمت ہے، بدن کے تمام حواس نعمت ہیں جو اس کی تسلی اور اطمینان کا خارجی اور داخلی ذریعہ نعمت ہے۔

وَ اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا

اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شمار کرو تو شمار نہ کر سکو گے اور یہ لازم ہے کہ ہر نعمت

Marfat.com

خواہ وہ بڑی ہو خواہ چھوٹی شکر کی مستحق ہے۔

ع شکر نعمت ہائے تو چندانکہ نعمت ہائے تو

اور خود شکر ایک ایسی نعمت ہے جس کا شکر سب سے زیادہ ہونا چاہئے اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ اِنَّہٗ کَانَ عَبۡدًا شَکُوۡرًا ط. کتنی خوشنودی الٰہی کا خزانہ اپنے اندر رکھتا ہے انسانی فطرت ہے کہ بھلائی داد چاہتی ہے اور بے داد کو ناپسند کرتی ہے بسا اوقات محسن اور ممنون کے درمیان ناپسندیدگی اسی وجہ سے پیدا ہو جاتی ہے کہ ممنونیت نے احسان کی داد کماحقہٗ نہیں دی اور فطرت الٰہی نے فطرت انسانی کے بعض حصوں کو اپنی فطرت سے تشبیہ دے دی ہے۔

فِطۡرَتَ اللّٰہِ الَّتِیۡ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیۡهَا

''اللہ کی فطرت وہی ہے جس پر انسان کو پیدا کیا''

اب شیطان نے ہماری انانیت (نفسانیت) کے ساتھ خفیہ ساز باز کی، اپنائیت اور پسند کی قوت کو اتنی قوت دی اور اس عارضی قیام گاہ میں نہایت عارضی اور ناپائیدار زینت کا ہمیں ایسا شیدا بنا دیا کہ صرف ایک پسندیدہ چیز کے نہ ملنے پر ہم لاکھ پسندیدہ نعمت کے شکر سے محروم ہو جاتے ہیں، شیطان نے اللہ کے سامنے یہ دعویٰ کیا کہ میں زمین میں ان کیلئے زینت کا سامان پیدا کروں گا گویا فانی اشیاء کی خوبصورتی اور ان کی پسندیدگی میں ہماری دشمن قوتوں کا ہاتھ ہے کہ ہمیں ایک چیز کا حسن نظر آتا ہے وہ ہمیں پسند ہے اس کو ہم اپنی ملک دیکھنا چاہتے ہیں، اگر ہوگی تو کامیاب نہیں تو ناکام اور یہ سلسلہ غیر متناہی کہ صرف ایک چیز کی پسند اور ملکیت پر

Marfat.com

دارومدار ہوتا تو کوئی بات نہ تھی حسین اور پسندیدہ اشیاء دائیں بائیں آگے پیچھے اوپر نیچے موجود ہیں دنیا حسن سے بھری پڑی ہے، اپنے اپنے درجے اور اپنی اپنی استعداد کا حسن ہر شخص کو ہر جگہ مل جاتا ہے اس کی الہوا اس کے حصول کے در پے ہو جاتی ہے اور یہ خواہش اور یہ طلب ہماری زندگی بن جاتی ہے اور ہم جنہیں شکر کا مجسمہ ہونا چاہئے تھا ناشکری کا ایک پہاڑ بن جاتے ہیں کیونکہ یہ خواہشیں لاکھوں پھر حصول خواہش کے بعد اس کے بچے پوتے اور اس کی غیر منتہی ذریت کا چکر بھی ہمیشہ چکر میں رکھتا ہے۔

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے

بہت نکلے میرے ارمان لیکن پھر بھی کم نکلے

دنیا کا حسن ایک مرکز ہے اور حسن ازل کی جھلکیوں نے اس کو نہایت مرغوب بنا دیا ہے، ذرے سے لے کر آفتاب تک اور قطرے سے لے کر دریا تک چیونٹی سے لے کر ہاتھی تک حسن ہی حسن ہے اگر اس حسن ظاہری میں ہماری آنکھ حسن باطن کا مشاہدہ کرے تو رائی پہاڑ سے مستغنی کر سکتی ہے اور قطرہ دریا سے بے نیاز کرتا ہے اور ذرہ آفتاب کا قائم مقام بن سکتا ہے کیونکہ حسن ازل کی جو چمک آفتاب میں ہے وہی ذرے میں بھی ہے جو عظمت پہاڑ میں ہے وہی رائی میں بھی پوشیدہ ہے جو لطافت دریا میں ہے وہی قطرے میں بھی موجود ہے۔

قطرے میں دریا نظر آئے نہ اور جزو میں کل

کھیل بچوں کو ہوا ایک بینا نہ ہوا

Marfat.com

حسن اور اس کی رعنائیاں اپنی جگہ قائم، ہم نے نفس اور شیطان کے ہاتھوں اپنا بیڑا اس طرح غرق کرایا کہ حسن ناپائدار کو ہماری الھویٰ نے اپنی ملکیت کے دامن میں لینا چاہا اور جہان بھر کے سارے حسن کو یہ کیسے اپنے تنگ دامن میں لے سکتی تھی، اس مقصد میں ناکام ہوگئی، اس کی ناکامی نے ناشکری کا لباس پہن لیا اور بغاوت کے ہتھیار نکال لئے اور قدرت کی تمام فیاضیوں اور عنایات کو یکسر فراموش کردیا اور اس کا گلہ شروع کردیا اور محرومیوں ناکامیوں کا ماتمی لباس پہن لیا۔

فیاض مطلق کو بھی اس کی یہ ناروا چال دیکھ کر نفرت ہوگئی اور جب محبوب مطلق کو اس سے نفرت ہوگئی تو محبت کا یہ مظہر اتم دوستی و محبت کا یہ دریائے ذخار چالاک دشمن کی چال میں آکر نفرت وحقات کا ایک غلیظ ناپاک مجسمہ بن گیا، عنایت الٰہی اور نعمائے ربانی کا کوئی ٹھکانا نہیں۔

رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ ط

عنایت الٰہی نے انبیاء کی شکل میں آکر اور کتب ساویہ کا لباس پہن کر اور عقل سلیمہ کی چادر پہن کر زمانے میں اپنا رنگ دکھایا۔

مختلف طریقوں سے بھولے بھٹکے راہیوں کو بلایا جس خوش نصیب نے قدرت کاملہ کی آواز پر کان دھرے وہ سب سے پہلے اس فریب نفس شیطان سے آگاہ ہوا کہ نہ میں مستقل کچھ بھی نہ میری خواہش اور پسند کے کوئی معنی ہیں، تیری حکمت تیری پسند اور تیری خواہش ہی سب کچھ ہے، میں اپنی پسند اپنی خواہش بلکہ اپنے وجود کے ایک ایک ذرے کو تیری عظمت کے سامنے قربان کرتا ہوں، کچھ وقت میں

Marfat.com

دشمن کے دھوکے میں آ گیا تھا، اب میں دوست کی چوکھٹ پر عاجزی، نیاز اور التجا کا سر جھکاتا ہوں، اے عاجزوں، نیاز بندوں اور پکارنے والوں کے آقا و داتا! مجھے دشمن سے بچا، اپنی دوستی سے قبول فرما اور مجھے اپنے پوشیدہ حسن کا شیدا بنا، میں عہد کرتا ہوں کہ ان عارضی فریب کاریوں کے پھندوں میں میں آئندہ نہ پھنسوں گا۔

ایسے شخص کی زندگی بھی کامیاب اور ایسے شخص کی موت بھی کامیاب، شیطان راندۂ بارگاہ جیسے پہلے تھا ویسے بعد میں رہا ورنہ اللہ تعالیٰ بجائے اس نازک وقت سے جب مسجود ملائکہ آدم کی اولاد، ازلی دشمن شیطان ابلیس کے فریب دینے سے اپنے محبوب اللہ کی رضا کے خلاف بغاوت کے جرم میں ابلیس کی طرح دھر لی جائے گی اور اس کے حسن ابد اور اپنی شان عظیمہ سے محروم ہو جائے گی اور اس ناکامی اور محرومی کی آگ میں ہمیشہ ہمیشہ جلے گی۔

اِلَّا عِبَادَکَ مِنۡهُمُ الۡمُخۡلَصِیۡنَ ط

مگر تیرے عبادت گزار اخلاص والوں کو (میں گمراہ نہ کرسکوں گا)

اللہ تعالیٰ نے یہ شیطان کی زبان سے کہلوا دیا کہ میرا وار ان پر نہ چلے گا جو تیری بندگی میں تیرے بندے بن کر رہیں گے۔

پھر اپنا فیصلہ دے دیا۔

اِنَّ عِبَادِیۡ لَیۡسَ لَکَ عَلَیۡهِمۡ سُلۡطٰنٌ ط

”میرے عبادت گزار بندوں پر تیرا غلبہ نہیں ہوگا“

شیطان کے مکر و فریب اس کی چال بازیوں اور اس کے ہر قسم کی تاثیرات

Marfat.com

سے بچانے کیلئے اخلاص اور عبادت کو مؤثر فرمایا ایسا مؤثر کہ ہر قسم کی تاثیرات سے
بھرپور شیطان کے زہر کے سامنے تریاق اور اللہ کی امداد واعانت کو کشش کرنے
کے لئے مقناطیس جو شخص توبہ کے بعد عبادت واخلاص کا مجسمہ بن گیا۔

☆......☆......☆

Marfat.com

درس قرآن: 14 (الف)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا الَّذِیۡ بٰرَکۡنَا حَوۡلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنۡ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّہٗ ہُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ ۝ (پارہ 15- سورۃ بنی اسرائیل- پہلی آیت)

ترجمہ: پاک ہے وہ اللہ جل جلالہ جو اپنے بندے (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو رات کے وقت مسجد الحرام (خانہ کعبہ) سے مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) تک لے گیا (وہ مسجد اقصیٰ) جس کے اردگرد ہم نے برکتیں رکھی ہیں بے شک اللہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔

یہ آیت معراج کی آیت ہے معراج سیڑھی کو کہتے ہیں بلندی پر جانے کے لئے سیڑھی کی ضرورت ہے زمین کی بلندیاں' زمین کی بلندیاں ہیں آسمان کی بلندیوں کے لئے بھی بلندی ہی کا لفظ ہے۔ زبان محدود' الفاظ محمود اور معانی غیر محدود لیکن عقل کی پھیلی ہوئی شعائیں غیر محدود معانی کو محدود الفاظ میں دیکھ لیتی ہیں۔

انبیاء علیہ السلام کی روحانی بلندیوں کا اگرچہ کوئی ٹھکانہ نہیں اور ان کی محسوسات ہماری عقل کی دریافتوں سے وراء الورا ہیں تاہم ہمارے رسول کریم حبیب رب العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مرتبہ تمام انبیاء میں ایسا ہے جیسا آسمانی اجرام میں سورج کا مرتبہ ہے اس لئے آپؐ کی ہر قسم کی کیفیات ہر طرح کے

Marfat.com

انکشافات اور درجات و مقامات بھی اسی نسبت سے بلند ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضور کو آسمان پر بلایا' اور اپنے قرب کا انتہائی درجہ عطا فرمایا اور اس انتہائی قرب الٰہی سے جو جو نعمتیں اور جو جو عنایات وابستہ تھیں وہ تمام عنایت فرمائیں۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور حضورؐ کی نبوت و رسالت قیامت تک کے لئے قائم و دائم ہے۔ اس لئے حضورؐ کے کمالات کا تذکرہ بھی قائم و دائم ہے۔

قرآن کریم نے معراج کی سیر کو معجزانہ اختصار کے ساتھ بیان فرمایا اور اس کی تفصیل میں اگر ہزاروں کتابیں لکھی جائیں تب بھی نامکمل تفصیل ہوگی کیونکہ عالم دنیا کے حالات اور کیفیات بھی اتنے ہیں جو بیان نہیں ہو سکتے چہ جائیکہ عالم آخرت کے حالات و کیفیات' عالم آخرت کے مشاہدات کو تو سمندر سیاہی بن کر بھی نہیں لکھ سکتے اور معراج مقدس دنیا اور آخرت دونوں کے مشاہدات کا ایک جامع کمال ہے اور ایسا کمال کہ کسی نبی مرسل کو بھی حاصل نہیں ہوا اور کسی مقرب فرشتے کو بھی یہ کمال میسر نہیں ہوا۔

مادے کی دنیا میں رہ کر ہم روح کے عالم کے بارے کچھ بھی کہہ نہیں سکتے۔ روح کا عالم بھی اگرچہ جسم کا عالم ہے لیکن مادے کے جسم کا عالم نہیں وہ روح کے جسم کا عالم ہے اور روح کو ہم مجسم دیکھ بھی نہیں سکتے اور روح کے مجسم ہونے کو سمجھ بھی نہیں سکتے کیونکہ عالم آب و گل میں جب کوئی روح مجسم ہوتی ہے تو اسی مادی

Marfat.com

جسم کی صورت اختیار کرتی ہے لیکن روح اپنے عالم میں اپنا نوری جسم ایسا رکھتی ہے جو دنیاوی جسموں سے بالکل الگ جسم ہے وہ عقل کی کوشش سے سمجھ میں بھی نہیں آ سکتا چہ جائیکہ مشاہدے میں آئے۔ پھر اس عالم روح کے کلیات تو رہے ایک جانب اس کی ہر ہر جزئی کو بھی کما حقہ مشاہدہ فرمانا یہ ختم المرسلینؐ ہی کا کمال ہے۔ ایسا مشاہدہ دنیا میں کسی دوسرے فرد کے لئے ممکن ہی نہیں۔

سائنس کے دور میں سائنس کے کمالات سے پہلے کی دنیا کا ہم اپنے تصور میں مشاہدہ کریں پھر ان سائنسی کمالات کو دیکھیں تو تعجب اور حیرانی کے سوا ہمارے پاس کچھ نہیں ہوتا لیکن روح کی دنیا جس کا کوئی چھوٹے سے چھوٹا اندازہ بھی ہماری عقل اور ہمارا وہم وگمان لگا نہیں سکتا پھر اس کے عجائبات اور اس کے انتہائی کمالات کا کوئی کیا اندازہ لگائے گا۔ پھر صرف اندازہ نہیں جائزہ لینے کے لئے سرور دو عالم ﷺ کو معراج کی دولت بخشی گئی اور یہ حضور ﷺ ہی کا حصہ تھا۔

جب تک ہم مادی جسم میں ہیں بلندی پر جانے کا تصور مختلف قسم کے اسباب کا محتاج نظر آتا ہے اور سخت تکلیف دہ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم مادی فضاؤں سے اس طرح پار نکل گئے جس طرح نظر آنکھ سے باہر چلی جاتی ہے۔ آسمان پر حیات موجود ہے اور وہ ہر قسم کی حیات ہے پرانی زندگی بھی ہے اور نئی زندگی بھی۔ پرانی زندگی سے مراد وہ روحیں جو دنیا کو چھوڑ کر اپنے اللہ کے پاس گئیں اور نئی زندگی سے مراد وہ ارواح اور وہ مخلوق جو ابھی دنیا میں آئی ہی نہیں جن کی اقسام اور تعداد کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے ایسی تمام مخلوق آسمانوں پر بستی ہے۔ آسمان پر حضرت آدم علیہ

Marfat.com

السلام موجود ہیں اور وہ روحیں جو ابھی دنیا میں نہیں آئیں اور دنیا میں آنے کے لئے منتظر ہیں اپنی نورانی صورت میں موجود ہیں اس طرح باقی آسمانوں کی بے شمار مخلوق اپنے اپنے مرتبے میں موجود ہے۔ اور فرق مراتب ہر جگہ پایا جاتا ہے اور یہی ایک نفیس اور لطیف فرق ہے جو اللہ کی ہر صنعت اور ہر مخلوق میں اس کی حکمتوں کے دریاؤں کو اپنے اندر رکھتا ہے۔

نبوت اور رسالت خدا تعالیٰ کی بہترین مخلوق یعنی انسانیت کا بلند ترین درجہ ہے پھر حبیب کبریا باعث کون و مکان سید الانبیا محمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت و نبوت تو درجے کے لحاظ سے اور مرتبے کے طور پر ''بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر'' کی حکمتوں کی جامع ہے تو ایسی صورت میں حضور ﷺ کو زمین پر بیٹھے بیٹھے بھی معراج کی سیر اور آسمان کی زندگی کا مشاہدہ کرایا جا سکتا تھا لیکن نہ معلوم ''اَسریٰ بِعَبْدِہٖ'' میں کیا کیا حکمتیں پوشیدہ تھیں کہ اتنے بڑے اہتمام کے ساتھ حضورؐ کے جسم اطہر کو آسمان پر لے جایا گیا۔

ہم نے عمل کی شکل دیکھی ہے اور اس کی تھوڑی بہت کوفت کو بھی دیکھا ہے نتیجے کے لحاظ سے ہم نے جن جن اعمال کو دیکھا ہے وہ کوئی حیران کن کرشمہ اپنے اندر نہیں رکھتے۔ تعلیم میں محنت کرو تو ''بی اے' ایم اے بن جاؤ' پی سی ایس کا مقابلہ جیت جاؤ' سی ایس پی کی دوڑ میں پہلے نمبروں میں آ جاؤ۔ ڈاکٹر بن جاؤ' انجینئر کہلاؤ ان سب لوگوں کا کھانا' پینا پہننا اور دیگر کیفیات صرف انیس بیس کے فرق سے عام لوگوں کی طرح ہیں۔ اور انسانی مرتبوں میں تھوڑی سی یہ بلندی کوئی

Marfat.com

اتنی بڑی بلندی بھی نہیں کہ ساری دنیا اس کے لئے سرمارے اور پھر ساری دنیا کو یہ مرتبے مل بھی کیسے سکتے ہیں۔ جبکہ ایسے دماغ بھی محدود اور مرتبے دماغوں سے زیادہ محدود۔ ایسی صورت میں ہمارے اعمال جو آخرت کے لئے ہیں اور ان کے وہ مرتبے جن کو سننا اور سمجھنا بھی مشکل ہو اور وہ مراتب اتنے عظیم ہوں کہ دنیا کی قیمتی دھاتیں اور دنیا بھر کے جواہرات اکٹھے کئے جائیں تو بظاہر اس مفت کے کام کے اجر میں وہ اتنے کم ہوں کہ ایک دفعہ آنکھ جھپکنے میں جو کام آسانی سے انجام پا سکتا ہو یہ سونے کے پہاڑ اور موتیوں کے دریا اور ہیروں کے ذخیرے اس کی قیمت ادا کرنے میں قاصر ہوں تو بتلایئے ایسے اعمال کے نتائج کا مشاہدہ کئے بغیر ان کی تسلیم کیسے ہو اور چونکہ نبی اور رسول کی ذات اعتماد اور بھروسے کی تاثیروں کا ایک جہان ہوتی ہے۔ نبی اور رسول کی باتوں کو ماننے میں ایمان فخر محسوس کرتا ہے اس لئے سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آسمانوں پر نتائج اعمال کی تمام جزئیات کا مشاہدہ کرایا گیا۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ان الفاظ کے مطابق (''لِيَطْمَئِنَّ قَلْبِي'' تاکہ میرا دل مردوں کو زندہ ہوتے دیکھ کر مطمئن ہو جائے)۔ حضورؐ نے اپنی آنکھوں سے عالم امر و آخرت کے تمام عجائبات کا مشاہدہ فرمالیا اور اطمینان کی ایک ایسی قوت پیدا ہوگئی جو ہمنشینوں کے سینوں کو اطمینان کی دولت سے مالا مال کر سکے اور آنے والی نسلیں بھی اس اطمینان کی قوت اور اس کی مقدس لہروں سے اپنے ایمان کے نہاں خانے روشن کر سکیں۔

اللہ جل جلالہ کو اپنی تمام مخلوق سے زیادہ محبت اپنے حبیب محمد رسول اللہ

Marfat.com

ﷺ سے ہے اور محبت کے وہ تقاضے جو قرب و وصل کی صورت میں انسانی قلوب میں آتے جاتے ہیں ان ہی تقاضوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات مقدس سے ایک نمونے کے طور پر اس لئے ظاہر فرمایا کہ محبوب سے قرب و وصل بھی ایک سنت اللہ قرار پائے اور ایمان والے محبت کی مقدس لہروں کو اپنے ایمان کی فضاؤں میں محسوس دیکھنے کی کوشش میں لگ جائیں اور اس کے لئے مجاہدے کریں اور مجاہدہ کے بعد مشاہدہ کی دولت سے سرفراز ہوں اور وصل و وصال کی نعمت محبت کی آرزوؤں کا نہایت قیمتی پھل ہے۔

تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہ کے معتمد ثمرات کے زمرے میں شامل ہو جائے اس لئے معراج کے ایک معین اور صد ہزار مرتبہ قابل اعتماد ذریعہ سے آسمانوں پر اپنے حبیب کو بلایا عرش معلیٰ کی سیر کرائی اور لامکاں کی غیر محدود بلندیوں پر لا بٹھایا اور قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی کے دل نواز قرب سے اپنے حبیب کو نوازا۔ اور اگرچہ معراج مقدس کی کیفیات عالم امر کی کیفیات ہیں اور عالم روح کی کیفیات عالم جسم کی کیفیات سے بہت ہی مختلف ہیں جن کے بارے حضور ﷺ کا یہ ارشاد کافی ہے لَا عَیْنٌ "رَاَتْ وَلَا اُذُنٌ" سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰی قَلْبِ بَشَرٍ ٥ نہ کسی آنکھ نے ان کو دیکھا نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی دل پر ان کا خیال ہی گزرا۔ تاہم اس عالم خلق میں جو جو بلند کیفیات محبت کی وادی میں وصل و فراق کے سلسلے میں اہل محبت کو پیش آتی ہیں اور آنی چاہئیں۔

محبت کی وادی میں وصل و فراق کے سلسلے میں ان سب کو مثالی رنگ میں

Marfat.com

معراج کے پردے میں ظاہر فرما دیا۔ ورنہ اللہ تعالیٰ کی ذات قادر مطلق ذات ہے اور اس کی قدرت زمین پر آسمان کی کیفیات بھی پیدا فرما سکتی ہے اور زمین پر آسمان کے مشاہدات بھی لا سکتی ہے اور اس کے لئے دوری اور نزدیکی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا وہ تو نَحۡنُ اَقۡرَبُ اِلَیۡهِ مِنۡ حَبۡلِ الۡوَرِیۡد کی نزدیکیوں میں جلوہ فرما ہے۔ اس لئے معراج شریف کی تمام تفصیلات اور معراج مقدس کے تمام حالات محبت کی ظاہری تفصیلات ہیں اور یقین کی بلند ترین کیفیات۔ کاش انسانیت اپنا مرتبہ سمجھے اپنی اس دنیا میں موجودگی کی حکمت سے واقف ہو اور اپنی تمام کوششوں کو محبت کی سوداگری میں خرچ کرے تاکہ اس مختصر سی زندگی میں محبت کا یہ تخم جنت کے ثمرات کی صورت میں اور قرب و وصال محبوب حقیقی کی شکل میں ہمیشہ کے لئے حاصل ہو جائے۔

☆......☆......☆

Marfat.com

درس قرآن: 14 (ب)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا الَّذِیۡ بٰرَکۡنَا حَوۡلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنۡ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّہٗ ہُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ ۝ (پارہ 15 - سورۃ بنی اسرائیل - پہلی آیت)

ترجمہ: ''پاک و مقدس ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو رات کے وقت مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ کی طرف لے گئی' یہ اس لئے کہ ہم اس کو اپنی نشانیاں دکھلائیں اللہ تعالیٰ لا ریب ہمیشہ سننے والا ہے اور ہمیشہ ہر چیز دیکھنے والا ہے''

معراج النبی ﷺ حضور سرور دو عالم نور مجسم ؐ کے معجزات سے ہے حضور کا یہ معجزہ بھی اتنا ہی بڑا ہے جتنا بڑا حضور کا مرتبہ ہے' آسمان کی زندگی میں جانے والے ہمیشہ مستقل طور پر جاتے ہیں جس کو عرف عام میں موت کہا جاتا ہے اور پھر اس تبدیلی کے بعد دنیا میں ان کی واپسی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قیامت تک کے لئے آنے والے ہر قسم کے انسانوں کو آخرت کی زندگی کا تصور پیش کرنا تھا۔ جب تک ان جزئیات کا کامل اور عینی مشاہدہ نہ کر لیا جاتا تب تک یقین کی زندہ جاوید کیفیت ہر ماننے والے میں پیدا ہونا مشکل تھی۔ تمام انبیاء علیہم السلام کو آخرت کا مشاہدہ کرایا گیا لیکن انہوں نے زمین پر بیٹھ کر آسمان کی زندگی کا مشاہدہ کیا بے شک وہ مشاہدہ بھی یقین کی کیفیت کو ہزار چند بڑھا دیتا ہے لیکن آسمان کی زندگی کو آسمان پر دیکھنا' وہاں جا کر اس کو آزمانا' اس

Marfat.com

زندگی کے جزئیات کو ایک ایک کر کے اپنے حواس ظاہر و باطن سے پرکھنا کچھ اور معنی رکھتا ہے۔ اس لئے آقائے دو جہاںؐ کو اللہ کریم نے عالم آخرت کی سیر کرائی' حیات آخرت کی تعریف کوئی کیا کرے جس کے بارے حضورؐ یہ فرمائیں:

لاعین رات ولا اذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر ہ

''اس کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی
دل میں اس کا وہم و گمان ہی آیا''

دنیا کے اہل کمال اور موجد لوگ اپنی مسلسل تگ و تد سے اور ہر قسم کی علمی اور مشینی فتوحات اپنے تمام خیالی اور وہمی منصوبوں کی تکمیل کر بھی لیں اور ہر قسم کی تخلیقی کامیابیاں اس جہان میں آنکھیں دیکھ بھی لیں اور دنیا ایک نئی دنیا بن جائے تاہم آخرت کا جو تصور مذہب پیش کرتا ہے اس کے مقابلے میں دنیا کا ہر کمال آخرت کی ابجد سے بھی کم ہے۔ بیشک مادی دنیا میں ہر چیز کی تخلیق مٹی سے ہوئی ہے لیکن مٹی کے مقابلے میں انسان کامل کی جو حیثیت ہے دنیا کے مقابلے میں آخرت کی حیثیت ہر لحاظ سے اس سے لاکھ گنا زیادہ ہے۔ مادی دنیا میں بُعد کا مسئلہ ایک لانیحل مسئلہ ہے۔ بُعد خواہ مکان کا ہو خواہ زمان کا' دونوں کو کم کرنے کے لئے سائنس مقابلے کی دوڑ لگا رہی ہے دیکھئے یہ اپنے آلات' اپنے اسباب سے کہاں پہنچتی ہے لیکن اس نے اگر اپنے مزعومہ فاصلوں کو طے کر بھی لیا اور آسمان کی بعض وسعتوں کو اپنی تسخیر کے دام میں لے بھی آئی تو انسان کو مادی جسم سے چھٹکارا کیسے ممکن ہو گا۔ یہ زمین کی بلا آسمان پر بھی بلائے جان بن کے رہے گی۔ آخرت میں روح کی دنیا ہے اور

Marfat.com

لطافت کے پردے ہیں یہ سب جلوہ الٰہی ہے اور حسن کی مجسم رعنائی' دنیا آخرت کے سمندر کا ایک بلبلا ہے یا آخرت کے آسمان کا ایک تارا یا آخرت کے صحرا کا ایک ذرہ۔

لیکن یہی ہماری آخرت کی ابتدا ہے اور یہی ہماری دائمی زندگی کا مزرع ہے گویا یہی ہمارا مادہ ہے جس سے ہماری آخرت کی زندگی کا جسم مرتب ہو رہا ہے یہی زندگی جوہر ہے یہی زندگی اصل ہے جس کی بنیادوں پر آخرت کی تعمیر ہوگی۔

وحی والہام کی زبان نے اور نبوت اور رسالت کے فرمان نے آخرت کو دنیوی فہم کے ہر طبقے اور ہر استعداد کے مطابق آسان سے آسان لفظوں میں سہل سے سہل معانی کے ساتھ پیش کیا۔

روح انسانی عالم امر یعنی عالم آخرت سے تعلق رکھتی ہے یاددہانی سے یاد کر لینا بھی فطرت انسانی ہے لیکن حواس کی تیز اتیز ہواؤں نے اور جذبات کے تیز وتند بہاؤ نے ادھر توجہ کو نہ آنے دیا۔ نبوت اور رسالت کا مقصود اور ہدایت و رشد کا مطلوب یہی ایک نکتہ ہے کہ آسمانوں کی زندگی ہماری ہی زندگی ہے۔ اور ہم دیر یا سویر اس زندگی میں جانے والے ہیں۔ یہاں سے کچھ کما کر لے جائیں اور سرخرو ہو کر جائیں تا کہ وہاں کی ذلتوں سے بچ جائیں اور وہاں کے گوناگوں عذابوں سے ہمیں نجات مل جائے۔

اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مر جائیں گے
مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے

Marfat.com

عوام کا ایمان یومنون بالغیب کے ساتھ وابستہ ہے کیونکہ ہر ایک کے سامنے سے پردہ ہٹ جائے تو امتحان اور آزمائش کا سوال ختم ہو جاتا ہے لیکن خواص اور مقبولین کا ایمان تو بالغیب پر اکتفا نہیں کرتا۔ بلکہ وہ اپنے مجاہدہ کی قوت سے اور ریاضت کے نور سے راستے کے پردے چاک کر دیتے ہیں اور "اَنْ تَعْبُدُ اللہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ وَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ o (اللہ کی عبادت یوں کرو گویا تم اللہ کو دیکھ رہے ہو اور اگر یہ مقام میسر نہ ہو تو گویا اللہ تعالیٰ تمہیں دیکھ رہا ہے) کے مشاہدات روحانی کی بلند بام پر جا قدم ٹکاتے ہیں پھر آخرت کی زندگی ان کے لئے کسی شک کے پردے میں نہیں رہتی بلکہ لو کشف الغطاء ما ازددت یقیناً (اگر پردے کھل بھی جائیں تو میرے یقین میں (بوجہ کمال یقین) کچھ اضافہ ممکن نہیں) (حضرت علیؓ)

معراج النبیؐ جہاں سرور دو عالم حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت شان اور علو مرتبت کی نشاندہی کر رہا ہے وہاں امت کے لئے یقین کے اضافے کا ایک واضح خزانہ ہے طالب مولا اس دریا سے موتیوں کی تھیلیاں بھر بھر کے لے جا سکتا ہے۔

معراج کا ہر باب یقین کا ایک پہاڑ ہے اور تسکین کا ایک آفتاب۔

جبریل علیہ السلام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دیکھے بھالے اور جانے پہچانے فرشتے ہی نہیں بلکہ ایک جاں نثار دوست اور مخلص خادم بھی ہیں۔ وہ شب و روز وقت بے وقت آ حاضر ہوتے ہیں کبھی اللہ کی وحی لاتے ہیں، فرمان الٰہی پہنچانا ان کا کام ہے۔ اور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو مختلف مشورے دینا اور ہمیشہ ہر طرح کی

Marfat.com

امداد کرنا ان کی پائیدار دوستی اور بے لوث اخلاص کا تقاضا ہے۔ یہی جبریلؑ ستائیسویں رجب سنہ ہجری کو بھی تشریف لائے مکہ کے لوگ محوخواب ہیں اور اتفاق سے محبوب کبریاﷺ کی آنکھ بھی آج تھوڑی دیر کے لئے لگ گئی جبریلؑ تلوے مل رہے ہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آنکھ کھلی السلام علیکم ورحمتہ اللہ کے بعد جبریلؑ نے کہا' حضور آج میری آمد کا مقصد کوئی قرآنی سورہ پیش کرنا نہیں نہ ہی صرف زیارت رخ پرنور مقصود ہے بلکہ آج ایک انقلاب عظیم کا پروگرام پیش کرنے کو حاضر ہوا ہوں۔ آج کی رات ظہور محبت اپنے مقصود کی انتہا کو پہنچنے والا ہے اور محبوبیت کو وہ درجہ ملنے والا ہے جو آج تک نہ کسی کو ملا اور نہ ہی کسی کو مل سکتا ہے۔

آج اللہ کی ذات اور اس کی صفت محبت اپنی محبت کے مظہر اتم کو اپنی کمال دلربائی کے ساتھ ایسے قرب سے نوازنے پر آمادہ ہے جو قرب آج تک صفات کو حاصل ہو تو ہو کسی مظہر صفت کو نہ حاصل ہو سکا ہے اور نہ اسکا حصول ممکن ہے۔

اللہ الصمد اے بے نیاز ذات تیرا ہر کام نرالا ہے اور تو نت نیا مظہر پسند فرماتا ہے (کل یوم ھو فی شان) کل تیری محبت کی ایک انگڑائی نے دوعالم کا ظہور فرمایا اور محبت کی جان اور اس مظہر کی روح (بمطابق حدیث قدسی لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ (اگر آپ نہ ہوتے تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا) محمدﷺ کے نور مجسم کو مقرر فرمایا۔

محمدﷺ کی ذات محبت کا مظہر اتم ہے اور محبت' ذات الہ العلمین کا ظہور اول ہے اس لئے ذات حق اور اس مظہر اتم میں اتنا فرق ہے جتنا تیر انداز اور کمان میں

Marfat.com

فرق ہو سکتا ہے۔ کمان کماندار سے کچھ دور نہیں اس کے اپنے ہاتھ میں ہے اور اس کے کمال تیر اندازی کا ذریعہ اور اس کے ماسوا کو شکار کرنے کا ایک بہانہ عالم امر اسی محبت کا مرہون منت ہے تو عالم خلق اسی الفت کا صید بے بس۔ محبت کی فطرت میں ہے کہ وہ محبوب اور محب میں دوئی برداشت نہیں کر سکتی اگرچہ وصال میں بھی شکیب وقرار سیماب وار مضطرب ہو جاتا ہے تاہم محبت دوئی کو بھی کسی صورت پسند نہیں کرتی۔

محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات ذات محبت ہے۔ اور کائنات کا وجود حضورؐ کے ظہور کا عکس مبین ہے محبت کی بے قراری محبت کا اپنا جسم ہے اور اسی بے قراری میں محبت قائم رہتی ہے ناممکن تھا کہ سرور دو عالمؐ کی بے قراری اور اپنے مرکز کے قرب حقیقی کی جستجو نہ کرتی اور یہ ظہور اپنے مرکز ظہور کی طرف رجوع نہ کرتا۔ اس واسطے حضور سرور دو عالمؐ الہ العالمین کے قرب کے خیال میں بے قرار رہتے۔ ادھر محبوبیت کا وقار رب ارنی انظر الیک کے اظہار سے پہلو تہی کر رہا تھا اور تمنائے وصل اندر ہی اندر پختہ ہو رہی تھی۔ ذات الہ العالمین جامع الصفات ہیں وہاں محبوبیت اور عاشقیت اکٹھے رہتے ہیں خود طالب و خود مطلوب ہیں لیکن اس مظہر کی پوشیدہ نیاز اور عشق ذات الہ العالمین نے آسمان کے دروازے کھول دیئے عرش الٰہی فرش راہ بننے کو تیار ہو گیا اور سرکار دو عالمؐ عرش سے اوپر لامکان پر جلوہ افروز ہوئے اور لامکان کی غیر محدودیت تشبیہ و استعارہ کے پردوں میں لپٹ کے آ گئی اور ذات الہ العالمین کی آواز نے قاب قوسین او ادنی فرمایا کہ اب محبت

Marfat.com

نے اپنے مرکز اور اپنے مظہر کو اتنا قریب کر دیا ہے کہ جس طرح تیرانداز کی تیر اندازی کی صفت اس کی کمان اور قرب کمان کے نشان سے ظاہر ہوتی ہے بالکل اسی طرح ماسوا کا وجود اس قرب محمد ﷺ کے نشان ظاہر کے سوا کچھ نہیں۔

الھم صلی علی محمد و علی ال محمد و بارک وسلم

اللہ تعالیٰ کو اپنے حبیبؐ سے محبت ہے اور وہ اللہ الصمد ہے لیکن حب الالہ ﷺ کو اپنے اللہ سے محبت ہے اور محبت کے ساتھ نیاز اور عجز ہے اس لئے حضورؐ کی فطرت نے معراج کو طلب کیا اور اللہ کے دین نے اپنے قرب کا یہ بے مثال تحفہ عنایت فرمایا۔

آیات الٰہی کا معائنہ اور مشاہدہ تو ذات محمد ﷺ کا تقاضا نہ تھا ذات محمد ﷺ کا تقاضا تو رویت رخ محبوب کے سوا کچھ نہ تھا اور قرب اور مقام قرب کی کنہ اور حقیقت تک پہنچنے کے سوا کچھ نہ تھا۔ آیات اللہ کا مشاہدہ تو صفات محمد ﷺ کا تقاضا تھا۔ تاکہ اللہ کا یہ رسول اور ہدایت کا یہ مجسمہ اپنے اندر جنت (جو قرب کا آخری مقام ہوسکتا ہے) کی آرزو جنت کی نعما اس کے نظاروں کے بیان کے وقت مشاہدہ کی تاثیرات سے بھرپور ہوں تاکہ مخاطب سننے کے ساتھ ہی اپنی استعداد کے کاسہ جات میں نور ہدایت بھر لے اور جہنم کے بیان سے اس کے آلام اور اس کے ہر قسم کے عذاب اور تکالیف کی وہ تاثیرات مخاطب قبول کرلے جو سید الانبیا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اپنے مشاہدہ کے بیان سے ممکن ہوسکتی ہیں رہیں معراج النبیؐ کی تفصیلات' تو اے طالب ہدایت!

Marfat.com

جبریل علیہ والسلام کے ساتھ آج ایک سواری بھی تھی جس کا نام براق ہے۔
نگاہ کی دوری پر اس کا پہلا قدم جاتا تھا اور عالم آخرت کی سواریوں کا یہی خاصہ ہے
معراج کی پہلی منزل بیت المقدس ہے جو اکثر انبیاء کا کعبہ ہے وہاں آدمؑ سے لے
کر عیسیٰؑ تک تمام تاجداران نبوت و رسالت موجود ہیں گویا آسمان تاروں سے
بھرپور ہے۔ سید الانبیا ﷺ کی سواری آئی سب نے ادب کیا۔ اور حضور کو اپنا
مقتدا مانا' حضورؐ نے امامت نماز فرمائی پھر سب رخصت ہوئے اور اللہ کا مطلوبؐ
اپنی سیر میں سرگرم سفر ہے۔ دوسری منزل پہلا آسمان ہے جہاں حضرت آدم نبینا و
علیہم السلام فروکش ہیں حضرت آدم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی اور آسمان اول کی
مخلوق دیکھی جو دنیا میں پہنچنے کے لئے بے تاب تھی (اے لکھنے' پڑھنے والے کل کی
بات ہے تُو بھی اسی مخلوق میں تھا جو ابھی زمین پر نہیں آئی۔ سرورِ دو عالم ﷺ کو سلام
کیا ہوتا اور علیک السلام کی آواز کو تیرے کان محسوس کرتے تو سلام (سلامتی) اور
اسلام (دین فطرت) تیرا اوڑھنا بچھونا ہوتا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نور تیرے
آگے پیچھے ہوتا اور تُو دنیا کی رہنمائی کرتا)

دوسرے آسمان پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام ہیں
حضورؐ نے ان سے ملاقات کی تیسرے آسمان پر حضرت یوسف علیہ السلام ہیں سرور
کائنات محبوبیت کے اس کامل پرتو سے ملے۔ چوتھے آسمان پر حضرت ادریس علیہ
السلام ہیں حضور ﷺ نے ان سے السلام علیکم فرمایا۔ پانچویں آسمان پر حضرت
ہارون علیہ السلام ہیں محبوب رب العالمینؐ نے حضرت ہارونؑ سے ملاقات فرمائی

Marfat.com

چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں سید الانبیاء حضرت موسیٰؑ سے ملے ساتویں آسمان پر بیت المعمور سامنے آیا۔ سرور پاک ﷺ نے اپنے حسین وجمیل دادا حضرت ابراہیمؑ سے ملاقات کی حضرت ابراہیم علیہ السلام بیت المعمور کی دیواروں سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے اس آسمان کو عرش اللہ کہا جاتا ہے۔ اس کی وسعتیں وہم کے تصور میں بھی نہیں آسکتیں۔

یہیں جنت ہے اور یہیں دوزخ اور یہ سب آیات اللہ ہیں حضورؐ دیکھنے والے اور اللہ دکھانے والا کسی تیسرے کی کیا گنجائش۔ لِنُرِيَهُ مِنْ آيَاتِنَا۔

اس مقام پر جبریلؑ کی پرواز ختم ہوگئی۔ جبریلؑ ملائکہ کا سردار ہے گویا مخلوق کی رسائی اس سے اوپر ناممکن ہے۔ خواہ وہ مخلوق نوری ہو لیکن انسانیت کا جوہر جسم و جان نہیں یہ تو ہر مخلوق میں ہے انسانیت کا جوہر محبت ہے اور یہ جوہر عطائے الٰہی ہے جو انسانیت کے ہر فرد کو عطا ہوئی۔ اور دنیا میں اسی جوہر کی آزمائش کے لئے اور اسی نور کے نکھار کے لئے انسان کو بھیجا گیا۔ انبیا علیہ السلام اسی جوہر کو تربیت دینے کے لئے مبعوث ہوئے کہ یہ جوہر نایاب ضائع نہ ہو اور یہ امانت الٰہی ٹھکانے لگے۔

دنیا کی ہر چیز میں فطرت انسانی کو بلاتی ہوئی جاذبیت بھر دی گئی تمام حواس تمام جذبات حصول محبت کے آلے ہیں فطرت کو اس نہج سے تربیت دیا گیا کہ یہ ادنیٰ کے مقابلے میں اعلیٰ کو چاہتی ہے یہاں پر فطرت کاملہ نے انسان کو آزمایا۔ دنیا اور اس کی لذات' کائنات اور اس کے نظارے سامنے کر دیئے اور خود پردہ میں بیٹھ کر دیکھا

Marfat.com

رخ روشن کے آگے شمع رکھ کر وہ یہ کہتے ہیں

اُدھر جاتا ہے دیکھیں یا اِدھر پروانہ آتا ہے

لطافت عالم کون وفساد کا انتخاب ہے پانی ہوا بننے کے لئے لہریں لیتا ہے اور ہوا برقی لہروں میں منتقل ہونے کے لئے بے قرار ہے۔ یہی ارتقائی خواہش ہر نمو کی جان ہے مٹی سبزہ بنتی ہے اور سبزہ جانوروں میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ جانور جب انسان کے اندر جاتے ہیں تو وہ انسان بن کے نکلتے ہیں۔

کاش اے اشرف المخلوق تو اپنے مرکز محبت میں غوطہ لگاتا اور تو گھٹیا چیزوں کی محبت کو چھوڑ کر اعلیٰ محبت کی جانب پرواز کرتا یہی تیری کامیابی تھی اور یہی تیری معراج۔

سرور دو عالمؐ دنیا میں تشریف لائے اور ایسے ملک میں آپؐ آئے جہاں تہذیب نہیں ایسی قوم میں آئے جو سخت پسماندہ ہے حضورؐ نے جوہر انسانیت کو چمکایا اور حضورؐ کی تربیت سے بندے خدا سے مل گئے اور حضورؐ کی تربیت کے فیض نے ان لوگوں کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دنیا بھر کے لئے بہترین نمونہ بنا دیا اور انسانیت اپنی معراج کو پہنچ گئی۔

غفلت کے نشوں کو چھوڑ کر آخرت کا بندہ بن جانا انسانیت کی حقیقی ترقی ہے جو ابدالآباد تک قائم رہتی ہے۔

☆......☆......☆

Marfat.com

درس قرآن: 15

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قُلۡ ھَلۡ نُنَبِّئُکُمۡ بِالۡاَخۡسَرِیۡنَ اَعۡمَالًا o اَلَّذِیۡنَ ضَلَّ سَعۡیُھُمۡ فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا وَ ھُمۡ یَحۡسَبُوۡنَ اَنَّھُمۡ یُحۡسِنُوۡنَ صُنۡعًا o اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا بِاٰیٰتِ رَبِّھِمۡ وَ لِقَآئِہٖ فَحَبِطَتۡ اَعۡمَالُھُمۡ فَلَا نُقِیۡمُ لَھُمۡ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ وَزۡنًا o

(پارہ 16 -سورۃ الکھف- آخری رکوع)

ترجمہ: (آپ کہہ دیں کہ کیا میں تمہیں ان لوگوں کے متعلق آگاہ نہ کروں جو عمل کے لحاظ سے سخت گھاٹے میں ہیں وہ، وہ لوگ ہیں کہ جن کی کوششیں دنیا کی زندگی میں ضائع ہوگئیں اور وہ یہ گمان کرتے ہیں کہ ہم اچھے کام کر رہے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے پروردگار کی آیات سے اور اس کی ملاقات سے انکار کیا پس ان کی سب اعمال باطل ہو گئے پس ہم قیامت کے دن ان کے اعمال کا وزن نہیں کرینگے)

تشریح: ایک حیات دنیا ہے اور ایک حیات آخرت ہے۔ اور اسی حیات آخرت کو ماننا ہی مومن کو باقی لوگوں سے ممتاز کرتا ہے اور آخرت کو ماننا ہی ایمان کا سرمایہ ہے۔ کوئی بھی چیز ہو جب اس کو مان لیا جاتا ہے تو اسکے تقاضے پورے کرنا پڑتے ہیں۔ دنیا کی کوئی حکومت ہو جب تسلیم کر لی جاتی ہے تو اس کے احکام ماننے پڑتے ہیں۔

انسان کا یہ بہت بڑا امتحان ہے کہ آخرت کی زندگی کا سب کچھ پوشیدہ ہے

Marfat.com

اور دنیا کی زندگی کا سب کچھ ظاہر ہے اس لئے اپنے مشاہدے کے بغیر مان لینا بہت بڑا کارنامہ ہے اور انسانی سعادت کا ایک واضح ثبوت اور چونکہ یہی تسلیم یعنی مان لینا ہی تمام علوم وفنون کی بنیاد ہے اور انسان دنیا میں پہلے ہر چیز کو مانتا ہے پھر اس کے حصول کی کوشش کرتا ہے۔ اور جب نسبتاً بہت تھوڑی حیثیت کے انسان کے علوم وفنون کو پہلے مانے بغیر چارہ نہیں تو انبیاء علیہم السلام کی حیثیت تو قابلیت اور سعادت کے آسمان پر آفتاب ہوتی ہے اس لئے ان کی باتیں ماننا انسانی سعادت کا ثبوت ہے اور تسلیم کا یہی دنیوی قانون اور آخرت کے معاملے میں بنیاد قرار پایا ہے اور یہی بنیاد قرآن کی اصطلاح میں ایمان کہلاتی ہے اور آخرت کی زندگی اور الغیب کی قوتوں کو ماننے والا مومن کہلاتا ہے۔

دنیا کی زندگی مختصر زندگی ہے اور آخرت کی زندگی بہت ہی لمبی زندگی ہے یہ زندگی اتنی مختصر ہے جتنا ایک قطرہ سمندر کے مقابلے میں۔ پھر اس زندگی کو بیج اور تخم کی حیثیت حاصل ہے۔ بیج اور تخم کتنا چھوٹا ہوتا ہے اور اس میں سے درخت کتنا بڑا نکل آتا ہے بالکل اسی طرح ہماری اس مختصر سی زندگی کے بیج میں سے آخرت کا درخت نکل آئے گا۔ اب بیج اگر نیکی اور صالحیت کا بیج ہے اور ہماری آخرت کی تمام زندگی مقبولیت عزت ونعمت سے بھر جائے گی اور اگر بیج برائی اور خرابی کا بیج ہے تو وہ زندگی مردودیت' ذلت اور عذاب کی زندگی ہوگی۔

یہ بیان خلاصہ ہے الہام کی تعلیمات کا اور نبوت اور رسالت کی تشریف آوری کے مقصد کا۔ اب اس حیات دنیا کی بھلائی ایک ایک کر کے وحی اور الہام نے

Marfat.com

بتلائی۔ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری زندگی اسی بھلائی اور صالحیت کا نمونہ ہے۔

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ O

اس بہترین نمونہ کے تمام خدوخال ہم اپنی زندگی کے خاکے میں نہایت آسانی سے بھر سکتے ہیں لیکن اس میں مشکل یہی ہے کہ ہمارے جذبات' ہماری خواہشات اور ہماری شہوات راستے میں مانع آتی ہیں اور جب تک پیغمبر کی ذات پاک پر ایمان اور یقین کامل نہ ہو جائے اور پھر تابعداری اور اطاعت کی عادت پختہ نہ ہو جائے تب تک ہم اپنی خواہشات اپنے جذبات اور اپنی شہوات کی غلامی میں جکڑ بندر ہتے ہیں اور کسی آنے والی بھلائی کی آواز پر کان نہیں دھرتے اور کسی آنے والی خرابی سے خوف نہیں کھاتے۔

اور چونکہ ہمارے اپنے نفس کی خواہشات' لذات کے علاوہ ایک مخفی قوت جو ہماری جنس سے نہیں ہے اور وہ طاقت ہماری دشمن ہے جس کو قرآن کی زبان سے شیطان فرمایا ہے اور ساتھ ہی اس کی دشمنی پر بھی مہر تصدیق ثبت فرمائی ہے۔

اِنَّ الشَّیْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ O (بے شک شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے)

اس لئے ہمارا اپنا نفس اور خارج کی یہ جناتی قوت اور دشمن کی مخفی طاقت مل کر ہمارا ستیاناس کر دیتی ہیں اور چونکہ ہم اپنے متعلق ہر بھلی آواز سننے کے مشتاق ہوتے ہیں اس لئے اپنے کام کو خود سراہتے ہیں اور اپنے جیسے لوگوں کی زبان سے اپنی تعریفیں سن سن کر ہم مستقبل قریب سے محبت کرنے لگتے ہیں اور ہماری نگاہیں

Marfat.com

قریب کی ہر بھلائی پر جم جاتی اور الہام کی زبان خواہ کتنی بلند آواز سے ہمیں مستقبل بعید کے لئے خبردار کرے ہم ٹس سے مس نہیں ہوتے اور اپنے حال میں مست' آنکھیں بند کر کے اپنا ایک محدود سفر جاری رکھتے ہیں اور ظاہر کی ترقیات اور ظاہر کی ضروریات ہماری زندگی کا مقصد بن کے رہ جاتی ہیں۔ اور اس فانی مادی زندگی میں اپنی مستعار اور محدود زندگی کے بیج کی روح کو ضائع کر بیٹھتے ہیں اور اس دھوکے میں رہتے ہیں کہ ہم جو کچھ کر رہے ہیں یہی اچھا ہے بے چارہ انسان خواہ عظمت کے بلندترین معیار پر ہی کیوں نہ بیٹھا ہو پھر بھی انسانی کمزوریوں کا ہمیشہ شکار رہتا ہے بڑے بڑے عظیم انسان خاک میں مل گئے بڑی بڑی عظیم تہذیبیں مٹ کے رہ گئیں اور ماضی پر عبرت کی نگاہ انسان کو مستقبل کے متعلق ہوشیار بنادیتی ہے۔

موجودہ مادی ترقیات نے انسانیت کی نگاہوں کو خیرہ کر دیا ہے اور مادی مصنوعات کے مقابلے انسانی کمال کا محور قرار پائے ہیں۔ نت مقابلے کی دوڑیں ہوتی ہیں سائنس نے ایجادات کے ذریعے جہاں بڑے بڑے مثبت کام کئے ہیں وہاں منفی کاموں کی یہ حالت ہے کہ ایک ملک اپنی ایجادات کو مہلک ترین بنا کر دوسرے ملک کو تباہ و برباد کرنے کی فکر میں ہے جنگ کے نت نئے آلات بنائے جاتے ہیں ایٹم بم بن رہے ہیں میزائل تیار ہو رہے ہیں اور روزانہ کوئی نہ کوئی مہلک آلہ تیار ہو جاتا ہے اور مقابلے کے ممالک اس سے زیادہ تباہ کرنے والے آلے کی تلاش میں ہوتے ہیں اور اپنے ملک سے بھی اور دوسرے ممالک سے بھی

Marfat.com

شاباش کی آوازیں آتی ہیں اور اس ہلاکت آفرینی کو انسانی کمال سمجھا جاتا ہے۔

وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا ۝ اور غلط فہمی کا شکار انسان سمجھتا ہے کہ میں یہ جو کچھ کر رہا ہوں اچھا کر رہا ہوں۔

ان ہلاکت آفرین مقابلوں میں دنیا اتنی مصروف ہے کہ اب لوگ وحی اور الہام کی باتوں پر کان نہیں دھرتے۔

آیات الٰہی خواہ قرآن کی صورت میں ہوں خواہ دنیا کی فنا بقا کے عبرت کے لاکھوں واقعات سے ہمارے پاس پہنچی ہوں ہماری توجہ کو اپنی طرف نہیں کھینچتیں اور ہم آیات الٰہی اور آخرت کی زندگی سے جو اللہ کی ملاقات کا بہترین مقام ہے برابر انکار کیے جاتے ہیں چونکہ ذات الٰہی کا اقرار اور آخرت کی زندگی کا اعتراف ہی ہماری ہر قسم کی بھلائی کے تخم اور بیج کی جان ہے اس لئے ہماری محنتوں اور کاوشوں کا یہ تخم اس بیج کی طرح ہو جاتا ہے جس میں اگنے کی صلاحیت باقی نہ رہ گئی ہو۔ بظاہر وہ باقی تخموں اور بیجوں کی طرح کا ایک بیج ہے لیکن اندرونی طور پر وہ بے جان بیج ہے اور مٹی کے اندر جاتے ہی مٹی ہو جائے گا اس لئے دنیا پرست کی بظاہر صالحیت بھی بے جان کا ایک تخم ہے جو کبھی بھی اپنا پھل نہیں دے سکتا اور قیامت کے بڑے کارناموں میں سے ایک یہ ہے کہ ہمارے اعمال تولے جائیں گے جس کی نیکیاں بھاری رہیں گی وہ جنت کا مستحق بن جائے گا اور جس کی برائیاں بڑھ جائیں گی وہ دوزخ کے عذاب کا مستوجب بن جائے گا اور چونکہ دوزخ عذاب کا ایک بدترین مقام ہونے کے علاوہ کھوٹ جلانے اور باطنی بیماریوں کو ختم کرنے کا ایک مقام بھی

Marfat.com

ہے۔ گو ایک ایک بیماری کے ختم ہونے اور اس کا مواد جلنے میں لاکھوں کروڑوں سال لگیں گے تاہم جہنم میں جانے والا وہ شخص جس کے اچھے اعمال کے بیج میں جان موجود ہے اور وہ جان ہے اللہ تعالیٰ کا اعتراف اور مرنے کے بعد زندہ ہونے کا یقین تو اس جان کی کمزوری یا خرابی کی وجہ سے عمل میں جو کمی اور خرابی آ گئی تھی وہ خرابی جب ختم ہو جائے گی تو جہنم میں جانے والا اپنے ناقص اعمال کی سزا بھگت کر اس مریض کی طرح ہو جائے گا جو مرض کی شدتوں کے بعد شفا پا جائے۔ ایمان و اعتراف والے انسان کے تھوڑے نیک عملوں میں چونکہ جان موجود تھی اور برے اعمال اور ان کے نتائج جہنم کی آگ نے جلا دیئے اس لئے وہ تھوڑے اچھے اعمال والا بھی ایک دن جہنم سے نکل کر جنت میں آ جائے گا۔ بخلاف اس شخص کے جس کے برے اعمال تو برے اعمال ہیں اس کے اچھے اعمال میں بھی یقین اور ایمان کی جان نہیں ہے جس کی وجہ سے وہ نیک اعمال زندہ رہ سکیں۔ اس لئے کافر کی نیکیوں کو بھی میزان قیامت میں تولا نہیں جائے گا اور بسا اوقات بے ایمان یعنی کافر کو اس کے اچھے اعمال کا بدلہ دنیا میں کسی نہ کسی صورت دے دیا جاتا ہے اس لئے وہ اپنی بے یقینی کی وجہ سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنم کا ایندھن بنا رہے گا۔

اَعَاذَنَا اللّٰہُ الْکَرِیْمُ وَالرَّحِیْمُ ط

☆......☆......☆

Marfat.com

درس قرآن: 16

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَمَآ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَۃً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ۔ (پارہ 17-سورۃ الانبیآء-آیت 107)

ترجمہ: اور ہم نے تو آپ کو رحمۃ اللعالمین ہی بنا کر بھیجا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات عالیہ بے شمار ہیں لیکن ایک صفت ایسی ہے جو کائنات کے ذرے ذرے کے لئے یکساں مفید ہے اس صفت عالی سے جمادات، نبادات اور حیوانات یکساں فیض پاتے ہیں، زمین کی مخلوق تو رہی زمین کی مخلوق آسمان کی مخلوق بھی اس صفت کمال سے مستفیض ہوتی ہے وہ ہے صفت رحمت یہی صفت ہے جو مخلوق کے وجود اور اس کے قیام، تربیت اور اس کے امن و سکون کی بنیاد ہے۔

اور حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک نے اپنے اخلاق و عادات اپنی شفقتوں اور اپنی رافتوں سے ہر آن اور ہر لحظہ یہ ثابت کیا کہ آپ رحمۃ اللعالمین ہیں، اپنے تو اپنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمنوں کے ساتھ بھی اچھا برتاؤ کیا، سختی کے مقابلے میں نرمی برتی، عداوت کا جواب محبت سے دیا اور جانوروں پر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابر رحمت بن کر برستے رہے۔

؎ سلام اس پر کہ جس نے گالیاں سن کر دعائیں دیں

شفقت کا اور رحمت کا اتنا غلبہ تھا کہ ناراضگی اور غصے کا بہت کم استعمال ہوا، حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے دس سال تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کی

Marfat.com

اور ایک مرتبہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ناراض نہ ہوئے ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس تشریف لے جاتے لیکن آپ ﷺ کے ہاتھ سے کسی کو کوئی زخم بھی نہ لگا، دراصل رحمت کا کام رحمت ہی ہے اور حضور ﷺ نے جہاں جہاد وقتال کیلئے قدم رنجہ فرمایا وہاں بھی رحمت ہی کا ظہور رہوا، اسلام سراسر رحمت ہے اور اس رحمت سے دوری لعنت اور عذاب ہے جن لوگوں کو سختی کے ساتھ اور مجبور کر کے بھی رحمت کے قریب لایا جاسکتا ہے لایا جائے حضور سرور دو عالم رحمت مجسم ﷺ کے خود میدان جنگ میں تشریف لے جانے کی وجوہات بہت سی ہیں، جہاد فرض ہے اور یہ فریضہ خود ہادیٔ اعظم ﷺ نے ادا فرمایا، رہتی دنیا تک اسلام کو ایک طاقتور مذہب بنانے کے لئے حضور ﷺ نے اپنی سنت پیش فرمائی کہ میں رحمۃ اللعالمین ہوتے ہوئے بھی ایسا فریضہ ادا کرتا ہوں جس کی ظاہری صورت رحمت نہیں بلکہ غضب نظر آتی ہے یہ اس لئے بھی کہ عبادات وریاضات میں بڑے سے بڑے مرتبے والا بھی اپنی گوشہ نشینی کو جہاد کا مانع نہ کہہ سکے اور اسی قسم کی بیسیوں حکمتوں پر جس حکمت کامل کا مکمل احاطہ نظر آتا ہے وہ یہ ہے کہ حضور سرور دو عالم ﷺ ہر قیمت پر انسانیت کو رحمت کے قریب لانا چاہتے تھے، جہاد میں جو مخالف مارے گئے وہ تو اپنی تقدیر اور شقاوت کے ہاتھوں اپنے کیفر کردار کو پہنچ گئے جو بچ گئے اور مفتوح ہو گئے ان کو رحمۃ اللعالمین ﷺ کے قریب آنے کا موقع مل گیا اور جو رحمت کے قریب آ گیا اس کا موسم بدل گیا، وہ اب اخلاق وعادات کو اور تاثیرات نبی اکرم ﷺ کو قریب سے دیکھے گا اور ان تاثیروں کو قبول کرنے میں رکاوٹیں بھی نسبتاً کم ہوں گی اور وہ لوگ

Marfat.com

جن کو سعادت کا کچھ بھی حصہ ملا ہے وہ اپنی سعادت کو مکمل کر لیں گے، اس لئے نتیجے کے لحاظ سے سرور دو عالم ﷺ کی ہر حالت خواہ وہ صلح کی حالت ہو خواہ جنگ کی حالت برابر رحمۃ اللعالمینی ہی کی حالت ہے اور حضور علیہ ﷺ اس لحاظ سے بھی اپنے دشمنوں کے خیر خواہ ہیں اور رحمۃ اللعالمین ہیں۔

☆ ☆ ☆

Marfat.com

درس قرآن: 17

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

وَاِذۡ بَوَّاۡنَا لِاِبۡرٰهِيۡمَ مَكَانَ الۡبَيۡتِ اَنۡ لَّا تُشۡرِكۡ بِىۡ شَيۡـًٔـا وَّطَهِّرۡ بَيۡتِىَ لِلطَّآئِفِيۡنَ وَالۡقَآئِمِيۡنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوۡدِ ۝ وَاَذِّنۡ فِى النَّاسِ بِالۡحَجِّ يَاۡتُوۡكَ رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّاۡتِيۡنَ مِنۡ كُلِّ فَجٍّ عَمِيۡقٍ ۝ لِّيَشۡهَدُوۡا مَنَافِعَ لَهُمۡ وَيَذۡكُرُوا اسۡمَ اللّٰهِ فِىۡۤ اَيَّامٍ مَّعۡلُوۡمٰتٍ ۝ (پارہ 17--سورۃالحج--رکوع 4)

ترجمہ: اور جب جگہ مقرر کی ہم نے ابراہیم علیہ السلام کے لئے خانہ کعبہ اور حکم دیا کہ کسی چیز کو میرا شریک نہ بنانا اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں، قیام کرنے والوں، رکوع اور سجدہ کرنے والوں کے لئے پاک رکھنا اور یہ کہ لوگوں میں اعلان کردیں وہ حج کرنے کیلئے تیرے پاس آئیں گے، پیدل آئیں گے اور دبلی سواریوں پر دور کے سفر سے آئیں گے۔

تشریح: کعبۃ اللہ کی تاریخ عجیب معجزانہ ہے لکھا ہے کہ سرخ یاقوت کا بنا ہوا بہشت سے دنیا میں لایا گیا، اندر کی چیزیں باہر سے نظر آتی تھیں اور باہر کی چیزیں اندر سے دیکھی جاسکتی تھیں، طوفان نوح میں یہ آسمان پر اٹھالیا گیا، پھر حضرت ابراہیمؑ کو حکم ہوا کہ آپ کعبۃ اللہ کی تعمیر کریں جگہ کے متعلق حضرت کو تردد ہوا ایک تند ہوا آئی بنیادوں پر سے وہ تمام مواد اڑا کر لے گئی جس نے اس مقدس جگہ کو ڈھانپ رکھا تھا، ایک قول یہ ہے کہ ایک بادل کا ٹکڑا بھیجا گیا جو کعبہ کے اندازے کا

Marfat.com

تھا اس میں سے حضرت ابراہیمؑ کو ایک سر نظر آیا وہ یوں متکلم ہوا کہ اے ابراہیمؑ، تو میری مقدار میں کعبۃ اللہ کی بنیاد رکھ سو حضرتؑ نے اسی جگہ اس بادل کے ٹکڑے کی مقدار میں خانہ کعبہ تعمیر فرمایا جو اہل حق کے لئے کعبہ ٹھہرا اور آج مسلمانوں کا قبلہ اور اسلام کا پاسبان یہ مقدس گھر ہے جو تاثیرات سے بھرا بھرا ہے، انوار و تجلیات کا ایک سمندر ہے جو ٹھاٹھیں مار رہا ہے، ہر آنکھ اللہ کے اس گھر کا ایک نرالا جلوہ دیکھتی ہے اور اہل معرفت بے اختیار برستی ہوئی آنکھوں سے یہ پکار اٹھتے ہیں:

ے ہم اس کے پاسباں ہیں یہ پاسباں ہمارا

اور حضرت ابراہیمؑ جیسی ذات پر نور کے لئے بھی جن کی فطرت میں توحید رچی بسی تھی اس حکم کی تجدید ضروری نظر ہے، میرے ساتھ کسی کو شریک نہ بنانا، اگرچہ انبیاء علیہ السلام کی توحید اور ان کی معرفت کی نظر ان کے اپنے مرتبے اور بلندی کے مطابق ہوتی ہے تاہم شرک کا لفظ بتلاتا ہے کہ ہر درجے کے انسان کے ایمان کو یہی بیماری کمزور کرتی ہے اور بعض اوقات اسے ماردیتی ہے۔ اللھم احفظنا.

اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں، قیام کرنے والوں، رکوع اور سجود کرنے والوں کے لئے پاک رکھنا۔

طواف کعبۃ اللہ تو کعبۃ اللہ کے ساتھ مخصوص ہے، قیام، رکوع اور سجود کو بیان فرما کر ارکان نماز کی اہمیت بتلائی جو کعبۃ اللہ کے علاوہ زمین کے ہر خطے پر خشکی اور ہر تری میں پہاڑ کی بلندیوں پر نماز فرض ہے۔

Marfat.com

جب حج کے لئے اعلان کرنے کا حکم ہوا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کی کہ میری آواز یہاں سے کون سنے گا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

علیک الاذان و علینا البلاغ.

(اذان) اعلان آپ کے ذمے ہے پہنچانا اور سنوانا ہمارا کام ہے۔

حضرت ابراہیمؑ مقام ابراہیمؑ پر کھڑے ہوئے وہ کسی بلند ترین پہاڑ سے بھی بلند ہو گیا حضرت ابراہیمؑ نے اعلان حج کیا، خوش قسمت لوگوں نے ماں کے پیٹ میں بھی یہ آواز سن لی اور روحیں وہیں بولیں:

لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ.

وہ اپنے نفع کے لئے حاضر ہوں گے، کون ہے جو حج کو گھاٹا سمجھتا ہے، چالیس چالیس مرتبہ حج کرنے والے پھر اس شوق میں جیتے ہیں اور اس سے زیادہ اور نفع کیا ہوگا کہ ہر حج پر تمام گھاٹے پورے ہو جاتے ہیں اور انسان ایسا ہو جاتا ہے گویا آج ہی اسے ماں نے جنا ہے اور ویسے حج کے موقع پر تجارت بھی جائز ہے لیکن آج حج کے علاوہ وقتوں میں تجارتیں اور سفر کی سہولیات اتنی بڑھ گئی ہیں کہ حج کو خالص حج کے لئے رکھنا اور تجارت باقی وقتوں میں کرنا ہی بہتر ہے اور اس جواز سے فائدہ اٹھانے والے جائز کام کرتے ہیں لیکن لوگوں کی نظر میں وہ اپنا خالص عبادت اور کامل للّٰہیت کا مقام اپنی ضرورتوں کی وجہ سے نہیں بلکہ اپنی حرص کی وجہ سے چھوڑ دیتے ہیں۔

''اور اللہ کا کثیر ذکر معلوم ایام میں کرے''۔

Marfat.com

وہ معلوم ایام میں ذی الحجہ کے دس دن اور بعض روایتوں میں ایام تشریق اور بعض کے قول کے مطابق قربانی کا دن اور اس کے بعد کے تین دن ہیں۔

ذکر کثیر کے بغیر اگرچہ کسی شخص کو کشائش قلبی میسر نہیں آتی لیکن خاص خاص دنوں میں تو ذکر کثیر کی تاکید ہے۔

جیسے جمعہ کی نماز پڑھ لی، کاروبار کو نکلے رزق حلال تلاش کیا پھر حکم ہے کہ:

وَاذْكُرُوْ اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ O

نماز کا فریضہ تو ادا اس کے بعد طلب رزق حلال میں لگ گئے لیکن خبردار غفلت کسی وقت نہ آنے پائے ورنہ شرح صدر جو اطمینان کا سرچشمہ ہے پوری طرح جاری نہ ہوگا۔

☆......☆......☆

Marfat.com

درس قرآن: 18

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدۡیَنَ وَجَدَ عَلَیۡہِ اُمَّۃً مِّنَ النَّاسِ یَسۡقُوۡنَ، وَوَجَدَ مِنۡ دُوۡنِہِمُ امۡرَاَتَیۡنِ تَذُوۡدٰنِ ج قَالَ مَا خَطۡبُکُمَا قَالَتَا لَا نَسۡقِیۡ حَتّٰی یُصۡدِرَ الرِّعَآءُ وَاَبُوۡنَا شَیۡخٌ کَبِیۡرٌ O (پارہ 20-سورۃ القصص- آیت 23)

ترجمہ:۔اور جب شہر مدین کے کنوئیں پر پہنچے تو دیکھا کہ لوگوں کی ایک بھیڑ لگی ہوئی ہے جو اپنے اپنے جانوروں کو پانی پلا رہے ہیں اور دیکھا کہ دو عورتیں ان سے الگ کھڑی ہیں اور اپنی بکریوں کو روکے ہوئے ہیں۔ان سے پوچھا کہ تمہارا کیا مطلب ہے۔انہوں نے کہا کہ جب تک دوسرے لوگ اپنے اپنے جانوروں کو پانی پلا کر لے نہ جائیں۔اس وقت تک ہم پانی نہیں پلا سکتے اور ابا جان بہت بوڑھے ہیں۔

تفسیر:۔قرآن کریم کا یہ معجزہ ہے کہ اس کے ہر حصے میں ایک خوبصورت تکمیل نظر آتی ہے اگرچہ قرآن (تفسیر بعضہ بعضا) کے بعض حصے بعض دوسرے حصوں کی تفسیر ہوتے ہیں۔تاہم جتنا پڑھ لیں اتنا وہ مقصد نہایت مکمل ہوتا ہے قرآن کریم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بہت ذکر آتا ہے اور اس ذکر کا ہر حصہ عبرت نصیحت اور حکمت سے بھرپور ہے۔

حضرت شعیب علیہ السلام پیغمبر وقت ہیں اور ہر پیغمبر ہدایت کا ایک آفتاب ہوتا ہے اور اپنے فن میں یکتا' پیغمبری ایک ذمہ داری ہے جس کو ہر صاحب ایمان

Marfat.com

اول درجے کی ذمہ داری کہے گا۔ اصلاح انسانیت پیغمبر کا کام ہوتا ہے لیکن ہمیں دیکھنا ہے کہ اصلاح سے کون سی اصلاح اللہ تعالیٰ کا مقصد ہے یا جس کے لئے انبیاء علیہ السلام کا عجیب وغریب سلسلہ شروع کیا گیا وہ کتب سماویہ کا معجزانہ طریق کار چلایا گیا۔

اصلاح سے مراد اگر مادی معاشی اور سیاسی قسم کی اصلاح ہوئی اور تمام انبیاء علیہ السلام کو اور حضرت داؤد علیہ السلام کی طرح ایک ہمہ گیر حکومت دی جاتی اور زبردست مادی طاقت جس کے زور سے وہ لوگوں کو اپنی ہمت اپنے زور اور اپنی طاقت سے راہ راست پر لاتے لیکن ایسا بہت کم ہوا ہے۔ انبیاء علیہ السلام کی تاریخ میں چند پیغمبری تخت حکومت پر بٹھائے گئے ورنہ تو حضرت شعیب علیہ السلام جن کی برتری کے بارے حکیم الامت علامہ اقبال یوں فرماتے ہیں اور کتنا صحیح فرماتے ہیں۔

اگر اب بھی شعیبؑ آئے میسر
شبانی سے کلیمی دو قدم ہے

اپنے گھر میں اس بے کسی میں نہ بٹھائے جاتے کہ بیٹا کوئی نہیں نوکر کوئی نہیں کوئی ہمدرد رشتہ دار نہیں ہے جس کو ان کی اس حالت کا خیال ہو۔ دو بچیاں ہیں وہی بکریاں چراتی ہیں وہی پانی پلاتی ہیں شہر کے بے مروت لوگ ان کی اس حالت کا کچھ بھی خیال نہیں کرتے بلکہ ان سے دشمنی مول لے رکھی ہے اور دشمنی صرف اس واسطے کہ وہ اُن من مانیوں کی مذمت کرتے ہیں ان کو گناہ کی زندگی سے باز رکھنا

Marfat.com

چاہتے ہیں۔ ہدایت کا نور ان کے سینے میں داخل کرنا چاہتے ہیں اور وہ منکرین اپنی روش سے باز نہیں آتے جس کی وجہ سے وہ ان کو ناپسند کرتے ہیں اور ان سے کسی قسم کی موانست نہیں رکھتے۔

اس حال میں ایک صاحب استعداد جوان ان کی خدمت میں پہنچ جاتا ہے۔ نسبت باطن کا اتحاد پہلے ہی دن آفتاب کی طرح چمک اٹھتا ہے حضرت شعیب علیہ السلام حضرت موسیٰ کی تربیت اپنے ذمے لیتے ہیں ان کو ظاہری نسبت کے رشتے میں منسلک کر لیتے ہیں یعنی اپنی لڑکی سے ان کا نکاح کر دیتے ہیں اور ایک خاص مدت تک اپنی خدمت میں رکھتے ہیں تا آنکہ حضرت موسیٰ جب تربیت پا کر حضرت شعیب علیہ السلام کی خانقاہ سے رخصت ہوتے ہیں تو راستے ہی میں وہ جلوہ الٰہی نظر آ جاتا ہے۔ جس کی قوت اور جس کی طاقت اور تاثر سے فرعون کا بیڑا غرق ہو جاتا ہے۔

انبیاء علیہ السلام کی بنیادی تعلیمات میں کوئی فرق نہیں۔ صرف اصلاح باطن سب کا مقصود ہے اور جب باطن کی اصلاح کھل کر ہو جاتی ہے تو اصلاح ظاہر خود بخود آ جاتی ہے۔

☆......☆......☆

Marfat.com

درس قرآن: 19

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَمَا هٰذِهِ الۡحَيٰوةُ الدُّنۡيَاۤ اِلَّا لَهۡوٌ وَّلَعِبٌ ط وَاِنَّ الدَّارَ الۡاٰخِرَةَ لَهِىَ الۡحَيَوَانُ لَوۡ كَانُوۡا يَعۡلَمُوۡنَ O (پارہ 21-سورۃ العنکبوت-آیت 64)

ترجمہ:۔ دنیا کی یہ زندگی تو ایک کھیل کود ہے اور آخرت کا گھر البتہ وہی (حقیقی) زندگی ہے۔کاش یہ لوگ جانتے۔

ہمارا بچپن گزرا اور وہ زمانہ ہمیں یاد ہے۔ذہین آدمی کے احساسات لطیف ہوتے ہیں اور ایمان ہمارے احساسات کو اتنا لطیف کر دیتا ہے کہ اَن دیکھی آخرت کا احساس اپنے اندر پیدا ہو جاتا ہے۔

چہ جائے کہ وہ احساس جو کسی وقت ہمارا اپنا احساس رہا ہے وہ ہم محسوس نہ کر سکیں یا اس کا عکس ہمارے دل پر نہ اترے۔بچپن میں کھیل کود بڑی پسند ہوتی ہے اور بچہ کھیل کود کو ہر قیمت پر لینا چاہتا ہے اور وہ کھیل کود میں تھکتا نہیں۔لیکن سعادت مند بیٹا اپنی کھیل کی عین مصروفیت میں جب اپنے ماں باپ کی آواز سنتا ہے کہ ''ادھر آؤ بیٹا!'' تو وہ کھیل کود کو فوراً چھوڑ دیتا ہے اور ماں باپ کی اطاعت کرتا ہے۔وہ پڑھنے کو کہتے ہیں تو یہ پڑھنے میں مشغول ہو جاتا ہے اور کسی اور کام پر لگاتے ہیں تو وہ اس کام میں لگ پڑتا ہے۔اگرچہ پڑھائی اس کی طبیعت پر گراں گزرتی ہے اور کھیل کود کے مقابلے میں باقی کام بھی خواہ باپ کے فن میں اس کا ہاتھ بٹانا ہو خواہ گھر کا کوئی دوسرا کام ہو اسے ناپسند ہے لیکن ہمارا یہ تجربہ ہے کہ بچے

Marfat.com

کے لاشعور میں یہ چیز بھری ہوئی ہے کہ وہ اپنے ماں باپ کو اپنے آپ سے دانا سمجھتا ہے اور اپنے سب سے زیادہ خیر خواہ جانتا ہے اور وہ یہ سمجھتا ہے کہ جو کچھ یہ کہتے ہیں میرے فائدے کے لئے کہتے ہیں اور آنکھیں ہر وقت دیکھتی ہیں کہ ایسے بچے جو ماں باپ کی فرماں برداری کو اپنی پسندیدہ چیز یعنی کھیل کود پر ترجیح دیتے ہیں وہ سعادت مندی کی آخری بلندیوں پر جا پہنچتے ہیں۔ وہ تعلیم میں بلند مرتبہ حاصل کرتے ہیں۔ وہ فن میں اور ہنر میں کمال پیدا کرتے ہیں اور وہی لوگ ہیں جو اپنے علم وفن سے دنیا میں اپنے آپ کو بھی معزز بناتے ہیں اور باقی لوگ بھی ان سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔

ہم اسلام لائے ہم نے ایمان اور اس کی حقیقتوں کا اقرار کیا اور دراصل دیکھا جائے تو ایمان کے تمام ارکان ''اَلْغَیب'' سے تعلق رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات پوشیدہ ہے۔ ملائکہ ہمیں نظر نہیں آتے۔ نبوت اور رسالت کی حقیقت سے ہم ناآشنا ہیں۔ آسمانی کتابوں کی حقیقت ہم نہیں سمجھ سکتے قیامت کی حقیقت انسان کی عقل و دانش سے بہت دور ہے۔ لیکن ان سب کی عظمت اور ان سب کی بڑائی کا ہم اقرار کر چکے ہیں۔ اس کے علم و دانش کی بے حساب عظمت کو ہم مان چکے ہیں اور ہم نے اس بات کا بھی اقرار کیا ہے۔ کہ وہ بہت بڑا رحیم و کریم ہے۔ اور ہم یہ بھی مانتے ہیں کہ اس نے انسان کو بہت بڑی عظمت دی ہے اور بہت بڑی عظمت دینے کا وعدہ کیا ہے۔ نیز اس کا رحم و کرم اور اس کی محبت، ذاتِ انسان کے لئے مخصوص ہے۔ وہ ہمارے ماں باپ سے زیادہ ہمارا خیر خواہ ہے اور اس کے تمام احکام ہماری

Marfat.com

بھلائی کے لئے ہیں جس کام کے کرنے کا حکم دیتا ہے اس کام کے کرنے میں ہمارا بھلا ہے اور جس کام سے وہ روکتا ہے اس سے رکنے میں اور اس کام کو چھوڑ دینے میں ہمارا فائدہ ہے۔ ہم نے اس بات کا بھی اقرار کیا کہ ہمارا ایک پوشیدہ دشمن ہے وہ ایک آتشی طاقت ہے جو بہت بڑی تعداد میں دنیا میں موجود ہے۔ وہ ہم کو دیکھتے ہیں اور ہم ان کو دیکھ نہیں سکتے۔

''اِنَّہٗ یَرٰکُمْ ھُوَ وَقَبِیْلُہٗ مِنْ حَیْثُ لَاتَرَوْنَھُمْ (قرآن کریم)

ترجمہ:۔ وہ یعنی شیطان اور اس کی جماعت تمہیں دیکھتی ہے اور
(وہ ایسی بناوٹ میں ہیں کہ) تم ان کو دیکھ نہیں سکتے۔''

اور وہ ہم سے اتنا قریب رہ سکتے ہیں جتنا ہمارا خون ہم سے قریب ہے اور ہماری رگ رگ میں موجود ہے اور سردی گرمی کی طرح وہ ہمارے اندر چلے آتے ہیں اور ہماری قوتوں سے کام لے کر ہمارا بھٹہ دٹھا جاتے ہیں۔ ہمارے ہی احساسات کو ہمارے خلاف استعمال کر جاتے ہیں۔ ہماری اشتہا کو ناجائز کھانوں سے اور ناجائز مشروبات سے لذت مست بنا جاتے ہیں اور یہاں تک بس نہیں کرتے وہ ہمارے اندرونی اور پوشیدہ احساسات کو بھی غلط طریقے سے استعمال کرتے ہیں ہمارے خوف اور ہماری امیدوں کو غلط راستے بتلاتے ہیں جن سے خوف نہیں کرنا چاہیئے ان سے خوف دلاتے ہیں اور جن سے امید نہیں رکھنی چاہیے ان سے امید دلاتے ہیں۔ لمبی لمبی امیدیں ہمارے ذہن میں ڈال کر وہ ہمیں ہماری آخرت سے غافل کر دیتے ہیں۔ موت اور موت کے بعد کی زندگی کا تصور

Marfat.com

بھی وہ ہمیں ہمارے ذہن میں لانے نہیں دیتے بلکہ موت سے ہمیں اتنا ڈراتے ہیں کہ ہم اس کا نام بھی سننا نہیں چاہتے حالانکہ موت ہی ہماری دائمی زندگی کا ایک راستہ ہے۔

موت اک زندگی کا وقفہ ہے
یعنی آگے چلیں گے دم لے کر

اور موت ہی ہماری منزل کا نہایت عجیب وغریب اور بڑا ہی دلچسپ موڑ ہے۔اس کے بغیر ہماری آخرت کی زندگی شروع نہیں ہوسکتی اور لطف یہ ہے کہ وہ ہر ناجائز کام میں لطف ولذت اور مزہ پیدا کر جاتے ہیں اور ہر جائز اور مفید کام کو ہمارے سامنے ایک بوجھ اور ایک تکلیف ظاہر کرتے ہیں اور اس طرح وہ کیا کیا نہیں کرتے۔

لیکن اسلام لانے والا اور ایمان کا اقرار کرنے والا ایک طرف اپنے نفس اور شیطان کی پیدا کی ہوئی لذتوں کو دیکھتا ہے اور ان لذتوں سے اپنی دلچسپی کا ملاحظہ کرتا ہے اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ اور اس کی عظمتوں کا اقرار کر چکا ہے اور اس اقرار کو عملی صورت میں لانا اپنا فرض سمجھتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا حکم ماننا وہ اپنے لئے اتنا ضروری سمجھتا ہے جتنا ایک کھیل کود میں مست بچہ اپنے والدین کو آواز پر لبیک کہتے ہوئے اپنی دلچسپیوں کو چھوڑ دیتا ہے۔ والدین کی اطاعت میں اپنا بھلا دیکھتا ہے اب وہ اطاعت کا فائدہ دیکھ اور سمجھ نہیں سکتا۔ وہ کیا جانتا ہے کہ علم پڑھنے سے اسے کیا فائدہ پہنچے گا اور ہنر سیکھنے سے وہ کیا بن جائے گا۔ ابھی اس کی عقل کچی ہے

Marfat.com

وہ اپنے مستقبل کے بارے میں سوچ ہی نہیں سکتا بس ماں باپ کی خیر خواہی اور ان کے اس رحیمانہ تعلق کی بنا پر وہ مسلسل ان کی اطاعت اور فرمانبرداری کیے جاتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ بڑا ہو جاتا ہے اور علم وفن کے فائدوں کو اپنی آنکھ سے دیکھ لیتا ہے اور اب وہ جان سکتا ہے کہ اگر ماں باپ کی اطاعت نہ کرتا کھیل کود میں مشغول رہ کر وہ علم و ہنر نہ سیکھتا تو آج ذلیل لوگوں کی طرح ذلت کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہوتا۔ اگر بندہ اپنے اللہ تعالیٰ کی عظمت اس کی بڑائی اس کے رحم وکرم کا تعلق اپنے ساتھ ایک بچے کی طرح بھی نہیں سمجھ سکتا جو وہ نادانی میں اپنے باپ کے متعلق سمجھتا ہے اور اس تعلق کو نبھاتا ہے تو ایسے انسان کی حماقت اور اس کی بے وقوفی کا کیا ٹھکانا۔ اس نے تو اللہ تعالیٰ کی عظمت اس کی رحیمی اور اس کے تعلق کو اپنے ساتھ اتنا بھی نہ سمجھا جتنا ایک بچہ اپنے باپ کے متعلق سمجھتا ہے۔ دنیا کی زندگی کا ہر شعبہ یا تو دلچسپ ہے یا پھر اس میں ہمارے دینوی مستقبل کا فائدہ ہمیں نظر آ رہا ہوتا ہے۔ دلچسپی اور فائدہ جب دونوں اکٹھے ہو جاتے ہیں تو محبت کا روپ دھار کر دنیا ہمارے سامنے آ جاتی ہے اور ہم دلچسپی میں خواہ تکبر میں ہو، حرص ولالچ میں ہو، بڑا بننے میں ہو، ایسے لگ جاتے ہیں کہ باقی سب کچھ بھول جاتے ہیں اور ایک محدود مستقبل کے لئے ہم اپنی ایسی زندگی کو وقف کر دیتے ہیں ہیں جس کے اعمال تخم کی حیثیت رکھتے ہیں یہ اکسیری تخم ایسا ہے کہ اگر ہم اس کو اپنے خیال میں صرف دنیا کی مختصر اور فانی زندگی تک کے لئے بوئیں گے تو دنیا ہی میں ہمیں پھل دے گا اور اگر آخرت کی لا محدود اور عجائبات سے بھری ہوئی زندگی کے لئے بوئیں گے تو آخرت میں یہ تخم

Marfat.com

پھل دے گا اور جو تخم آخرت کی حدود میں پہنچ جائے گا اس کا پھل بھی آخرت کی طرح غیر محدود اور پائیدار بن جائے گا۔ خواہ ردعمل خیر ہو اور خواہ ردعمل شر ہو۔

عمل خیر بھی جب تک محض اللہ کے لئے اور آخرت کے لئے نہ ہو اس میں دنیا کے فوائد اور ریا کاریاں ملحوظ ہوں وہ صحیح وسالم پھل نہیں بنتا اور دنیا کی زندگی ہی میں ختم ہو جاتا ہے اور آخرت میں پہنچنے کی صلاحیت جل جاتی ہے۔ اسی طرح عمل شر ہے۔ مختصر وقت میں تھوڑی سی لذت یا عارضی فائدہ تو اس سے پہنچ گیا لیکن جب یہ آخرت میں پہنچ جائے گا تو اس سے وہ وہ ہولناک اور خطرناک نتائج اور پھل پیدا ہوں گے کہ اللہ کی پناہ۔ چھوٹے چھوٹے برے اعمال عذاب کا پہاڑ بن جائیں گے۔ جن کے کرنے میں منٹ اور گھنٹے لگے تھے اور جن کا فائدہ بھی دنوں میں ختم ہو گیا تھا۔ لذت بھی عارضی تھی۔ ان کے عذاب کا فاصلہ کروڑوں برس میں طے نہ ہو سکے گا اور ہر چھوٹے سے چھوٹے عمل شر کے بیج میں یہ تاثیر ہے کہ جب اس کا پھل عذاب کی شکل میں ظاہر ہو گا تو وہ عذاب متنوع ہو گا یعنی صورتیں اور قسمیں بدل بدل کے آئے گا اور غیر محدود عالم میں غیر محدود بن جائے گا ہاں! عمل شر کا تخم اور اس کا بیج جل بھی سکتا ہے اور اپنی تاثیریں کھو بھی سکتا ہے۔ یہ تاثیریں زیادہ سے زیادہ دنیا کی زندگی تک محدود رہ سکتی ہیں۔ عمل شر کی تاثیریں ختم کرنے اور اس کے برے نتائج سے بچنے کے لئے توبہ اور ندامت کو اللہ تعالیٰ نے بڑی تاثیریں بخشی ہیں چھوٹا بیج (گناہ) تو رہا چھوٹا بیج (گناہ) اگر گناہ پہاڑوں سے بھی بڑے ہوں' سمندروں سے بھی وسیع اور گہرے ہوں تو توبہ وندامت اور انابت سے برے

Marfat.com

اعمال کے وہ تخم جل سکتے ہیں اور آخرت کا راستہ صاف ہوسکتا ہے۔

رحیم وکریم اللہ تعالیٰ اور اس کے رحیم وکریم رسول اللہ ﷺ نے ہمیں آخرت کی بھلائیوں کی طرف اس طرح بلایا ہے۔ جس طرح مشفق ماں باپ اپنے بچوں کو کھیل کود سے واپس بلاتے ہیں اور ہمیں آخرت کے عذاب سے اور اس نفرت سے بھری ہوئی زندگی سے بچنے کا ایک ہی راستہ بتلایا ہے وہ یہ کہ تم دنیا سے محبت کرنا چھوڑ دو۔

حُبُّ الدُّنيَا رَاسُ كُلِّ خَطِيْئَة (حدیث رسولؐ)

ترجمہ:۔ دنیا کی محبت ہر برائی کی جڑ ہے۔

دنیا استعمال کرنے کے لئے ہے محبت کے لئے نہیں اور آخرت کی محبت ہی آخرت کے کام کرواتی ہے لیکن تعجب ہے کہ ہم دنیا سے محبت کرتے ہیں جس کی محبت کے بغیر بھی کام چل جاتا ہے اور آخرت سے نفرت کرتے ہیں۔ جس کے نتیجے میں آخرت کے لئے کئے جانے والے کاموں کا تخم بھی اپنی تاثیریں اور اپنا عمل کھو بیٹھتا ہے۔ آخرت کا انکار کرنے والے (کفار) کے اچھے اعمال کا بدلہ انہیں دنیا میں مل جاتا ہے اور چونکہ وہ آخرت کا انکار کر چکے ہوتے ہیں۔ اس لئے ان کے اعمال آخرت میں پہنچنے سے پہلے اپنی تاثیریں ختم کر چکتے ہیں۔ دراصل انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات کا مقصد یہ ہے کہ ہم اس بات کو سمجھ جائیں کہ اس زمینی دور کے مختصر وقت میں یہ ہماری زندگی ختم نہیں ہو جائے گی بلکہ اس دور سے کروڑوں درجے زیادہ دور ہماری زندگی کو درپیش ہیں اور لطف یہ کہ اس زندگی کو بنیاد اور تخم کی

Marfat.com

حیثیت حاصل ہے اور اس تخم کے بنانے میں انسانی کوششیں اپنا حصہ اور حق رکھتی ہیں۔ جن کی زندگی کی یہ بنیاد صحیح ہوگئی یعنی انہوں نے اللہ کی مرضی کے مطابق وقت گزارا اور اللہ کی مرضی انبیاء علیہم السلام کے ذریعے ہم تک پہنچ چکی ہے) وہ ہمیشہ ہمیشہ کے آرام وراحت وعزت اور لذت وسرور کی زندگی میں رہیں گے جو اس زندگی سے کروڑوں صدیاں زیادہ ہوگی بلکہ اس کے حصے میں ختم ہونا ہے ہی نہیں اور جو بدقسمت اپنے اختیار سے اللہ تعالیٰ کو ناراض کر بیٹھا (اور اس کی ناراضی کے سبب بھی انبیاء علیہم السلام کے ذریعے ہم تک پہنچ چکے ہیں) تو وہ نانجار ہمیشہ ہمیشہ کے عذاب میں گرفتار ہوگیا اور کروڑوں صدیاں یعنی بے شمار مدت کے لئے وہ عذاب الٰہی میں گرفتار ہو جائے گا۔

اب بتلایئے کہ یہ مختصر زندگی اور اس کے مشاغل اس حقیقی اور طویل زندگی کے مقابلے میں اپنی حیثیت کے مطابق بچوں کا کھیل نہیں تو اور کیا ہے۔ اب اللہ کی وحی سے نصیحت حاصل کرنا مومن کا فرض ہے اور جس کے دل میں رائی کے برابر بھی ایمان ہے وہ آسمانی نصیحت کو قبول کرسکتا ہے۔

☆......☆......☆

Marfat.com

درسِ قرآن: 20

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلَّذِیۡنَ جَاهَدُوۡا فِیۡنَا لَنَهۡدِیَنَّهُمۡ سُبُلَنَا ؕ

''ترجمہ:۔(جن لوگوں نے ہم میں مجاہدے کیے ہم ان کو اپنے راستے ضرور دکھلائیں گے)'' (پارہ 21-سورۃ العنکبوت-آخری آیت)

جَاهَدُوۡا :۔قرآن مجید کا لفظ ہے۔اس کا مصدر مجاہدہ ہے اور مجاہدہ کے معنی ہیں' محنت اور مشقت کرنا' بے حد جدوجہد کرنا۔دنیا محنت اور جدوجہد کا نام ہے اور پیدائش سے لے کر موت تک جو شخص جس کام کا اہل ہے۔وہ اس میں محنت کر رہا ہے اور دنیا محنت سے چل رہی ہے۔بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ جو کچھ ہے انسان کی ہمت' کوشش اور محنت کا نتیجہ ہے لیکن اسلام کا نظریہ اس سے مختلف ہے۔اسلام کا نظریہ' یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس خالق ازلی نے آسمان زمین بنائے' چاند تارے بنائے' ہوائیں چلائیں' شب و روز کا سلسلہ جاری کیا۔انسان کو عظمت دی' پھر عظمت کے تخت سے اتار دیا اور محنت میں لگا دیا اور اگرچہ رزاق مطلق وہ خود ہے لیکن اس نے اپنی حکمت سے اس کا رزق اس کی محنت سے وابستہ کر دیا ہے۔یہ محنت کرتا ہے اور محنت کے نتیجے میں ثمرہ پاتا ہے۔یہ سلسلہ اس خاموشی سے چلتا چلا آ رہا ہے کہ انسان اس غلط فہمی میں مبتلا ہو گیا ہے کہ یہ جو کچھ ظاہر ہے یہی سب کچھ ہے۔یہی ظاہر اپنا جسم بھی ہے اور یہی جسم جان بھی ہے یعنی اس مادہ کے تغیر و تبدل سے اور اس کی ایک موزوں ترکیب سے اسی میں سے جان پیدا ہو جاتی ہے۔

Marfat.com

آسمانی الہامی مذہب نے ہمیشہ اس نظریئے کو جھٹلایا اور مذہب ہمیشہ پیغمبروں کی زبان سے اس نظریئے کو غلط کہتا چلا آیا ہے۔ اسلام کا نظریہ ہے کہ جان یعنی روح ایک مستقل چیز ہے اور وہ ایسی لطیف ہے جو دیکھی اور سمجھی نہیں جا سکتی۔ اس کے لئے دیکھنے اور سمجھنے کے لئے بہت ہی لطیف بننے کی ضرورت ہے اور لطیف بننے کے لئے مادی غذاؤں اور مادی دواؤں کی ضرورت نہیں بلکہ اس کے لئے روحانی غذائیں اور روحانی دوائیں درکار ہوں گی۔

عالم کی یہ ترقی اللہ جل جلالہ کی حکمت سے اس طرح ہو رہی ہے جس طرح ایک پودا چھوٹے سے بڑا ہوتا ہے اور ایک جانور چھوٹے سے بڑا ہوتا ہے۔ مادی عالم بھی اسی طرح اپنی لطافتوں کی طرف بڑھ رہا ہے اور چھوٹے سے بڑا ہو رہا ہے۔ پہلے فلسفی اور پہلے حکیم، فلسفی اور حکیم ہونے کے باوجود اس ترقی کے راز سے ناآشنا تھے اور کوئی جانتا بھی نہ تھا کہ ایک آواز خاص خاص آلات کے ذریعے سارے عالم میں بیک وقت پہنچا دی جائے گی (وائرلیس) اور پھر آواز کیا اس مشین کے اردگرد کے سارے ماحول کو چلتا پھرتا دکھلا دیا جائے گا (ٹیلی ویژن) اور اس مشاہدے میں ایک بال کے برابر بھی کمی نہ ہوگی اور بعد مکان کا مشکل مسئلہ اتنا آسان بنا دیا جائے گا کہ ہزاروں میل کا سفر گھنٹوں اور منٹوں میں طے کیا جا سکے گا۔ (راکٹ وغیرہ)

آج کے فلسفی اور سائنس دان پہلے فلسفیوں اور حکیموں کی طرح آنے والی ترقیات سے بے خبر ہیں۔ موجودہ حالات کے پیش نظر وہ مانتے ہیں کہ کچھ ہونے

Marfat.com

والا ضرور ہے۔ لگا تار کوشش اور محنت سے ہر چیز ممکن ہے ناممکن کچھ بھی نہیں لیکن اس ممکن کا تعین ان کے ذہن میں نہیں ہے تاہم آج لکڑی اور لوہے کا مرتبہ انسانی عقل نے بلند کر دیا اور مادی عالم کی مادی خاصیات جو لاکھوں سال پوشیدہ رہی تھیں آج وہ عیاں ہوگئی ہیں اور روز بروز عیاں تر ہوتی جا رہی ہیں اور یہ سلسلہ شاید اتنا لطیف ہو جائے کہ اس کے ڈانڈے عالم امر سے جا ملیں لیکن ہزار افسوس کہ انسان نے اپنی قدر و قیمت نہ بڑھائی۔ اپنے اندر دیکھنے اور اپنے آپ کو اور اپنے وجود کو بلند تر کرنے کے لئے صحیح راستہ اختیار نہ کیا۔ ورنہ عالم امر کی لطیف قوتیں اس کے اپنے اندر موجود تھیں جس کی اطلاع قرآن نے یوں دی کہ وَفِیْ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ. اور یہی وہ لاشعور ہے جس کو لاشعور کہہ کر ہمارے محققین مطمئن ہو جاتے ہیں حالانکہ اس لاشعور کو شعور میں دیکھنا انسان کا انسانی منصب ہے۔

عالم امر وہی عالم امر ہے اور وہی عالم مثال ہے جس کی اطلاع ہمیشہ انبیاء علیہم السلام دیتے چلے آئے ہیں اور اسے تسلیم کرنا فرض قرار دیا اور تسلیم کا جزو اعظم یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ کو (بن دیکھے تسلیم کرنا اور یقین کرنا) قرار دیا۔ یہ عوام کے لئے ہے جو دنیا میں رہ کر اہل مشاہدہ کے مشاہدات کے نور سے متاثر ہوتے ہیں اور اس تاثر کو عمل میں لاتے ہیں۔ اعمال آخرت یعنی عبادات میں بھی حتی الوسع اپنا فرض ادا کرتے ہیں اور دنیا کے کاروبار میں بھی مشغول رہتے ہیں۔ اور امن پسند شہری ہیں۔ انسانیت کی اخلاقی قدریں حاصل کرتے ہیں اور ان کو استعمال کر کے ایک اچھا معاشرہ قائم کرتے ہیں۔ یہ معاشرہ ضروری نہیں کہ عالمگیر ہو اور ہمہ گیر ہو۔ اس

Marfat.com

کی اکائی فرد واحد ہے پھر یہ اکائی مؤثر ہوتی چلی جاتی ہے یہاں تک کہ بن دیکھے یقین کرنے والے اور اس یقین کا ثبوت اپنے عمل سے دینے والے کچھ لوگ پیدا ہو جاتے ہیں یعنی مسلمانوں کی ایک جماعت چھوٹی بڑی پیدا ہو جاتی ہے جو اپنا رسم و رواج رکھتی ہے اور اپنا معین طرز زندگی رکھتی ہے لیکن خواص کا معاملہ اور ہے وہ محبت اور باطنی صفائی سے شرح صدر کی دولت سے فیضیاب ہوتے ہیں اور نور مطلق کی تلاش ان کی زندگی کا مقصد ہوتا ہے۔ ان کی ترقی مادیات اور اعمال میں نہیں ہوتی، روحانیت اور شرح صدر میں ہوتی ہے۔ وہ لوگ اہل مشاہدہ کہلاتے ہیں۔ مشاہدہ کیا ہے؟ اس سوال کا جواب قرآن میں تلاش کرنا کچھ مشکل نہیں۔ جہاں جہاں انسانیت کے مافوق العادت کمالات کا ذکر قرآن میں آیا ہے۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو وہ کمالات عام انسانوں سے ظہور پذیر نہیں ہوئے ہیں۔ وہ بہت بلند مرتبہ انسانوں سے ظہور پذیر ہوئے ہیں۔ انبیا علیہم السلام اور اولیاؒ اگرچہ انسان ہوتے ہیں لیکن بلند ترین قسم کی انسانیت کے مالک ہوتے ہیں۔ ان سے جو کمالات ظہور پذیر ہوتے ہیں وہ انسانیت کے کمال ہوتے ہیں لیکن کیسی انسانیت؟ بلند استعداد اور تربیت یافتہ انسانیت جس نے مجاہدات سے اپنی بشریت کو سنوارا اور اس میں امر الٰہی ظہور پذیر ہوا اور شرح صدر سے وہ نوازے گئے۔ مافوق العادت کمالات انہی سے ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ جس طرح ایک قابل اور سنوری ہوئی زمین میں گل و گلزار پیدا ہوتے ہیں۔ ۔۔ قابلیت خداداد نعمت ہے اور مجاہدہ فعل انسانی ہے اور جس طرح مادی کمالات کے حصول کے لئے مسلسل جدوجہد کی

Marfat.com

ضرورت ہے۔ بالکل اسی طرح روحانی کمالات کے حاصل کرنے کے لئے مسلسل مجاہدات کی ضرورت ہے۔ پھر معرفت الٰہی حاصل ہونا اور کمالات انسانی ظاہر ہونا کوئی مشکل چیز نہیں۔ اہل مجاہدہ کے راستے کھولنے کا ذمہ خود کارساز حقیقی اور رحیم مطلق لیتا ہے۔ فرماتے ہیں۔

اَلَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا۔

''(جن لوگوں نے ہم میں مجاہدے کئے ہم ان کو اپنے راستے ضرور دکھلا دیتے ہیں)''

مجاہدہ کیا ہے؟

ذکر کی کثرت' ایسی کثرت جس سے خود بخود فکر پیدا ہو جائے۔ تبتُّل یعنی وَتَبَتَّلْ اِلَیْہِ تَبْتِیْلًا ○ کے مطابق اللہ کی محبت اور اس کے خیال میں عالم اور اہل عالم سے کٹ جانا' تنہائیوں کو مجلسوں اور خلوت کو میل جول پر ترجیح دینا اور بھوک پیاس کو شکم سیریوں اور لذات اور ذائقوں پر ترجیح دینا اور بیداریوں کو نیند پر ترجیح دینا اور جسم کو اور فکر کو اللہ کے راستے میں استعمال کرنا اور اپنا مقصود اللہ تعالیٰ کی ذات بنانا اور جسد خاکی میں نورانی کیفیات پیدا کرنا نفسانی خواہشات اور تمناؤں سے دست کش ہو جانا' یہ اپنے اپنے درجے کے مجاہدات ہیں اور ہر مجاہدہ دوسرے مجاہدہ کی مدد کرتا ہے یعنی جب انسان ایک مجاہدہ میں مشغول ہو جاتا ہے تو اس عمل سے دوسرے مجاہدات کی طرف راستے کھلتے ہیں اور ہر مجاہدے کا قدرتی نتیجہ مشاہدہ ہے۔ بالکل اسی طرح' جس طرح مادی اشیاء پر فکر و عمل مسلسل (اور تجربات) کئے

Marfat.com

جائیں تو کئی نئی نئی چیزیں پیدا ہوتی ہیں۔

روزہ ایک مجاہدہ ہے اور کم خوردن اور کم گفتن، کم خفتن اور ذکر کثیر کے لئے ایک بنیادی چیز ہے۔ خود مقصد بھی ہے اور مقصد کا معاون بھی۔ عوام کا روزہ بھی فرضیت کو ادا کر دیتا ہے لیکن خواص کا روزہ تو خواص کا روزہ ہے۔ اس مجاہدہ سے بشریت ملکیت کی طرف پرواز کرتی ہے اور جب بشریت بلندیوں کا رخ کرتی ہے تو فرشتوں سے کہیں آگے بڑھ جاتی ہے اور یہی مقام ہے جہاں انسان مسجود ملائک بن جاتا ہے اور مخدوم ملائک فرشتے نوری مخلوق ہیں لیکن انسان کو جو قرب الٰہی حاصل ہوتا ہے فرشتے اس کا مقابلہ ہرگز نہیں کر سکتے۔

☆......☆......☆

Marfat.com

درس قرآن: 21

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اِنَّا عَرَضۡنَا الۡاَمَانَۃَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَالۡجِبَالِ فَاَبَیۡنَ اَنۡ یَّحۡمِلۡنَہَا وَاَشۡفَقۡنَ مِنۡہَا وَحَمَلَہَا الۡاِنۡسَانُ اِنَّہٗ کَانَ ظَلُوۡمًا جَہُوۡلًا ۙ لِّیُعَذِّبَ اللّٰہُ الۡمُنٰفِقِیۡنَ وَالۡمُنٰفِقٰتِ وَالۡمُشۡرِکِیۡنَ وَالۡمُشۡرِکٰتِ وَیَتُوۡبَ اللّٰہُ عَلَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتِ ؕ وَکَانَ اللّٰہُ غَفُوۡرًا رَّحِیۡمًا ۝

(پارہ 22-سورۃ الاحزاب-آخری آیات)

ترجمہ: بے شک ہم نے امانت آسمانوں پر پیش کی، زمین پر پیش کی اور پہاڑوں کے سامنے رکھی، ان سب نے اس کے اٹھانے سے انکار کردیا اور اس سے ڈر گئے اور انسان نے اس کو اٹھالیا، بے شک یہ ایک ظالم اور جاہل تھا، یہ سب اس لئے تاکہ اللہ تعالیٰ منافق مردوں اور منافق عورتوں کو سزا دے اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو عذاب دے اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کی راستے کی لغزشیں معاف فرمادے اور وہ معاف فرمانے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی امانت کیا ہے؟ فطرت انسانی کی ایک جرأت کا بیان ہے کہ اسی جرأت کی بناء پر نتائج سے بے خبر رہتا ہے اور ذمہ داری اٹھالیتا ہے اور اپنی فطرت کی اس کمزوری سے ناواقف ہے کہ چھوٹی سے چھوٹی ذمہ داری بھی بڑی سے بڑی توجہ اور مسلسل احساس چاہتی ہے اور طبع انسان کی بوقلمونی کو یہ کب گوارا ہے کہ اپنی طبعی ضرورت کے بغیر کسی احساس کا تسلسل قائم رکھ سکے اور اپنی توجہ صرف ایسے

Marfat.com

فرمان پر لگا سکے جس کا نتیجہ دیر سے نکلنے والا ہو، بعض صحابہؓ سے یہ منقول ہے کہ امانت سے مراد اوامر ونواہی اور احساس ذمہ داری ہے، آسمان، زمین اور پہاڑ یہ عظیم مخلوق باقی مخلوق الٰہی کی طرح جسم و جان دونوں حقائق رکھتی ہے، آسمان کی روح، زمین کی روح اور پہاڑ کی روح کو جب اللہ تعالیٰ نے امانت اٹھانے کی پیشکش کی تو انہوں نے عرض کی کہ الٰہی! ہم آپ کے امر سے کیا کچھ نہیں کرتے اور کیا کچھ نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، یہاں میرے حکم کا سوال نہیں تمہاری اپنی پسند اور انتخاب کا سوال ہے، اگر تم یہ امانت اٹھالو تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ تم نے میرے حکم سے نہیں اپنے ارادہ سے کام کیا اور مثبت عمل پر ہماری خوشنودی اور رضا اور اس عمل کا بہترین بدلہ ہوگا اور منفی عمل پر ہماری ناراضامندی اور اس عمل کی سزا ہوگی۔

اختیار، سزا اور جزا کا فرمان سن کر وہ اپنے انجام اور نتیجے کی خرابی سے ڈر گئے، اپنی کمزوری اور انکساری کا اظہار اس طرح کیا کہ الٰہی! ممکن ہے ہم اپنے اختیار سے تیری کوئی نافرمانی کر بیٹھیں ہم تو تیری نافرمانی سے ڈرتے ہیں، بس ہمارا کام یہ ہے کہ تو اپنے ارادہ سے جو کام ہم سے لے ہم وہ کر رہے ہیں اور کرتے رہیں گے۔

روح انسانی میں جہاں بہت سی خوبیاں ہیں اور نہایت عجیب وغریب قوتوں کا مرکب ہے وہاں اس کی بہت بڑی کمزوری یہ ہے کہ یہ عہد کر لینے میں بڑا مستعد ہے لیکن اپنے کیے ہوئے عہد کو نبھانے میں کمزور اور جلدی تنگ آ جانے والا ہے اور

Marfat.com

اسی روحانی کمزوری کی وجہ سے نتائج اور عواقب کی پروا کیے بغیر اپنا نقصان اپنے ہاتھوں کر بیٹھتا ہے، پھر پچھتاتا ہے لیکن بعد از وقت پچھتاوا اس کا کچھ بنا نہیں سکتا۔

پھر اللہ تعالیٰ کی آزمائش اور امتحان کے اعلان کے بعد اس کی طبعی سستی تو نہایت ہی مہلک ہے، طبع انسان اپنی فطری کمزوریوں سے جلدی نتائج حاصل کرنے کی متمنی ہے، اس صورت میں یہ فطرتاً عجول (جلد باز) اپنی فطرت کی الہامی اصلاح کے بغیر کیسے مطمئن رہ سکتا ہے۔

جب الہامات الٰہیہ کی حقیقت اور کنہ تک ذکر کثیر تبتّل کے ذریعے اس کی رسائی ہو جاتی ہے تو اس کا حوصلہ فراخ ہو جاتا ہے اور ذکر کی تاثیرات اسے مطمئن کرنے میں اپنا کام شروع کر دیتی ہیں اور ذکر کے ذریعے سینے کی جلا ہوتی ہے اور عالم آخرت کی کیفیات اس کے سینے میں عکس ریز ہو جاتی ہیں اور پھر اس کی خوشی اور غم اور اس کا اطمینان اور بے قراری اسباب عالم سے وابستہ نہیں رہتی بلکہ ایک لگن اسے ہمیشہ مصروف رکھتی ہے اور ہمیشہ خوش رکھتی ہے اور ہراساں بھی رکھتی ہے اور اعمال کے دنیوی نتائج خوشی اور غم کو بھی یہ نتائج سے تعبیر نہیں کرتا بلکہ ان کو بھی امتحان کی ایک صورت سمجھنے لگتا ہے۔

آسماں بار امانت نتو انست کشید
قرعہ فال بنام من دیوانہ زنند

جس امانت کو اٹھانے سے آسمان، زمین اور پہاڑوں نے انکار کر دیا، اسی امانت کو انسان کی ناعاقبت اندیش روح نے اٹھا لیا اور اس کا یہ فعل اور ایسی تمام

Marfat.com

جراًتیں اس کی نادانی ہیں اور ہر نادانی سے عمل میں کچھ زیادتیاں آجاتی ہیں اور ہر زیادتی ظلم ہے اور ہر ظلم کا بدلہ خود انسان کو بھگتنا پڑتا ہے، اس واسطے فرمایا کہ یہ فطرتاً ظلوم اور جہول ہے۔

اس ظلم و جہالت سے بچنے کی اگر قدرت کی طرف سے کوئی تدبیر نہ ہوتی تو پھر تقدیر کا گلا کہ ہمیں ایسا ہی بنایا گیا ہے لیکن اللہ کی رحمت نے اس اشرف المخلوقات کے لئے یہ پسند نہ فرمایا کہ اس کی طبیعت کے ناقص حصے اس کی جلد بازی سے اس کا نقصان خود اس کے ہاتھوں کرادیں اور اس کی طبیعت کے کامل حصے پردوں میں رہ رہ کر ختم ہو جائیں۔

اس کی رحمت اور اس کے فضل و کرم نے ہدایت کا ایک آسمانی نظام ایسا قائم کیا جس کی جاذبیت اور جس کی کشش نے اس کے اعتماد کو اپنے حق میں لے لیا اور اس کی خوابیدہ قوتوں نے جاگ کر اس نظام ہدایت کے سامنے تسلیم کا سر جھکایا اور اس کا کلمہ انبیاء علیہم السلام کی باوقار اور ہر طرح بااعتبار شخصیتوں نے آسمانی اسرار کے لاکھوں موتی بکھیرے اور خود خدا کی شہادتوں کے ساتھ انسان کو اس کے مستقبل کے بے پناہ فوائد دکھائے اور بے اندازہ نقصانات سے ڈرایا، اپنی سعادت مندیوں سے ہر طرح کا فائدہ اٹھانے والے لوگوں نے لبیک کہا اور اپنے اعتماد کو ٹھکانے لگایا لیکن اپنی غلط قوتوں سے چمٹے لوگ خواب غفلت سے نہ جاگے اور یا تو آسمانی ہدایت کا انکار کر دیا اور اپنی قسمتوں کو دنیوی قوتوں سے وابستہ کر کے مشرک کہلائے اور یا پھر آسمانی ہدایت کو بھی زمینی فوائد کے لئے استعمال کیا اور حقائق کے

Marfat.com

دروازے میں داخل ہونے کی بجائے بیرون دروازہ رہا گئے اور مذہب کے حقائق کو دنیوی فوائد کے لئے استعمال کیا اور منافق کہلائے۔

اب یہ سارا سلسلہ جہاں منتہی ہوتا ہے وہ ہے ہر عمل کی جزا اور سزا اور جزا، سزا کی زندگی۔ اب امانت کا بار اٹھا کر اس کو ادا نہ کرنے والے مشرک اور منافق خدا کی سزا کے مستوجب ٹھہرے اور جنہوں نے امانت کا بوجھ اٹھا کر اپنی فطرت کی صحیح قوتوں کو استعمال کر کے امانت کا حق ادا کر دیا، ایمان کے تقاضے پورے کئے، عمل کے دشوار راستے چلتے رہے، ان کے لئے ان کے اعمال کی جزائے خیر ہے اور عاقبت کی بہترین زندگی، ہاں اس قوتوں کے مرکب دور میں ایمان والوں سے بھی بعض ناقص کام سرزد ہوں گے لیکن ایسے تمام کام ایمان اور عمل صالح کے نور کے مقابلے میں اپنی ظلمت پیش نہ کر سکیں گے اور انہیں ایمان والوں کے راستے کا روڑا نہیں بننے دیا جائے گا۔

☆ ☆......☆

Marfat.com

درس قرآن: 22

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ. مَایَاْتِیْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ ٥

بندوں پر ہزار افسوس جب بھی کوئی ہمارا پیغام ان کے پاس لے گیا وہ اس سے ٹھٹھا مخول کرنے لگے (پارہ 23-سورۃ یٰسٓ-رکوع 2)

یہ آیت اور اس قسم کی دیگر آیات فطرت انسانی میں ان مواد کا پتہ دیتی ہیں جن کی وجہ سے ہدایت کو اپنے پھل پھول لانے میں مناسب موسم کبھی نہ مل سکا۔

مناسب موسم ہو، بارش فراواں ہو، تخم بہترین ہو، تب بھی زمین کے بہت سے حصے گل و گلزار بننے سے محروم رہتے ہیں۔ یہ کیوں؟ اس کا جواب یہی ہے کہ اس عالم کی فطرت میں استعدادوں کا اختلاف موجود ہے۔

زمین بظاہر ایک شکل و صورت کی زمین ہے لیکن قابلیت کے لحاظ سے ایک زمین اور دوسری زمین میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ ایک قطعۂ زمین زعفران اگاتا ہے اور دوسرے قطعے میں کانٹے بھی نہیں اگتے ہیں۔

یہ سب تیرا فیض ہے۔ تیرا فضل و کرم ہے جس پہ ہو جائے۔

؎ فیضِ روح القدس اگر باز مدد فرماید   دیگراں ہم بکنند آنچہ مسیحا مے کرد

فیضِ آسمانی کے باب جس پر کھل جاتے ہیں وہ مٹی کو سونا بناتا ہے اور جس پر فیض کے دروازے نہیں کھلتے۔ اس کا سونا بھی مٹی ہو جاتا ہے۔

اس مقام پر سوائے حیرت کے کچھ حاصل نہیں۔ چون و چرا کی زبان بند ہے۔

Marfat.com

استدلال کے پاؤں ٹوٹ جاتے ہیں اور کوئی ایسی وجہ اس فرق زمین و آسمان کی نظر نہیں آتی ۔

رب صاحب گمدول مچایا شاہ مراد تمیز کرے
ہکناں دے گھر لال جواہر ہکناں مل پشیز کرے

زمانہ ترقی کر رہا ہے۔ لوہے اور تانبے کی تاریں معجزے دکھلا رہی ہیں۔ اشرف المخلوقات نے اپنے اندر بھول کر بھی نہ جھانکا۔ وہ بیرونی دنیا کے مشاہدے سے فارغ نہیں۔ اندر کی خبر تو وہی رکھتا ہے جو اپنے محفوظ دفینے سے باخبر ہو۔ ورنہ بے خبر خالی ہاتھ والوں کے دروازے کھلے کے کھلے رہتے ہیں اور ان کے برتن کتے چاٹتے ہیں۔

کبھی وہ دن بھی تھے کہ لکڑی سے سانپ بنا کرتے تھے اور وہ دن بھی تھے کہ پتھروں سے جانور پیدا ہوتے تھے۔ آنکھوں نے وہ سمے بھی دیکھے کہ مادرزاد اندھے آئے اور روشن چراغ لے کر گئے۔ مٹی کی قبروں سے مردے کلمے پڑھتے ہوئے نکل آئے۔ اور زمین کی مخلوق کی تبدیلیاں جب انسانی شکوک کی آندھیاں نہ روک سکیں تو چاند کے ٹکڑے کر کے دکھائے گئے مگر وائے بدنصیبی کہ محرومی نے کسی حال میں ساتھ نہ چھوڑا۔ اور ایسی محیر العقول تبدیلیاں انسانی دل کو تبدیل نہ کر سکیں۔ فرعون نے غرق ہونا منظور کر لیا، اپنی قوم کا بیڑا تباہ کر لیا لیکن موسیٰ کی ہدایت پر کان نہ دھرے۔

عاد و ثمود نے رحیم و کریم آقا اور غفار و ستار مولا کو اپنی حرکتوں سے غضب و قہر

Marfat.com

پر آمادہ کر دیا لیکن حرکتوں سے باز نہ آئے۔ پتھر سے اونٹ جیسے جانور آنکھ جھپکنے کی دیر میں نکلتے ہوئے دیکھے لیکن ہدایت کی آنکھوں میں نور نہ آسکا۔ عیسیٰ نے قبروں کے مردے زندہ کیے لیکن بنی اسرائیل کے مردہ قلوب میں جان نہ آسکی۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک جس کو دیکھ کر پتھر بھی بول اٹھتے تھے اور ہدایت کی انسانی آواز ان کے ہونٹوں سے نکلتی سنی جاتی تھی۔ آپ ﷺ کی انگلی سے چاند ٹکڑے ہو گیا لیکن بدنصیب اور بدقسمت ابوجہل کا حرکت کرتا ہوا انسانی دل نہ پسیجا اور وہ اپنی جہالت پر ناز کرتا ہوا، اندھیروں کو اجالا سمجھتا ہوا اور انسانیت کو اپنی شقاوت کی مثال پیش کرتا ہوا جہنم کے دروازے پر اس آسانی سے جا کھڑا ہوا جس آسانی سے آسمان کی بجلی چمک جاتی ہے۔

ابوجہل! ولید بن عقبہ! ابولہب! کیا اب بھی تمہاری وہی ہوش ہے جو دنیا میں تھی! اور وہی قساوتِ قلبی ہے جس سے تم نے آخری نبی ﷺ کو جھٹلایا؟

سننے والے کان ہوں تو آج بھی ان کی آواز سنی جا سکتی ہے۔ وہ دھاڑیں مار مار کر رو رہے ہیں۔ شرمندگی سے اپنے پسینے میں غرق ہیں اور چیخ چیخ کر کہہ رہے ہیں۔

رَبَّنَا اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحاً اِنَّا مُوْقِنُوْنَ O

الٰہی ہماری آنکھیں کھل گئیں ہمارے کان کھل گئے، ہم کو دنیا میں واپس کر دیں، ہم اچھے بن کے دکھا دیں گے، ہم کو اب یقین آ گیا ہے۔

انسانی علم رسومات اور ضروریات تک محدود ہے۔ مبدأ و معاد اور تکوین و تشریع

Marfat.com

کے حقائق کا علم آسمانی علم ہے۔ جس کی ضرورت اتنی دوری پر ہے کہ ظاہری آنکھیں اسے دیکھ نہیں پاتیں۔ عبرت پذیر دل اور شکستہ آرزو والے قلوب حقائق کا اثر قبول کرنے میں اپنے اندر بڑی قوت رکھتے ہیں۔ لیکن ظاہر پرست دل اور آرزوؤں کی گندگی سے آلودہ قلوب حقائق کا کوئی اثر قبول نہیں کرتے اور خود بیان اور بیان کرنے والے کو (کلامِ الٰہی اور ذاتِ رسول ﷺ کو) خاطر میں نہیں لاتے اور ہادی کا دل توڑنے کے لیے اس پر ٹھٹھا اور مخول کرتے ہیں۔ فطرت کا یہ پہلو کتنا خطرناک ہے۔ خطرے کی گھنٹی ہر وقت بج رہی ہے۔ ایمان و یقین کی ایک رائی بھی عبرت کی قوت کو بیدار کر جاتی ہے اور سعادتِ ازل سے بہرہ مند قلوب پسیج جاتے ہیں اور جب پسیج جاتے ہیں تو دنیا اور آخرت کی کامیابی ان کا استقبال کرتی ہے۔

☆......☆......☆

Marfat.com

درس قرآن: 23 (الف)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعۡیَ قَالَ یٰبُنَیَّ اِنِّیۡۤ اَرٰی فِی الۡمَنَامِ اَنِّیۡۤ اَذۡبَحُکَ فَانۡظُرۡ مَاذَا تَرٰی ؕ قَالَ یٰۤاَبَتِ افۡعَلۡ مَا تُؤۡمَرُ ۫ سَتَجِدُنِیۡۤ اِنۡ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیۡنَ ○ فَلَمَّاۤ اَسۡلَمَا وَ تَلَّهٗ لِلۡجَبِیۡنِ ○ وَ نَادَیۡنٰهُ اَنۡ یّٰۤاِبۡرٰهِیۡمُ ○ قَدۡ صَدَّقۡتَ الرُّءۡیَا ۚ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجۡزِی الۡمُحۡسِنِیۡنَ ○ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الۡبَلٰٓـؤُا الۡمُبِیۡنُ ○ وَ فَدَیۡنٰهُ بِذِبۡحٍ عَظِیۡمٍ ○ وَ تَرَكۡنَا عَلَیۡهِ فِی الۡاٰخِرِیۡنَ ○ سَلٰمٌ عَلٰۤی اِبۡرٰهِیۡمَ ○ كَذٰلِكَ نَجۡزِی الۡمُحۡسِنِیۡنَ ○ اِنَّهٗ مِنۡ عِبَادِنَا الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ○ (پارہ 23 - سورۃ الصّٰفّٰت - رکوع 3)

ترجمہ: پھر جب وہ اس کے ساتھ کام کے قابل ہو گیا، کہا اے میرے بیٹے میں نے خواب دیکھا میں تجھے ذبح کرتا ہوں۔ اب تو دیکھ تیری کیا رائے ہے۔ کہا اے میرے باپ کیجئے جس بات کا آپ کو حکم ہوتا ہے خدا نے چاہا تو قریب ہے کہ آپ مجھے صابر پائیں گے۔ تو جب ان دونوں نے ہمارے حکم پر گردن رکھی اور باپ نے بیٹے کو ماتھے کے بل لٹایا اور ہم نے ندا فرمائی کہ اے ابراہیم بے شک تو نے خواب سچ کر دکھائی۔ ہم ایسا ہی صلہ دیتے ہیں نیکوں کو بے شک یہ روشن جانچ تھی۔ اور ہم نے ایک بڑا ذبیحہ اس کے فدیہ میں دے کر اسے بچا لیا اور ہم نے پچھلوں میں اس کی تعریف باقی رکھی۔ سلام ہو ابراہیم پر، ہم ایسا ہی صلہ دیتے ہیں نیکوں کو بے شک وہ ہمارے اعلیٰ درجہ کے کامل الایمان بندوں میں ہیں۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی، قربانیوں میں منفرد ہے، حضرت ابراہیم

Marfat.com

علیہ السلام نے اپنے بیٹے کی قربانی بارگاہ الٰہی میں پیش کر کے یہ ثابت کیا، نہیں یہ سنت قائم کی کہ اللہ کے راستے میں عزیز ترین چیز قربان کر دینا ضروری ہے اور یہ قربانی اور اس کا بدلہ اس طرح واپس ہوگا جس طرح حضرت اسماعیل علیہ السلام واپس ہوئے۔ یہ قبولیت کی آخری سرحد ہے۔ قربانی اور اخلاص کا بدلہ اگرچہ عمل کے ساتھ ساتھ شروع ہو جاتا ہے تاہم ہمارے ایمان کا تقاضا ہے کہ ہم اپنا عمل اور اس کی جزا آخرت کے لئے وقف کر دیں۔ اور آخرت کا بدلہ بہت بڑا بدلہ ہے۔ جو ہمارے تصور میں نہیں آسکتا بالکل اس طرح جس طرح کسی عظیم الشان درخت کے بیج میں وہ درخت نظر نہیں آسکتا اور نا تجربہ کار تو اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔

قربانی دو (۲) چیزیں کرا سکتی ہیں۔ اول محبت کہ محبت بھی محبوب کی خوشنودی کے لئے سب کچھ قربان کر دینے کے لئے تیار ہوتی ہے دوسرا فائدے کا یقین۔ اگر یقین ہو کہ اس سودے میں جیت ہے تو پھر بھی سب کچھ قربان کر دیا جاتا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس دونوں چیزیں تھیں۔ اللہ تعالیٰ کی محبت بھی تھی اور اس سودے میں نفع کا یقین بھی۔ اور یہ خیال بھی کہ محبوب آزماتا بھی ہے اور محبوب کی آزمائش میں فیل ہو جانے سے محبت میں کمی آجاتی ہے۔ اور یہی عذاب کیا کم ہے کہ آسمان کی یہ دولت یعنی محبت حقیقی چھن جائے اس لئے اللہ کا مرد بیٹے کی قربانی کے لیے تیار ہو گیا۔

شیطان نے روکنے کے لئے کوئی کسر نہ چھوڑی، وسوسے ڈالے، شکلیں بدل بدل کر سامنے آیا بچے کی ماں سے رکوانے کی کوشش کی، خود بچے کے بچپن کو خوفزدہ

Marfat.com

کرنے کی کوشش کی لیکن یہ سارا خاندان تربیت یافتہ تھا اور محبت، اطاعت اور آزمائش کے سبق سب کو از بر تھے۔ سب نے شیطان کو جھٹلایا اور شیطان کا جھٹلانا بھی ایک سبق ہی تھا جو نا قابل لوگ وقت پر بھول جاتے ہیں اور اپنے ازلی ابدی دشمن کے فریب میں آ جاتے ہیں۔

شیطان خائب و خاسر ہوا اور مرد حق کامیاب و کامران، دنیا میں کسی اچھے عمل کا نتیجہ روپیہ پیسہ اور دولت زمین نیز حکومت کی صورت میں بھی مل جاتا ہے۔ لیکن یہ سب چیزیں ناپائیدار ہیں اور ان سب سے بلند نتیجہ اور ثمرہ نام کی زندگی ہے اور اچھی شہرت اور عمدہ نمونے کا قائم رہنا اور اپنے وقت کے لوگوں کے علاوہ آنے والی نسلوں کا اچھے الفاظ سے یاد کرنا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ تمام نعمتیں مل گئیں حضرت ابراہیمؑ جدّ انبیاء بنائے گئے اور ان کو سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جدّ امجد ہونے کا فخر حاصل ہوا اور نام کو اللہ نے اتنی شہرت دی کہ دنیا کے بڑے بڑے مذاہب میں آپ کی عظمت اور نام آوری کا سکہ چلتا ہے اور مسلمانوں کو تو حکم ہے کہ نماز کی نیاز میں بھی جب اللہ میاں کو آخری سلام پیش کریں تو حضرت ابراہیمؑ کو اپنے سلام کی قبولیت کا وسیلہ ٹھہرائیں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ o

حج فریضہ اسلام ہے ۱۰ ذی الحجہ کی قربانی تمام عالم اسلام میں ایک واجب

Marfat.com

قربانی ہے اور یہ اخلاص و محبت کی یادگار ہے جو ہمیشہ ہمیشہ قائم رہے گی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کا نمونہ اور نقشہ عمل کی نگاہ اور تصور کی آنکھ ہمیشہ دیکھتی رہے گی اور اخلاص و محبت کا راستہ چلنے والوں کے لئے دونوں باپ بیٹے علیہما السلام کا عمل روشنی کا ایک مینار ہے۔

لیکن یاد رکھنے والی یہی ایک بات ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور ان کے تربیت یافتگان یعنی صدیقین جو اولیاء اللہ کے نام سے معروف ہیں ایک سیکنڈ کے لئے بھی دنیا کا کوئی کام دنیوی مفاد اور دنیوی نام آوری کے لئے نہیں کرتے۔ ان کی نگاہ میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور آخرت کی سرخروئی ہوتی ہے اور بس۔ دنیا اور اس کے مفاد اور نام وریاں تو ایک کم نظر دنیا دار کا حصہ ہے۔ شیطان عدو مبیں ہے۔ اول اول وہ نفس انسانی کو مفاد پرستی کا سبق دیتا ہے کہ کوشش اور محنت سے مادی قسم کے فوائد کی امید دلا کر خوش کرتا ہے اور اگر جان و مال کی قربانی کا موقعہ آئے تو چونکہ مادی فوائد کا بت سامنے سے ہٹ جاتا ہے اس لئے اس کے بدلے ایک لطیف بت نام آوری کا سامنے کر دیتا ہے کہ جاتے جاتے اس کی پوجا کر جاؤ کہ میرا نام باقی رہے گا تاریخوں میں لکھا جائے گا۔ لوگ مجھے یاد کریں گے وغیرہ وغیرہ۔ نہ تو رہے گا نہ تیری یاد رہے گی دنیا مس بڑے بڑے فرعون آئے اور چلے گئے نہ ان کا نام ہے نہ نشان۔ اسلام کا اخلاص اسی روحانی مرض کا علاج ہے کہ میں نہ کسی فائدے کے لئے قربانی دیتا ہوں اور نہ نام آوری کے لئے میری تمام محنتیں میری تمام قربانیاں اللہ کے لئے ہیں اور بس۔

Marfat.com

عقل بڑی چیز ہے دنیا میں اسی کا سکہ چلتا ہے لیکن آخرت کے لئے تو محبت اور محبت کا جنون ہی بڑی چیز ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب میں دیکھا کہ میں بیٹے کو ذبح کر رہا ہوں، تردد ہوا، دوسرے دن پھر دیکھا تیسرے دن پھر دیکھا، یقین کامل ہو گیا کہ فرزند کی قربانی مطلوب ہے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو منیٰ میں لے گئے ان کی رضا طلب کی وہ کہنے لگے کہ ابا جان! میں اللہ کی خوشنودی کے لئے ذبح ہونے کو تیار ہوں۔ یہاں شیطان نے سر پیٹ لیا کہ اگر آج یہ قربانی ہو گئی تو پھر اولاد ابراہیمؑ پر میرے وار کامیاب نہ ہوں گے۔ پہلے حضرت ہاجرہ کو جا کسایا پھر حضرت اسماعیل علیہ السلام کو وسوسہ ڈالا۔ یہاں سے بھی مایوس ہوا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ وہ خواب شیطانی وسوسہ ہے۔ انہوں نے اسے دھتکارا اور یہ خائب و خاسر واپس ہوا۔ قربانی دی گئی اور قربانی کا حق ادا ہوا۔ قبولیت کاملہ نے استقبال کیا اور ایک دنبہ جنت سے لا کر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے پیش کیا وہ دنبہ ذبح کیا گیا۔ روایات میں ہے کہ اس دنبے کے سینگ کعبۃ اللہ کے مزاب (پرنالہ) کے ساتھ حضور علیہ الصلوۃ والسلام اور خلفائے راشدین کے وقت تک لٹکائے ہوئے تھے جب عبداللہ بن زبیر کے وقت کعبۃ اللہ کی عمارت کا کوئی حصہ جل گیا تو وہ سینگ بھی ضائع ہو گئے۔

یہ دنبہ جو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی بجائے ذبح کیا گیا مفسرین کہتے ہیں کہ چالیس فصلیں جنت میں رہا تھا اور یہ ذبح عظیم کا فدیہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر احسان فرماتے ہوئے قربانی کے لئے عنایت

Marfat.com

فرمایا۔

اس عظیم قربانی سے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل ہوئی، آسمانی خطابات ملے جو کذلک نجزی المحسنین اور انہ من عبادنا المومنین سے ظاہر ہیں۔ اور رہتی دنیا تک اچھی یاد اور ہمیشہ کے لئے سلام علیٰ ابراہیم کی دولت ملی۔ اس واقعہ سے جو بہترین نتیجہ حاصل ہوتا ہے وہ یہ ہے؛

قربانی کا جذبہ مرد مومن کا ورثہ ہے۔

صبر و تحمل اور برداشت قربانی کے آلات کار ہیں

اور قربانی کا پھل دنیا و آخرت میں بہترین پھل ہے۔

☆......☆......☆

Marfat.com

درس قرآن: 23 (ب)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّيْۤ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْۤ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى قَالَ يٰۤاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِيْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ ۝ فَلَمَّاۤ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ ۝ وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰۤاِبْرٰهِيْمُ ۝ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝

(پارہ 23 - سورۃ الصّٰفّٰت - رکوع 3)

ترجمہ: جب وہ ان کے ساتھ دوڑنے (کی عمر) کو پہنچا تو ابراہیمؑ نے کہا کہ بیٹا! میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ تم کو ذبح کر رہا ہوں۔ تم سوچو تمہارا کیا خیال ہے؟ انہوں نے کہا! ابا جان! جو آپؑ کو حکم ہوا ہے وہی کیجئے، خدا نے چاہا تو آپ مجھے صابروں میں پائیں گے۔

اسلام کے معنی اطاعت امر کے ہیں اب امر کی بہت سی قسمیں ہیں اور امر کی حکمت، آزمائش انسانی ہے اور انسانی امتحان کو قرآن کریم نے بار بار بیان فرمایا ہے۔

امتحان کو بیان کرنے والے انبیاء علیہم السلام پہلے خود امتحان دیتے ہیں اور وہ جب کامیاب ہو جاتے ہیں تو ان کا امتحان اور ان کی کامیابی باقی لوگوں کے لئے امتحان اور کامیابی کا نمونہ ہوتی ہے اور انسانی عظمت اور انسان کی بڑائی اسی میں ہے کہ انسان اپنے محبوب اللہ تعالیٰ کی محبت میں ایسا سرشار ہو کہ اس کے سوا باقی ہر چیز کو اس کی محبت اور اس کی رضا پر قربان کر دے۔ آج کا درس ایک اتنی بڑی

Marfat.com

قربانی کا درس ہے کہ عوام تو عوام خواص بھی اس کا تصور نہیں کر سکتے۔ بڑھاپے میں خاص وقتوں میں دعا کی استجابت پر عنایت شدہ حسن و جمال کے مجسمہ اور تسلیم و رضا کے پیکر فرزند ارجمند کو اپنے ہاتھوں سے ذبح کرنا، یہ اس لئے کہ اللہ کا حکم ہے اس کی رضا اسی میں ہے اور محبوب کی رضا ہر چیز پر غالب ہے بہت مشکل قربانی ہے اور یہی وہ امتحان ہے جو اللہ تعالیٰ اس فانی دنیا میں اپنے چاہنے والوں سے لیتا ہے کہ تم مجھ کو بھی چاہو اور اس چاہت میں میرے ساتھ اور شریک بھی بناؤ۔ اس میان میں دو تلواریں نہیں سما سکتیں اور پھر لطف یہ ہے کہ اسلام کا بنیادی نظریہ یہ کہ فانی دنیا سے فنا لازم، خواہ وہ آسمانی حادثہ سے ہو خواہ اختیاری قربانی سے ہو اور ہر فنا کے بعد بقا ضروری ہے حادثے والی فنا کے بعد بقا کا آخرت میں کوئی اجر نہیں۔ اور اختیار والی فنا (قربانی) کے بعد بقا میں اجر ہی اجر ہے اور قرآن کریم کا آدھا حصہ اسی بشارت سے معمور ہے۔

قرآن کریم کے الفاظ معجزانہ طور پر واقعات کو ضروری تشریحات کے ساتھ بیان فرما جاتے ہیں۔ صاحب دل کے لئے عبرت کا بہت بڑا سامان مہیا ہو جاتا ہے۔ وہ ساری عمر صرف ایک آیت کی ہدایت اور نصیحت کی ذمہ داری سے سبکدوش نہیں ہو سکتا کیونکہ وحی الٰہی کا مطلب انسانی آبادی میں صحیح عمل کی تحریک پیدا کرنا ہے اور وہ تحریک قلبی ہو، ذہنی ہو، خواہ عملی ہو۔ قرآن کریم کے ایک ایک لفظ سے نہایت خوبی سے پیدا ہو جاتی ہے لیکن جب تک دل کی بیداری کا عمل اپنی پوری تاثیریں نہیں کر چکتا۔ اس وقت تک تشریحات اور تفصیلات کی ضرورت ہوتی ہے

Marfat.com

اور انسانی فطرت حکایات سے کافی متاثر ہوتی ہے اور قصص ماضی، ہماری زندگی پر خاص اثر رکھتے ہیں۔ ترغیب اور ترہیب انسانی کے لئے رحمت خداوندی کا ایک بہت بڑا انعام یہ ہے کہ صالح افراد اور صالح اقوام کا وہ وقت جوان کو دیا گیا اس میں خواہ کتنی ہی تکلیفات اور کیسی ہی سخت سے سخت پریشانیاں وہ اٹھا چکے ہوں، ان کے صلے میں آخرت کی نعمتیں اور قرب الٰہی کی دولت تو ان کو مل ہی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک بہت بڑا اجر دنیا میں ان کو یہ عنایت فرما دیا کہ ان کا نام زندہ کر دیا اور ان کے اخلاص و محبت کے کارناموں کے سامنے دنیا کی گردنیں جھک گئیں۔ اہل عالم ان کی عزت کرتے ہیں ان کے نمونے کو بہترین نمونہ سمجھتے ہیں۔ یہ اہل اسلام کے لئے خصوصاً اور اہل عقل و فہم کے لئے عموماً بہت بڑی ترغیب ہے کہ وہ عمل صالح اور عظیم قربانی سے اپنی آخرت کو سنواریں اور اپنی دنیا میں عزت کا انعام حاصل کریں۔

اور غیر صالح افراد و اقوام نے اپنے وقت میں خواہ حکومت کی ہو، خواہ ناز و نعم میں رہے ہوں اور خواہش نفسانی کو انہوں نے قانون بنا کر اہل عالم کو اس پر چلنے کے لئے مجبور کیا ہو، نیز ان کی زیادتیوں کو خواہ وقت کے مطلب پرست انسانوں نے کتنا ہی سراہا ہو اور وہ بھی ہمیشہ بر خود غلط قسم کے تصورات میں رہے ہوں لیکن ان کے چلے جانے کے بعد ایک بہت بڑی ترہیب (یعنی ان کے عمل کے نتائج سے ڈرانا) قدرت نے یہ مہیا کر دی کہ آخرت میں تو جو عذاب انہیں مل سکتا ہے وہ تو مل ہی رہا ہے۔ دنیا میں بھی ان کا نام اور ان کی زندگی کی کارکردگیاں اور کارستانیاں

Marfat.com

نہایت نفرت کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہیں اور کوئی اپنا، بیگانہ ان کی عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھتا۔ یہ ترہیب اہل اسلام کے لئے اور عقل وفہم کے لئے ایک بہت بڑا سامان عبرت ہے۔

فَاعۡتَبِرُوا یآ اُولِی الۡاَبۡصَارِ

حضرت ابراہیمؑ کی زندگی! سبحان اللہ کیا زندگی ہے بچپن میں صالحیت کو انہوں نے نہیں ڈھونڈا صالحیت نے انہیں ڈھونڈ کر حاصل کیا۔ کفر کے گھرانے میں پیدا ہوئے سلطنت اور حکومت کی مذہبی ذمہ داری کا بڑا عہدہ، خاندان میں موجود تھا۔ توحید کی چسک نے ان تمام اسباب سے بے نیاز کر دیا اور اپنی دھن میں ایسے لگے اور الغائب کی تلاش میں ایسی جدوجہد کی اور اپنے اس سفر کی منزلیں اس تیزی سے عبور کیں کہ ایک رات میں زمین کے بتوں کی نفرت کا ستایا ہوا ابراہیمؑ چاند، تاروں کی بلندیوں تک پہنچ جاتا ہے۔ رات بھر آسمان کی ان بلندیوں سے متعجب ہونے والا ابراہیمؑ سورج کے نور میں اپنے مقصود کی جھلک کا مشاہدہ کرتا ہے۔ جب سورج بھی آنکھوں سے اوجھل ہو جاتا ہے تو حی وقیوم اور نور مطلق کی تلاش میں اپنی بصیرت و بصارت میں یکساں حال قائم و دائم دیکھنے کا آرزومند ابراہیمؑ ستاروں سے پرے اپنی بصیرت کے نور سے اپنے محبوب حقیقی کا مشاہدہ کرنے کے بعد پکار اٹھتا ہے۔

انی وجهت وجهی للذی فطر السموت والارض حنیفاً

وما انا من المشرکین.

Marfat.com

توحید کے اس اعلان کے بعد جن مصائب اور جن مشکلات اور جن روحانی و جسمانی آلام کی وادی سے حضرت ابراہیمؑ کو گزرنا پڑا، وہ ایک بہت عظیم اور نہایت بسیط قصہ ہے لیکن ہمارا آج کا موضوع حضرت ابراہیمؑ کی وہ قربانی ہے جو انہوں نے آخری عمر میں اپنے لخت جگر اسماعیلؑ کو خدا کے نام پر ذبح کر کے ایک ہمیشہ قائم رہنے والی مثال قائم کر دی۔

کوئی سو سال کا بوڑھا باپ جو ہوا کے ایک جھونکے سے اپنی لحد کی آرام گاہ میں جا سکتا ہے وہ اپنی اولاد کو ختم ہوتا تو کیا دیکھے گا اس کے ایک بال پر آنچ آنا بھی اسے ناپسند ہے لیکن آخری عمر میں حضرت ابراہیمؑ کو پیارے بیٹے کی قربانی سے آزمایا جاتا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ بڑے انسان ہیں تو قربانی بھی چھوٹی قربانی نہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اپنی طرف سے اپنے ہاتھ سے اللہ کی خوشنودی کے لئے قربان کر دیا۔ اسی قربانی سے حضرت ابراہیمؑ کی عظمت کو چار چاند لگ گئے وہ ابوالانبیاء بنا دیئے گئے۔ وہ خلیل اللہ بن گئے اور انہیں وہ عزت اور برتری ملی جس عظمت اور برتری پر حضرت آدمؑ کی برتری کی طرح دنیا بھر کے الہامی مذاہب کا اتفاق ہے۔

اللہ کی پسند، اللہ کی پسند ہے جب وہ کسی کو پسند فرماتا ہے تو اس کو انسانیت کے لئے بہترین نمونہ قرار دیتا ہے۔ گویا یہ ایک پسند ہوتی ہے جو قیام قیامت تک مقبول بندوں کے لئے موجود رہتی ہے۔

آپ لوگ عید الاضحیٰ کو کس شان سے مناتے ہیں؟ یہ عید، کب سے عید بنی

Marfat.com

ہے؟ حضرت ابراہیمؑ کی عظمت کے ثبوت کے بعد آپ کو ہر ماننے والے نے قربانی کے اس دن کو عید کے طور پر منایا۔ یہاں یہ ایک باریک مسئلہ قابل اظہار ہے کہ کہ ابراہیمؑ کی قربانی اسماعیلؑ کے بچ جانے میں مکمل ہوئی یا اسماعیلؑ ذبح ہو جاتے، تب مکمل ہوتی۔

خداوند عظیم کے نام پر قربانی دینے پر حضرت اسماعیل کی آمادگی کے بعد اور مختلف مراحل طے کرنے کے بعد چھری کے چل جانے تک قربانی نہایت نازک مقامات سے گزر رہی تھی چھری چل گئی یہ حکمت الٰہی ہے کہ چھری اسماعیلؑ کی گردن نہ کاٹ سکی اور حکمت الٰہی نے جنت کے مینڈھے کی صورت اختیار فرما کر حضرت اسماعیلؑ کو حضرت ابراہیمؑ کے سامنے کھڑا کر دیا لیکن قربانی ہو چکی تھی اور قربانی کی تکمیل نے اپنا انعام حاصل کیا اور یہ عید، قربانی کی تکمیل کے لئے عید قرار پائی۔

جہاں جہاں جو فرد اسلامی اپنی قربانی بارگاہ رب العالمین میں پیش کرتا ہے اس کی قبولیت کی صورت کوئی ہو، جب وہ قربانی قبول ہو جاتی ہے تو اس مقبول بارگاہ کو دنیوی انعام جو نہایت شان سے حاصل ہوتا ہے اس کے نام کی عظمت اور اس کے نمونے کا قیام ہے۔ اور یہ نمونہ ایک آسمانی ترغیب ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام اور اس کی آل پر ہمیشہ درود و سلام ہوتا رہے گا اور عید قربانی ان کی یادیں قیامت تک تازہ رکھے گی۔

یہ ہے اللہ کے نام پر اپنی کسی پیاری چیز کو قربان کرنے کا انعام اور قربانی کی قیمت، جو مخلص انسان ہمیشہ حاصل کر سکتا ہے۔

Marfat.com

درسِ قرآن: 23 (ج)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعۡیَ قَالَ يٰبُنَیَّ اِنِّیۡۤ اَرٰی فِی الۡمَنَامِ اَنِّیۡۤ اَذۡبَحُکَ فَانۡظُرۡ مَاذَا تَرٰی ؕ قَالَ یٰۤاَبَتِ افۡعَلۡ مَا تُؤۡمَرُ ۫ سَتَجِدُنِیۡۤ اِنۡ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیۡنَ ۝ فَلَمَّاۤ اَسۡلَمَا وَ تَلَّهٗ لِلۡجَبِیۡنِ ۝ وَ نَادَیۡنٰهُ اَنۡ یّٰۤاِبۡرٰهِیۡمُ ۝ قَدۡ صَدَّقۡتَ الرُّءۡیَا ۚ اِنَّا کَذٰلِکَ نَجۡزِی الۡمُحۡسِنِیۡنَ ۝

(پارہ 23 - سورۃ الصّٰفّٰت - رکوع 3)

ترجمہ: وہ (اسماعیلؑ) اس کے (ابراہیمؑ) ساتھ چلنے پھرنے کے قابل ہوا تو (باپ نے) کہا، اے میرے پیارے بیٹے میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ تجھے ذبح کر رہا ہوں۔ اب دیکھو تمہاری کیا مرضی ہے (اسماعیلؑ نے) کہا، اے ابا جان آپ کر گزریں جو حکم آپ کو اللہ کی طرف سے ہوا ہے۔ (آپ دیکھیں گے کہ) میں انشاء اللہ صبر والوں میں سے ہوں گا۔ پھر جب دونوں (باپ بیٹا) تسلیم و رضا پر آ گئے اور اس (باپ) نے اس (بیٹے) کو ماتھے کے بل لٹایا (ہم خاموش نہ رہ سکے) تو ہم نے پکارا اے ابراہیمؑ بے شک آپ نے اپنا خواب سچ کر دکھلایا۔ بے شک ہم احسان والوں کو ایسی ہی جزا دیتے ہیں،،

بے شک استعدادیں ہر فردِ بشر کی مختلف ہوتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی آزمائش ہر ایک کے لئے الگ الگ ہے اور امتحان کی بھٹی بھی جدا جدا لیکن بعض عظیم انسانوں کے قرآنی قصص پڑھ کر یہ اندازہ بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ قدرتِ کاملہ اپنے بندوں

Marfat.com

سے کیا چاہتی ہے اور کہ عظیم انسان بننے کے لئے کس قسم کی وادیوں کو طے کرنا پڑتا ہے اور جب فطری بلندیوں کے مالک اور شرافت انسانی کی بلند ترین چوٹیوں پر بسنے والوں کو بھی اظہار قابلیت کے لئے امتحان کی قربان گاہ میں قربانی دینے سے مستثنیٰ نہیں کیا گیا تو ما و شما کو انسانی بلندی پانے کی خواہشوں کے باوصف امتحان اور آزمائش سے کیسے مستثنیٰ کیا جائے گا۔

دین حق کا خاصا ہے کہ وہ ابتدا میں قبول کرنے والے میں اپنی تاثیریں بھرتا ہے اور اسلام کی تاثیرات کا سرچشمہ اگرچہ ایمان ہی کی سرزمین میں ہے لیکن عمل کے بغیر چارہ کار نہیں اور عمل تو اصل درد کی ''آہ'' ہے آہیں بے درد کا انسان کیسے بھر سکتا ہے۔

عمل' پھر آخرت کے لئے عمل کرنا ہمارے ظاہر پرست نفس پر بہت گراں ہے اور ہوا کے الٹے رخ گاڑی چلانا پڑتی ہے جس میں عام حالات سے کہیں زیادہ محنت ور مشقت اٹھانا ہوتی ہے اور اسی کا نام مجاہدہ ہے۔

قرآن کریم نے مجاہدہ کو وصول الی اللہ کی شرط اول قرار دیا ہے

اَلَّذِیْنَ جَاھَدُوَافِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا

ہم اپنے وصول کے راستوں سے انہی لوگوں کو آشنا کرتے ہیں جنہوں نے ہمارے لئے مجاہدے کئے' مجاہدہ و عمل جب اپنا مقام حاصل کر لیتے ہیں تو نہ صرف یہ کہ عمل کی مشکلات حل ہو جاتی ہیں بلکہ عمل لازم سے متعدی ہو نکلتا ہے اور ویسی فطرت والے عمل و مجاہدہ کی تاثیریں قبول کر کے ویسے بن جاتے ہیں۔

مجاہدہ کیا ہے؟ جدو جہد اور کوشش و کار مسلسل کو مجاہدہ کہتے ہیں۔ دنیا جدو جہد کا

Marfat.com

مقام ہے۔ یہاں کوئی چیز صرف طلب سے نہیں ملتی۔ ہر طلب کو کوشش سے آبیاری کرنا پڑتی ہے۔ انسان کی فطری ساخت اور اس کی خواہشات اور اس کے حواس مجاہدہ چاہتے ہیں طالب علم جدوجہد کے بغیر علم سے محروم رہتا ہے۔ باغبان اور کسان محنت نہ کریں تو زمین کی قابلیت اور تخم کی صلاحیت انہیں کچھ فائدہ نہیں دیتی۔ تاجر جب تک وقت' دولت اور قابلیت کو پوری طرح استعمال نہ کرے کامیاب نہیں ہوسکتا۔ ملازم اپنی ذمہ داری نبھائے بغیر کامیاب نوکر نہیں کہلا سکتا ہر کام کے لئے اس کی نوعیت کے لحاظ سے جدوجہد اور سعی وکوشش کی ضرورت ہے اور دنیا میں سب سے اشرف اور اعلیٰ مقصد رضائے الٰہی کا وصول ہے۔ اس لئے اس بلند مقصد کے لئے کوشش بھی اتنی ہی بلند چاہئے۔ انبیاء علیہم السلام اگرچہ فطرتاً نہایت مقدس اور انتہا درجے کی بلند مرتبہ شخصیت کے مالک ہوتے ہیں لیکن مجاہدات عظیم سے ان کے مراتب میں اضافہ ہوتا ہے اور وہ ہر قسم کی برداشت سے بہرہ ور ہوتے ہیں۔

اور جب مسلسل جدوجہد شروع ہو جاتی ہے تو پھر کامیابی اور کامرانی اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے یقینی ہے اور کسی فن کی مشکلات کا حل ہو جانا اس فن میں سب سے بڑی کامیابی ہے۔

محسن۔ اصطلاح شریعت میں ایسے شخص کو کہتے ہیں جو جلوہ ہائے الٰہی کا کسی نہ کسی درجے کا مشاہدہ رکھتا ہو۔ اور یہ مسلم ہے کہ جس درجے کا مجاہدہ ہوگا اسی درجے کا مشاہدہ بھی ہوگا۔ پیغمبر کے صاحب مشاہدہ ہونے میں کلام' کفر ہے۔

Marfat.com

پھر اتنا بڑا مجاہدہ جس میں ایک ضعیف مجاہد کی تمام ظاہری آرزوؤں کا خاتمہ ہو رہا ہے اور ایک سو برس کی عمر میں دعائیں مانگ کر اللہ سے لیے ہوئے ایسے فرزند کو اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا جس کا حسن، قابلیت اور اطاعت مسلّم ہے یقیناً بہت بڑی قربانی ہے اور یہ توفیق الٰہی کے بغیر ناممکن ہے۔ اس واسطے اللہ تعالیٰ نے اس توفیق کو انعام الٰہی اور جزائے اعمال فرمایا ہے۔

اِنَّا کَذٰلِکَ نَجۡزِی الۡمُحۡسِنِیۡنَ. (ہم محسنوں کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں)

بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ بدلہ اس انعام کی طرف اشارہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اسماعیل علیہ السلام کو بچا لینے کی صورت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام پر فرمایا بیشک! حضرت اسماعیلؑ کی قربانی قبول فرما کر ان کو زندہ سلامت رکھ لینا فطرت بشری کے لئے بہت بڑا انعام ہے لیکن اصل انعام تو وہ توفیق ہے جس نے اس عمل پر آمادہ کیا اور یہ توفیق اکیلی نہیں آئی۔ یہ سابقہ تمام اعمال کی قبولیت اور احسان کے بلند ترین مقام کے حصول کے بعد حاصل ہوئی ہے۔ محسن کے لئے پہلے اعمال سے بڑا کوئی عمل کر دکھانا ایک اور سیڑھی چڑھنا ہے اور مجاہدہ و عمل اور توفیق عمل و مجاہدہ بجائے خود ایک عظیم نعمت ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام پر فرمائی گئی۔

ادب پیرایہ ناداں و دانا است
خوش آں کو از ادب خود را بیار است

ادب پرانا اور غیر دانا کی زینت ہے خوش قسمت ہے جس نے اپنے آپ کو ادب سے سنوارا

Marfat.com

ندارم زادہ را دوست

کہ دردانش فزو ودر ادب کاست

میں اس نوجوان مسلمان کو پسند نہیں کرتا جو علم و دانش میں ترقی کر گیا اور ادب میں پیچھے رہ گیا۔

☆......☆......☆

Marfat.com

درس قرآن: 24

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اَمَّنۡ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيۡلِ سَاجِدًا وَّقَآئِمًا يَّحۡذَرُ الۡاٰخِرَةَ وَيَرۡجُوۡ رَحۡمَةَ رَبِّهٖ ط قُلۡ هَلۡ يَسۡتَوِى الَّذِيۡنَ يَعۡلَمُوۡنَ وَالَّذِيۡنَ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ۵ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ O (پارہ 23-سورۃ الزمر- پہلا رکوع)

ترجمہ:۔ وہ رات کے وقت دعائیں کرتا ہے' سجدے کرتا ہے اور قیام کرتا ہے (یعنی نفل پڑھتا رہتا ہے) اور موت کے بعد کی زندگی کے متعلق ہراساں رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کا امیدوار رہتا ہے۔ آپ کہہ دیں کیا عمل کرنے والے اور عمل نہ کرنے والے برابر ہو سکتے ہیں؟ سوائے اس کے نہیں کہ عقلمند ہی نصیحت قبول کرتے ہیں۔

قرآن کریم شروع سے آخر تک پڑھ جایئے۔ دنیا کی زندگی میں دو ہی چیزیں مفید نظر آتی ہیں۔ اول ایمان' دوم عمل' ایمان سے عمل پیدا ہوتا ہے اور عمل سے ایمان مضبوط ہوتا ہے۔ ایمان کے بغیر عمل منافقت کہلاتا ہے اور عمل کے بغیر ایمان اپنا وجود ثابت ہی نہیں کر سکتا۔ ایمان کا خلاصہ آخرت کی زندگی کا خوف ہے اور اس زندگی کی امید ہے اور عمل کی جان عبادت الٰہی ہے۔ عبادت کے مدارج ہیں اور ایمان کے درجات' ایمان اور عمل کا جوڑ جسم و جان کے ملاپ کی طرح ہے قرآن کریم کبھی بھی اسلامی زندگی میں ان دونوں کو الگ نہیں دیکھتا' ایمان کمزور ہو تو عمل کمزور ہوتا ہے اور ایمان طاقتور ہو تو عمل مسلسل اور مکمل ہوتا ہے اور عمل کی زندگی

Marfat.com

میں عبادت کا درجہ بہت ہی بلند ہے۔ جس کی عبادت ہے اس کا سب کچھ موجود ہے اور جس کی عبادت نہیں اس کا کچھ بھی نہیں۔ دنیا کی زندگی چند لذات کا مجموعہ ہے۔ تھوڑی سی زینتوں کا ایک مرکب ہے اور کچھ خواہشات کا ایک بہاؤ ہے۔ بس جونہی اس جسم سے روح کا پرندہ اڑا' لذات' خواہشات اور ہر طرح کی تزئین جسم کے ساتھ مٹی میں مل گئی۔ صرف ایک عبادت ہی ہے جس کو روح کے ساتھ بقا حاصل ہو گئی۔ ''زر را زری کشد'' کے عام اصول کے تحت اگر عبادت کی مقدار بڑھ گئی تو زندگی کے باقی اعمال بھی عبادت میں اس طرح شامل ہو گئے جس طرح زیادہ دودھ میں تھوڑا پانی گم ہو جاتا ہے اور گم ہو کر دودھ کہلاتا ہے۔ بس احتیاط اس میں ہونی چاہئے کہ پانی کی مقدار دودھ سے بڑھ نہ جائے ورنہ کوئی تیسری چیز پیدا ہو جائے گی۔

عبادت میں رات کی بیداری کو خاص مقام حاصل ہے پھر رات کا قیام اور رات کے سجدوں کا بہت بڑا درجہ ہے۔

ہر محنت اور ہر مشقت کا کوئی مقصد ہوتا ہے۔ بے مقصد محنت یا تو ہو سکتی ہی نہیں یا ہوتی ہی نہیں۔ نماز' روزہ فرائض کے علاوہ نوافل کا مجاہدہ اپنا ایک عظیم مقصد رکھتا ہے اور وہ مقصد دنیا میں یہ ہے کہ آخرت کے ڈر کی قوت بیدار ہو جاتی ہے اور ظاہری اسباب سے خوف آتا ہی نہیں اور وہ **لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ O** کے زمرہ میں آ جاتے ہیں اور آخرت کا خوف انہیں ہمیشہ بے چین رکھتا ہے۔ دنیا سے ان کی نظر اٹھ جاتی ہے اور اس کی گزران سے وہ بالکل بے نیاز

Marfat.com

ہو جاتے ہیں کہ یہ تو پل کی زندگی ہے یا مسافرت کی ایک شب یہ گزر ہی جائے گی اور آنے والی آخرت جو اپنی فراخیوں اور اپنی وسعتوں اور باریکیوں کے ساتھ قائم ہے اور ہر چھوٹی بڑی چیز کو وہ ظاہر کر دے گی۔ اور دو حال کے سوال کوئی تیری صورت ہی نہیں۔ یا جزائے اعمالِ خیر یا سزائے اعمال شر۔ بس پھر وہ سزائے اعمال شر سے خوف کی ایک مستقل کیفیت پیدا کر لیتے ہیں جو اعمال خیر کی موید ہوتی ہے اور اعمال شر سے بچاتی ہے۔ پھر اس تقویٰ کے نتیجے میں اور اعمال خیر کی کثرت کے عکس سے رجا یعنی امید کی ایک بلند کیفیت پیدا کر لیتے ہیں جو ان کو ہمیشہ مطمئن رکھتی ہے۔

پھر ایک عدل و انصاف کا فیصلہ فرمایا کہ کام کرنے والا اور کام نہ کرنے والا برابر نہیں ہو سکتے اور فطرۃ انسانی کی پوشیدگیوں کو اجاگر کیا جائے تو یہی فطرۃ الٰہی بن جاتی ہے۔

فِطْرَةَ" اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا O

اللہ کی فطرت وہی ہے جس پر اس نے بندوں کو پیدا فرمایا اور پھر ایک اور ترغیب اور تنبیہ یوں فرمائی کہ نصیحت کو قبول کرنا اور اپنے آپ کو اہل اللہ ثابت کرنا پھر آخرت کی ترجیحی صورت میں پیش پیش رہنا کوئی آسان کام نہیں یہ بڑی دانشمندی کا کام ہے۔

ایک دانش زمینی ہے یعنی دنیا کی زندگی میں کام آتی ہے اور دوسری دانش آسمانی جو آخرت کی زندگی میں کام آتی ہے۔ انبیاء علیہ السلام کی تشریف آوری کا

Marfat.com

مقصد اور آسمانی کتابوں کے نزول کا مقصد عقلی معاش کو بیدار کرنا نہیں بلکہ عقل معاد کو روشن کرنا ہے۔ زمینی اور آسمانی حکمت کا مقابلہ ہر دور میں رہا ہے۔ انبیاء علیہم السلام کے مقابد میں آنے والے عقل معاش سے کبھی کورے نہیں ہوتے بلکہ عقل معاد کی کمی نے ان کو انبیاء علیہم السلام کے مقابلہ میں لا کھڑا کیا۔ قرآن کریم جہاں اُولُوا الْاَلْبَابَ کا ذکر فرماتا ہے وہاں معاشی عقلی اور یونانی حکمت والے لوگ مراد نہیں ہوتے۔ وہاں آسمانی عقل اور ایمانی حکمت والوں سے مراد ہوتی ہے۔

چند خوانی حکمتِ یونانیاں

حکمتِ ایمانیاں راہم بخواں

☆......☆......☆

Marfat.com

درسِ قرآن: 25

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

اَفَمَنۡ شَرَحَ اللّٰہُ صَدۡرَہٗ لِلۡاِسۡلَامِ فَھُوَ عَلٰی نُوۡرٍ مِّنۡ رَّبِّہٖ ط فَوَیۡلٌ لِّلۡقَاسِیَۃِ قُلُوۡبُھُمۡ مِّنۡ ذِکۡرِ اللّٰہِ ط اُولٰٓئِکَ فِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ O

(پارہ 23-سورۃ الزمر-رکوع ۳)

ترجمہ:۔ بھلا جس شخص کا سینہ خدا نے اسلام کے لئے کھول دیا ہو اور وہ اپنے پروردگار کی طرف سے نورانیت پر ہو (تو کیا وہ سخت دل کافر کی طرح ہوسکتا ہے) بس ان پر افسوس ہے جن کے دل خدا کی یاد سے سخت ہو رہے ہیں۔ یہی لوگ صریح گمراہی میں ہیں۔

اسلام کے لئے شرح صدر کے معنی اور اس کی تفسیر حضرات علماء کچھ کریں لیکن شرح صدر کے حقائق اپنی جگہ قائم رہیں گے۔ شرح صدر ایک کیفیت ہے جو صاحب ایمان اپنے ایمان کے نور کے اندر مشاہدہ کرتا ہے۔ اب اس کیفیت کو یقین کی مضبوط گرفت کہیں۔ مشاہدہ کی ایک مثالی صورت سے تعبیر کریں۔ بشری اور انسانی لذات سے ماوریٰ کسی لذت سے تعبیر کریں۔ بہر حال وہ ایک کیفیت ایسی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے شرح صدر کا نام دے کر قرآن میں بیان فرمایا ہے۔ پھر فرمایا ہے کہ ایسا شخص جس کو شرح صدر کی دولت ملی وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے زندگی بسر کر رہا ہوتا ہے۔ شرح صدر کے بعد اللہ کے نور کے لفظ سے اس کیفیت کی نشان دہی کی گئی ہے۔ کیفیات اور انوار کا ذکر صوفیائے کرام کی زندگی میں ہمیشہ

Marfat.com

رہتا ہے۔قلب کا نور، روح کا نور، سر کا نور، خفی و اخفی کا نور، سلطان الاذکار کا نور صوفیائے کرام اپنی کیفیات میں بیان کرتے ہیں۔ان انوار کے رنگ اور ان کی کیفیات کے ذائقے سب بیان کئے جاتے ہیں اور یہ چیزیں متصوفین کی شطحیات نہیں بلکہ بزرگان نقشبندیہ اور مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ چیزیں بیان فرمائیں۔حضرت مجدد الف ثانی "علم وفقر کی آخری بلندیوں پر رونق افروز ہیں اور علماء اور صوفیا کی مقتدر جماعتوں کے مسلمہ مجدد ہیں آپ نے تصوف کی اصطلاحات میں تجدید فرمائی سلوک الی اللہ کے طریقوں کو واضح فرمایا اور اللہ کی طرف جانے والے ایک قریب ترین راستے کی تعیین فرمائی جو سلوک نقشبندیہ مجددیہ کہلاتا ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی چونکہ علماء کی جماعت کے بھی مقبول ترین بزرگ ہیں جنہوں نے اپنے تمام سلوک میں شریعت اسلامی کی تمام نزاکتوں کو ملحوظ رکھا۔اس لئے ان کی اصطلات فقر و تصوف مسلمات دین میں شامل ہیں۔

اہل اللہ کی زندگی نورانی زندگی ہوتی ہے اور یہ نور ذکر الٰہی کے ذریعے صوفی کے جسم و روح کی زندگی بنتا ہے۔ذکر الٰہی خود نور ہے اور بڑھنے اور پھلنے پھولنے والا نور ہے اور یہ نور صوفیا علیہم الرحمۃ کے واسطے سے امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ کے صالح افراد کو پہنچتا ہے اور جب یہ نور کسی خوش نصیب کو حاصل ہوتا ہے تو وہ اسی نور کی روشنی میں اسلام کے ظاہری و باطنی تمام اقدار کی حقیقت دیکھ لیتا ہے۔اسے اوامر الٰہیہ کی حقیقت نظر آجاتی ہے اور نواہی سے ایسی نفرت پیدا ہوتی ہے کہ گویا

Marfat.com

گناہ دنیا ہی میں عذابِ الٰہی محسوس ہونے لگتا ہے۔ نہ صرف وہ خود گناہ سے بچتا ہے بلکہ وہ اوامر کی تبلیغ میں لگ جاتا ہے اور نواہی سے دنیا کو روکتا ہے اور وہ اپنے قلب کے نور سے آخرت کے عکوس دنیا میں پھیلا دیتا ہے اور انہی پاک اور نورانی نفوس کی برکت ہے کہ ہر زمانے میں ہر قسم کی مخالفتوں کے باوجود اسلام اور اس کے اقدار زندہ ہیں اور زندہ رہیں گے اور جو لوگ ذکر اللہ سے پہلو تہی کرتے ہیں۔ ان کے دل قساوت سے بھر جاتے ہیں اور قساوت والوں کے لئے عذاب الٰہی کا آخری مقام جہنم موجود ہے۔

اہل تصوف کے تمام اعمال و اشغال شرح صدر سے متعلق ہوتے ہیں اور کیفیات کا مشاہدہ اور ان کا بیان ان کی گفتگو کا موضوع ہوتا ہے دراصل اسلام کے تمام اعمال میں ایک ذوق ہے ایک شوق ہے اور ذوق' شوق کیفیات کا سرچشمہ ہے جن کو دنیوی مشاغل کی بھرمار کی وجہ سے اسلامی اعمال میں ذوق' شوق محسوس نہیں ہوتا۔ انہیں کوشش کرنی چاہئے کہ شرح صدر کی دولت سے سرفراز ہوں اور اپنے اعمال کی کیفیات دیکھ لیں جن کو ذکر کی کثرت سے اور باقی مجاہدات سے اللہ تعالیٰ شرح صدر کی دولت سے سرفراز فرماتا ہے۔ وہ اگرچہ صوفی نہیں کہلاتے وہ صوفی ہیں کیونکہ تصوف کا مقصد یہی ہے کہ قرآنی حقائق اپنے اعمال میں نظر آئیں۔

☆......☆......☆

Marfat.com

درس قرآن: 26

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اِنَّ الَّذِیۡنَ قَالُوۡا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسۡتَقَامُوۡا تَتَنَزَّلُ عَلَیۡہِمُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوۡا وَلَا تَحۡزَنُوۡا وَاَبۡشِرُوۡا بِالۡجَنَّۃِ الَّتِیۡ کُنۡتُمۡ تُوۡعَدُوۡنَ. نَحۡنُ اَوۡلِیٰٓؤُکُمۡ فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا وَفِی الۡاٰخِرَۃِ وَلَکُمۡ فِیۡہَا مَا تَشۡتَہِیۡۤ اَنۡفُسُکُمۡ وَلَکُمۡ فِیۡہَا مَا تَدَّعُوۡنَ. نُزُلًا مِّنۡ غَفُوۡرٍ رَّحِیۡمٍ.

(پارہ ۲۴-سورۃ حٰمٓ سجدہ-رکوع ۴)

بے شک جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو اپنا رب کہا اور پھر پامردی سے اس اقرار پر قائم رہے ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں (اور کہتے ہیں) تم خوف نہ کرو نہ غم کھاؤ اور بشارت لو اس جنت کی جس کا تمہیں وعدہ دیا گیا، ہم تمہارے یار و مددگار ہیں دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت کی زندگی میں بھی اور وہاں (یعنی جنت میں) تمہارے لئے وہ سب کچھ ہے جو تم تمنا کرو گے اور وہ سب کچھ ملے گا جس کی تم آرزو کرو گے، بخشنے والا اور رحم فرمانے والے اللہ کریم جل شانہٗ کی طرف سے یہ چیز (یعنی تمہاری موجودہ اور آئندہ خواہشات کا پورا کرنا) تمہاری پہلی مہمانی ہوگی۔

نزول ملائکہ:

ایمان والوں پر قرآن کریم کے اس ارشاد کے بعد حقیقت واضح ہوگئی ہے کہ جس سے انکار کفر کی حد تک جا پہنچتا ہے، رہی اس نزول کی کیفیت تو اس کے سمجھنے

Marfat.com

کیلئے اس بات کا جاننا نہایت ضروری ہے کہ ملائکہ نوری مخلوق ہیں اور ان کا نزول روحانی کیفیات میں ہی ہوسکتا ہے، نزول ملائکہ کی عین ضد وساوس شیطانی ہیں، شیاطین جب حملہ کرتے ہیں تو مختلف قسم کے ناقص اور گندے خیالات پیدا کر جاتے ہیں اور انسانی طبع عموماً پراگندگی، خوف، رنج و غم محسوس کرتی ہے، کبھی یہ انسانوں سے بدظن کر جاتے ہیں اور کبھی خدا سے بدظن کرتے ہیں اور کبھی اپنی ناکامیوں پر غم و اندوہ پیدا کر جاتے ہیں، کبھی مستقبل کے آنے والے اور نہ آنے والے خطرات سے ڈراتے ہیں، چونکہ نزول ملائکہ اچھے انسانوں، پاک باز اور ایمان داروں اور ہر قسم کی مستعدی رکھنے والے مومنوں پر ہوتا ہے، اس واسطے اس بہترین کیفیت کی ابتدائی مشکلات کو ثُمَّ اسْتَقَامُوْ کے اشارے سے واضح فرما دیا کہ صرف دعویٰ ایمان سے یہ کیفیت پیدا نہیں ہوگی بلکہ مختلف امتحانوں، طرح طرح کی تکلیفوں کی زد سے ہمت استقلال اور مجاہدات سے پار نکلنا ہوگا۔

مومن کی عملی زندگی دو طرح کی ہے، ایک عمل برائے حیات دنیا اور ایک عمل برائے حیات آخرت جو عمل دنیاوی اغراض کے لئے ہیں اس میں مومن اور غیر مومن برابر کے شریک ہیں لیکن حیات آخرت کی تیاری کا طریقہ دونوں میں مختلف ہے، کافر ضروریات اخروی سے بالکل بے نیاز ہے نہ اس کی آنکھیں آخرت کو دیکھ سکتی ہیں اور نہ ہی دل و دماغ آخرت کی زندگی کے بارے سوچ سکتے ہیں اسے ہر وقت دنیا کی زندگی کا فکر رہتا ہے لیکن مومن کا مقصد زندگی تو حیات اخروی کا اقرار ہے اور عمل جب بندۂ مومن حیات آخرت کیلئے کئے جانے والے اعمال

Marfat.com

پوری مستعدی سے کرتا ہے تو طرح طرح کے خطرات، وساوس شیطانی اس کے راستے میں دیوار بن کر کھڑے ہو جاتے ہیں لیکن مومن اپنے ایمان کی طاقت سے اور اللہ کے فضل وکرم سے ہر طرح کی ظاہری، باطنی رکاوٹوں سے اپنے آپ کو بچاتا چلا جاتا ہے اور اس پر انعامات ربانی کی بارشیں ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔

ایک واضح انعام نزول ملائکہ ہے اور ان پاکیزہ کیفیات کے احساس کا پیدا ہونا ہے اور چونکہ ملائکہ کے انوار روحانی کیفیات بن کر اتریں گے اور صاحب استقامت مومن ہر قسم کے خطرات کی موجودگیوں میں مطمئن رہنے کی مشقیں کر چکا ہے اس واسطے اس کیفیت کے دوام کی بشارت فرشتے دیتے ہیں کہ اب تم اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کے احساس قرب کے ایسے مستحق ہو چکے ہو کہ کوئی چیز ایسے احساس کو ہٹا نہیں سکتی، ان کے سامنے چھوٹے چھوٹے خطرات اور غم وفکر ایسے ہو جاتے ہیں جیسے وہ خطرات تھے ہی نہیں۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک غلام ایک دفعہ ایک جنگل میں جا رہا تھا، راستہ بھول گیا حیران تھا کہ کدھر جاؤں کہ سامنے سے ایک شیر آتا دکھائی دیا، جی میں ڈرا کہ شاید نقصان ہی نہ پہنچا دے لیکن پھر فوراً رسول اکرم ﷺ کی غلامی اور قرب کا احساس ہوا اور پکار کر شیر سے کہا کہ کیا تو نہیں جانتا کہ میں کس کا غلام ہوں، شیر فوراً رک گیا اور نیچے جھک کر ایک طرف راستہ پر زمین سونگھتا آہستہ آہستہ چلنے لگا، یوں معلوم ہوتا تھا کہ راستہ دکھا رہا ہے وہ پیچھے پیچھے چلنے لگے اور تھوڑی دیر میں راستے پر پہنچا کر ایک طرف چلا گیا۔

Marfat.com

بعض دیگر مقامات پر قرآن کریم اسی صفت کو اولیاء کرام کی صفت قرار دیتا ہے اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ. (پارہ ۱۱ رکوع ۱۱)

مومن کو یہ دولت یعنی ماضی کے حالات پر اطمینان اور آنے والے خطرات و تکلیفات سے بے خوفی ایمان خالص اور استقامت کے بدلے میں ملتی ہے، لیکن اولیاء کرام کو یہ چیز بہت پہلے حاصل ہو چکی ہوتی ہے، عدم خوف، عدم حزن دنیاوی زندگی کی صفات ہیں، رہی آخرت تو ایمان اور استقامت کے بدلے میں اللہ تعالیٰ نے فرمادیا کہ جنت تو تمہیں عطا کروں گا اور اس کے ساتھ ساتھ ملائکہ کی معیت اور دوستی کی بشارت بھی دیتا ہوں کہ آئندہ اس کیفیت کا دوام ہی دوام ہوگا۔ ع

من کی دولت ہاتھ آتی ہے تو پھر جاتی نہیں

نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ الرَّحِیْم. میں ایک بہت بڑے ذہنی مسئلے کا حل ہے کہ شعور انسانی میں انسان کی حاجات موجود ہیں اور جوں جوں شعور بڑھتا جاتا ہے، ضروریات بڑھتی جاتی ہیں اور جنت کی نعمتوں میں باقی وسعتوں کے ساتھ ساتھ شعور انسانی کی وسعتوں کی طرف بھی اشارہ موجود ہے کہ جو نعمتیں اب تک ذہن انسانی میں ہیں ان سے آگے بھی اور نعمتیں موجود ہیں، تیری ناز و نعمت کی ضروریات اور جاہ و حشمت کی خواہشات و ضروریات پورا کرنا یہ ہماری طرف سے تیری پہلی مہمانی ہے، ہم تیری ان ضروریات کو بھی پورا کرنے کا وعدہ کرتے ہیں جو ابھی تیرے وہم و گمان میں بھی نہیں، تجھے درحقیقت جنت میں پہنچ کر ہی پتہ چلے گا کہ تیری کیا کیا خواہشات ہوں گی اور ہمارے کیا کیا انعامات ہوں گے۔

Marfat.com

درس قرآن: 27

اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیطٰنِ الرَّجِیمِ ط بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیمِ ط

وَمَنۡ اَحۡسَنُ قَوۡلًا مِّمَّنۡ دَعَآ اِلَی اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحاً وَّقَالَ اِنَّنِیۡ مِنَ الۡمُسۡلِمِیۡنَ O وَلَا تَسۡتَوِی الۡحَسَنَةُ وَلَا السَّیِّئَةُط اِدۡفَعۡ بِالَّتِیۡ هِیَ اَحۡسَنُ فَاِذَاالَّذِیۡ بَیۡنَکَ وَبَیۡنَه' عَدَاوَةٌ کَاَنَّه' وَلِیٌّ حَمِیۡمٌO وَمَا یُلَقّٰهَآ اِلَّا الَّذِیۡنَ صَبَرُوۡا وَمَا یُلَقّٰهَآ اِلَّا ذُوۡحَظٍّ عَظِیۡمٍO وَاِمَّا یَنۡزَغَنَّکَ مِنَ الشَّیۡطٰنِ نَزۡغٌ فَاسۡتَعِذۡ بِاللّٰهِ ط اِنَّه' هُوَالسَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُO

(پارہ 24-سورۃ حٰم سجدہ-رکوع 5)

ترجمہ:۔ اور اس شخص سے اچھی بات والا کون ہے جس نے اللہ کی طرف (لوگوں کو) بلایا اور (خود) عمل صلح کیا اور کہا کہ میں مسلمان ہوں۔ بھلائی اور برائی برابر نہیں ہوسکتی تو ایسے طریق سے برتاؤ کر جو بہترین ہو، پھر دیکھ جو تیرا دشمن ہے۔ وہی تیرا جاں سوز دوست بن جائے گا اور یہ بات وہی لوگ حاصل کر سکتے ہیں۔ جو صبر و برداشت والے ہوں اور وہی اس مرتبے پر پہنچ پاتے ہیں جو بہت بلند قسمت والے ہوں۔ اگر تجھ کو شیطان سے وسوسہ پہنچے تو اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگ۔ بے شک وہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔ قرآن حکیم کا ایک ایک لفظ اور ایک ایک آیت ایسی مربوط ہے کہ ماقبل اور مابعد کے ساتھ ہر لفظ اس طرح تعلق رکھتا ہے جس طرح اعضائے انسانی الگ الگ ہونے کے باوجود باہم ایسے مربوط ہیں کہ ہر حصہ اپنی اپنی جگہ جسم انسانی کی تکمیل اور اس کے حسن کا سبب بنتا ہے۔

Marfat.com

گذشتہ درس میں نزولِ ملائکہ اصحاب استقامت کے لئے اور عدم خوف وحزن کا نشان اصحابِ استقامت کے لئے اور ملائکہ علیہم السلام کی بشارتیں اور جنت کے دیئے گئے وعدے بیان ہوئے اس سبق میں تبلیغ اسلام کی اہمیت اور ذکر الٰہی کی طرف بلانے کی عظمت کا بیان اور اس چیز کو احسن (بہت ہی عمدہ) فرمایا۔ یہاں اپنے آپ کو مسلمان ثابت کرنے کی عملی اور قولی مشق کا بیان ہے کہ اللہ کی طرف بلانے والا خود عمل کا نمونہ ہو اور اس مقام پر پہنچ کر بھی وہ اپنے اندر بھی بٹھائے اور لوگوں سے بھی اس بات کا اعتراف کروائے کہ میں مسلم جماعت کا ایک فرد ہوں یعنی جماعت المسلمین ایسی ہوتی ہے اور تمہیں بھی ایسا ہی ہونا چاہیے۔

اس صورت میں دعوت الی الحق کے سامنے مقابلے کا ہو جانا ضروری ہے اور یاد رکھنے والی بات یہ ہے کہ مقابلے کو مقابلہ چمکاتا ہے اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ مدافعت میں احسن طریق کار کا حکم کوئی معمولی چیز نہیں یہ حکم ان لوگوں کو ہے جو نفس تربیت لے لے کر اس قابل ہو گئے ہیں کہ برائی کے مقابلے بھلائی کرنا ان کے لئے مشکل نہیں رہا۔ ورنہ بے تربیت کی انسانیت کے لئے ایک کے بدلے ایک کا اصول بھی مشکل ہے۔ وَاحِدَةٌ بِوَاحِدَةٍ (حدیث) ''ایک کے بدلے ایک'' بھی تربیت یافتہ جماعت کا طریق کار ہے اور روحانی تربیت کی اس انتہا پر پہنچنے والے لوگ جن کی نورانیت اس درجہ کی ہو جائے کہ ملائکہ کا نزول اور یہ مبارک کیفیت ان کے احساس میں آ جائے۔ ان کے لئے تو اپنے ذاتی امور میں بھی غصے کا سوال پیدا نہیں ہوتا چہ جائیکہ دین حق کی نمائندگی میں وہ اپنے مخالفوں سے عامیانہ برتاؤ

Marfat.com

کریں وہ معافی پر معافی دیتے چلے جائیں اور سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ پیش نظر رکھیں گے۔

سلام اس پر کہ جس نے گالیاں سن کر دعائیں دی

پھر کیا ہے! حقیقت خود اپنے چہرے سے نقاب اٹھا دے گی اور نیکی کی تاثیرات مجسم بن کر بدی کی تاثیرات پر غالب آجائیں گی۔ لَا تَسْتَوِی الْحَسَنَۃُ وَلَا السَّیِّئَۃُ۔ نیکی اور بدی (کی تاثیرات) برابر نہیں تو اگر اے تربیت یافتہ انسان! اِدْفَعْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ (ترجمہ) تو بہترین برتاؤ سے مدافعت کرتا رہ۔ پر مسلسل عمل پیرا رہے گا۔ تو حسنہ اپنی مقدار اور اپنی تاثیر میں آجائے گی۔ جب حسنہ کی طاقت بڑھ گئی تو پھر دشمن پر بھلائی کی حقیقت اور اس کے معانی کھل جائیں گے اور جب اپنی برائی کا چہرہ بھی مقابلے کی نیکی کے آئینے میں دیکھ لے گا۔ (اور یہ حقیقت نفس الامری ہے کہ جب کسی چیز کی اصلی تاثیرات وجود میں آجاتی ہیں تو نفسِ انسانی کو تبدیل کر جاتی ہیں) اور دشمن جب تیری بھلائی کی تاثیرات سے متاثر ہوگا اور اپنی برائی کی حقیقت دیکھ لے گا تو نادم ہو جائے گا اور تیری طرف دوستی کا ایسا ہاتھ بڑھائے گا جو کسی صورت پیچھے نہ ہٹائے گا کیونکہ تیری دوستی کی حقیقت اس کے اپنے تجربہ میں آچکی ہوگی۔

فرمایا کہ تربیت کے اس مقام پر پہنچنا آسان کام نہیں مسلسل صبر سے اور برداشت کی مکمل مشقوں سے یہ دولت ملے گی اور صبر و برداشت کی ابتداء اپنے نفس سے ہوتی ہے اور جب تک نفس مخالفت یعنی خواہش (الھویٰ) کے ترک کی مشقوں

Marfat.com

کی تکمیل نہ ہو جائے۔ دشمن سے دوستی کا سلوک ناممکن ہے اور پھر صبر کی مشقیں اور برداشت کا کمال کن لوگوں کو حاصل ہوتا ہے۔

ذُوحَظٍّ عَظِیم اس کے بہت سے معانی ہیں۔عنایت الٰہی کی ہمہ گیری۔منعم علیہ کو ہرطرح مکمل کر دیتی ہے۔قابلیت اور استعداد شرط قبولیت ہے اور استعداد اور قابلیت موہبت ربانی کا نشان اور اس فیض کی منتظر اس لئے مولانا روم فرماتے ہیں ۔

دادِ حق را قابلیت شرط نیست   بلکہ شرطِ قابلیت دادِ اوست

اس لئے ذُوحَظٍّ عَظِیم کے معنے سعادت مند خوش قسمت کے ہیں اور بلند استعداد اور صاحب عزم عظیم کے بھی ہیں جو روحانی تربیت کی تمام منازل طے کرنے کے بعد یہ دولت پاتا ہے۔

پہلے نزولِ ملائکہ کے احساس کی قابلیت اور استعداد اور حصولِ کیفیت کی شرط یعنی اللہ اللہ کرنے اور اس کی رزاقی پر یقین کامل رکھنے۔ ذکر،فکر کو وظیفہ حیات بنانے کا ذکر ہوا اور پھر تکمیل کے بعد مقام دعوتِ ارشاد پر بیٹھنے والے کی ایک خصوصیت بیان فرمائی کہ دوست تو رہے دوست وہ دشمنوں کو دوست بناتا چلا جائے گا۔ یہ مقام بلند ترین مقام ہے۔ یہ درجہ ہر ایک کو کیسے مل سکتا ہے۔

ایں دولت سرمد ہمہ کس را نہ دہند

یہ درجہ ان لوگوں کو ملتا ہے جو مسلسل صبر کرتے چلے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ صبر ان کی طبع ثانی بن جاتا ہے اور صبر کے مقام پر پہنچنا بھی ازلی سعادتمندی اور استعداد کی اس بلندی کا نام ہے۔ جہاں اللہ تعالیٰ اپنے قرب کے راستے کھول دیتا

Marfat.com

ہے اور براہ راست القائے فیض فرماتا ہے اس لئے اس مقام کی بلندی کے پیش نظر یُلَقّٰهَا کا لفظ استعمال ہوا ہے جہاں ملائکہ کا واسطہ نہیں بلکہ خود ذات الٰہی تزکیہ کی دولت سے سرفراز مرد کامل پر لقائے فیض فرماتی ہے۔

فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ دنیا کی زندگی میں کوئی مرحلہ اور کوئی مقام ایسا نہیں۔ جہاں امتحان اور آزمائش کا سوال اٹھ جائے اور وساوس شیطانی سے کلی نجات مل جائے۔ اس بلند مقام پر بیٹھنے والے کو بھی آگاہ فرمایا جاتا ہے کہ شیطان اس موقعہ پر بھی فریب دہی اور دھوکہ بازی سے باز نہ آئے گا اور مختلف طریقوں سے تجھے گرانے کی کوشش کرے گا۔ ہاں! اگر اس کی جانب سے کوئی وسوسہ آئے تو اللہ کی طرف متوجہ ہو کر اس کی پناہ میں آجایئے۔ وہ ہر فریاد سنتا ہے اور ہر ایک چیز کو جانتا ہے۔

☆......☆......☆

Marfat.com

درس قرآن: 28

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اِنَّ الَّذِیۡنَ یَغُضُّوۡنَ اَصۡوَاتَهُمۡ عِنۡدَ رَسُوۡلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ امۡتَحَنَ

اللّٰهُ قُلُوۡبَهُمۡ لِلتَّقۡوٰی ط لَهُمۡ مَّغۡفِرَةٌ وَّاَجۡرٌ عَظِیۡمٌ O

''جولوگ رسول اکرم ﷺ کے پاس بیٹھ کر اپنی آوازوں کو بند کر دیتے ہیں یہ وہی لوگ ہیں کہ اللہ کریم نے تقویٰ کے لئے ان کے دلوں کو خالص کیا ان کے لئے اللہ کی بخشش ہے اور بہت بڑا اجر ہے'' (پارہ 26-سورۃ الحجرات-آیت 3)

علم تمام خوبیوں سے آگاہ کرتا ہے لیکن علم کی اپنی تاثیریں کچھ زیادہ نہیں۔ ہاں! صاحب علم کا دل تاثیرات قبول کرنے کے لئے پہلے سے تیار ہو تو علم کی تاثیریں اپنا رنگ جماتی ہیں۔ وہ تیاری بعض اوقات فطرت میں ہوتی ہے اور بغیر کسی تردد کے فطرت صالحہ واقعہ کا اثر قبول کرتی ہے یا پھر ماحول کا اثر اور تربیت کا اثر علم کی تاثیریں قبول کرنے کے لئے تیار کرتا ہے اس کے بغیر علم چنداں فائدہ نہیں دیتا۔

لیکن معرفت الٰہی کا پہلا سبق علم کی تاثیرات قبول کرنے کے لئے تیار کرتا ہے معرفت خود ایک بہت بڑا علم ہے اور یقین ہے حضور نبی اکرم ﷺ کی ذات اقدس کی تاثیرات نے صحابہ کرام کو معرفت الٰہی سے بھر دیا تھا اور تمام عادات تمام اخلاق اور تمام اعمال میں اخلاص اور ادب کا نور آ گیا تھا۔

حضور ﷺ کی خدمت میں بیٹھ کر اونچا بولنا بھی انہیں سوء ادب نظر آتا تھا اور خاموشی' انتظار اور تفکر کا ایک سماں ہوتا جو محفل پر چھایا ہوتا۔ ہاں کبھی کبھی محبت کی چبھن سر

Marfat.com

اونچا کرنے پر آمادہ کرتی اور ایک نگاہ سے حضور سراپا حسن کا چہرہ مبارک دیکھ لیتے پھر نگاہ نیچی اور وہی تفکرات کا سماں صحابہؓ کہتے ہیں کہ ہم جب سرور کائنات ﷺ کی خدمت میں بیٹھتے تو ایسا معلوم ہوتا کہ بے جان مجسمے ہیں بعض اوقات پرندے ایسا سمجھ کر سروں پر آ بیٹھتے۔

محبت زبان کو بند کر دیتی ہے پھر محبوب کی حضوری ہو تو زبان کیسے کھل سکتی ہے لیکن قرآن کریم نے اس زبان بندی کی وجہ تقویٰ قرار دی ہے اور یہ تقویٰ محبت سے پہلے مومن میں آ جاتا ہے۔ ایمان سے تقویٰ پیدا ہوتا ہے اور تقویٰ سے ایمان پیدا ہوتا ہے۔ جب بلند حقیقتوں کو بندہ تسلیم کرتا ہے تو تسلیم سے ایک نور پیدا ہو کر رگ و ریشہ میں سما جاتا ہے اور اکثر اوقات جسم سے نکل کر فضا میں پھیل جاتا ہے۔ پھر اسی نور کے اجالے میں آسمانی حقائق اپنی مثالی صورت میں جلوہ گر ہوتے ہیں اس وقت انسان کے اندر ایک خوف پیدا ہو جاتا ہے کہ یا اللہ تیرا یہ جلال ہے! تیری ناراضگی کا نتیجہ یہ ہے جہنم اور اس کے مختلف قسم کے یہ عذاب اور یہ وبال جان زندگی اور اس کو لگنے والے یہ روگ! تیری پناہ! تیری امان! اسی خوف کا نام تقویٰ ہے۔ جو آسمانی حقائق بالکل واضح صورت میں نظر آتے ہیں اسی لئے قرآن کریم کے شروع میں فرمایا ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ" نور باطن تقویٰ والوں کے لئے ہے۔ حضور سرور کائنات ﷺ کی ذات صفات الٰہیہ کا ایک جامع نمونہ تھی اور صحابہ کرامؓ کو اس نور مجسمؐ سے جمال الٰہی کے جلوے نظر آتے اور انتہا درجے کا ادب و احترام پیدا ہو جاتا تھا اور زبانیں بند ہو جاتی تھیں۔ زبانیں خوف سے بھی بند ہوتی ہیں اور محبت سے بھی بند ہوتی ہیں۔ قرآن کریم نے یہاں آوازوں کے بند ہونے کا سبب

Marfat.com

تقویٰ یعنی خوف کو قرار دیا ہے اور صحابہ کا یہ عمل گویا تقویٰ کی دلیل ہے۔ادب واحترام اور آواز پست ہو جانا دنیوی افسروں کے سامنے بھی ہو جاتا ہے لیکن دنیا کے منافع کے حصول کا معاملہ اور ہے او دنیا کی تکالیف سے خوف پیدا ہو جانے کا سوال اور ہے۔ یہاں ایمان کا تقاضا ہے کام نہیں کر رہا۔ یہاں صرف ظاہری مشاہدہ اور تجربہ کی بنا پر ہو رہا ہے جو کچھ ہو رہا ہے۔تقویٰ محبوب کی ناراضگی اور آخرت کے عذاب کا خوف اور آخرت کی نعمتوں کے چھوٹ جانے کا ڈر ہے۔ چونکہ ان کو آخرت سے متعلق امتحان میں کامیابی کی سند مل گئی اس لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بخشش اور مغفرت کا انعام حاصل ہو گیا اور جن کی بخشش ہوگئی ان کے لئے بہت بڑا اجر ہے اور قرآن کریم نے اس اجرعظیم کو جگہ جگہ بیان فرمایا ہے کہیں حیات طیبہ (پاکیزہ زندگی) سے تعبیر فرمایا ہے کہیں عزت و احترام کا ذکر فرمایا ہے۔کہیں (ملکاً کبیرا) بہت بڑی سلطنت عنایت فرمانے کا وعدہ فرمایا ہے۔کہیں ناز ونعمت کا بیان فرمایا ہے کہیں نہایت عمدہ رہائش کا بیان فرمایا غرض یہ سب کچھ اجرعظیم کے ذیل میں آجاتا ہے۔

☆......☆......☆

Marfat.com

درسِ قرآن: 29

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَ اللّٰہِ اَتۡقٰکُمۡ ۝ (پارہ 26- سورۃ الحجرات- آیت 13)

''تم میں سے زیادہ عزت والا اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ ہے جو

اللہ تعالیٰ سے بہت ڈرنے والا ہے۔''

اتقاکم، اتقی، زیادہ پرہیزگار، بہت خوف خدا رکھنے والا بڑا متقی اور پرہیزگار یہ واحد کے لئے ہے اور یہ قرآن کا اولین مخاطب ہے اور ہدایت کے مطمع نگاہ یعنی فرد کی اصلاح ہی تمام تعلیمات کا مقصود ہے اور یہ قوم کے مقابلے میں فرد ہے اور بے انداز کثرت کے مقابلے میں اس کی قلت اس کے درجے اور مرتبے کی کمی کا ایک امتحانی وہم پیدا کردیتی ہے ورنہ فرد! آدمؑ فرد، نوحؑ فرد، ابراہیمؑ فرد، موسیٰؑ فرد، عیسیٰؑ فرد اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرد، صدیق اکبرؓ فرد، عمرؓ ابن خطاب فرد، حسینؓ ابن علیؓ فرد، بایزیدؒ فرد، جنیدؒ فرد، غوث اعظمؒ فرد، داتا گنج بخشؒ فرد، سلطان الہند اجمیریؒ فرد، مجدد الف ثانیؒ فرد، میاں شیر محمد شرقپوریؒ فرد، اور یہ افراد، افراد بھی ہیں اور قوم بھی۔

کان ابراهیم امة قانة

ترجمہ: ابراہیم علیہ السلام خود ایک جماعت باخدا تھے۔

اگر فرد کی اصلاح ہو جائے تو جماعت اور قوم کی اصلاح کا مکمل سامان ہو گیا، بیج سے پھل پیدا ہوتے ہیں اگر تخم اچھا ہو تو پھل عمدہ آتا ہے اور تخم ہمیشہ واحد ہوتا

Marfat.com

ہے اور پھل اسی قسم کی کثرت۔

اصلاح انسانی سے مراد اصلاح نفسی ہے کیونکہ نفس انسانی ہی تمام حواس کا مربی ہے، آنکھ، کان، زبان وغیرہ سب اس کے تابع ہیں، جذبات پر اسی کا قبضہ ہے،اس کی اصلاح تمام حواس کی اصلاح ہے اور تمام جذبات کی اصلاح ہے،لیکن اگر یہی گندہ ہوگا تو سارا جسم گندہ ہوگیا، اصلاح نفس کا دوسرا نام تزکیہ نفس ہے، جس طرح جسم پر میل کچیل چھا جاتا ہے یا جسم کو بیماریاں لگ جاتی ہیں، نفس انسانی بھی اپنی فطرت کی کمزوریوں کی وجہ سے اور اپنے اور ماحول کے نقائص اور ان کی تاثیر کی تیزیوں کی وجہ سے مختلف قسم کی گندگیوں سے آلودہ ہو جاتا ہے اور مختلف قسم کی اندرونی بیماریوں کا شکار ہو جاتا ہے۔

ان گندگیوں کی موجودگی میں پاک اور مقدس (سبحان اللہ) کی غلامی کے لائق نہیں رہتا اور غلیظ بیماریوں کی وجہ سے وہ اپنے معاشرے کا ناسور بن جاتا ہے اور معاشرے کو اس سے ہر قسم کا نقصان پہنچتا ہے سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ وہی بیماریاں جن بیماریوں کا مریض وہ ہے معاشرے میں پھیل جاتی ہیں اور بڑی مشکل یہ کہ جسم کی ہر قسم کی متعدی اور غیر متعدی بیماریوں پر قابو پایا جا سکتا ہے،لیکن نفس کی ایک ایک بیماری بعض اوقات عمر بھر قائم رہتی ہے اور اپنے گندے اثرات سے خود مریض کو اور معاشرے کو خراب کرتی رہتی ہے کیونکہ نفسانی بیماریوں کے معالج بھی کم ملتے ہیں اور طریقہ علاج سے بھی بیمار نفس کو کوئی انس نہیں بلکہ غلط فہمی کا شکار مریض علاج کو بیماری سمجھ بیٹھتا ہے۔

Marfat.com

اس لئے نفسانی بیماریوں کے علاج کے لئے اللہ تعالیٰ اپنی خاص مخلوق یعنی انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرماتا اور پیغمبر کی ذات ہر قسم کی روحانی بیماری سے پاک ہوتی ہے، اس واسطے انبیاء علیہم السلام کو معصوم کہا گیا ہے، انبیاء علیہم السلام روح کے طبیب ہوتے ہیں اور تزکیہ نفس انسانی فرماتے ہیں اور جب انسانی نفس کا تزکیہ ہو جاتا ہے اور یہی اس کا علاج ہے تو حقائق عالم خلق اور عالم امر سامنے ہو جاتے ہیں دنیا اور اس کی حقیقت ہر وقت سامنے رہتی ہے، عالم امر اور اس کی ذمہ داریاں ہمیشہ پیش نظر رہتی ہیں اور یہ خیال کہ دنیا امتحان گاہ ہے اور یہی ایک قسم کی پل صراط ہے اگر ذرا قدم پھسل گیا تو پھر خیر نہیں، اُدھر اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کے جلوے سامنے ہوتے ہیں اور دنیا کے امتحان کے پیش نظر یہ خیال ستاتا ہے کہ اگر اللہ کی نافرمانی ہو گئی تو وہ محبوب حقیقی ناراض ہو جائے گا اور اس کی ناراضی کا نتیجہ دائمی عذاب ہے، اس کیفیت کا نام تقویٰ ہے اور تقویٰ بندے کے نفس کی پاکیزگی سے پیدا ہوتا ہے اور نفس کو پاک تر کرنے میں بڑی تاثیروں کا مالک ہے اور جب انسان اللہ سے ڈرتا ہے اور دنیا میں بچ بچ کر چلتا ہے تو بشریت کے غلط تقاضے خود بخود دور ہو جاتے ہیں اور بندے کی نورانیت نکھر آتی ہے اور بندے کی اس نورانیت کی بڑی قدر و قیمت ہے اور متقی انسان کسی حال میں ہو، امیر ہو، غریب ہو، مالک ہو، غلام ہو، افسر ہو ماتحت ہو اللہ تعالیٰ اس کو محبوب رکھتا ہے اور جس کو وہ محبوب رکھتا ہے اور اس کی قدر کرنا وہ جانتا ہے، اس واسطے فرمایا:

ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم

Marfat.com

''تم میں سے بہترین آدمی اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہی ہے جو اللہ تعالیٰ سے زیادہ ڈرنے والا ہو۔''

اب یہ راز ہے کہ بہترین آدمی کون ہے، اہل دنیا ظاہری خوبیوں اور ظاہری اسباب کو دیکھتے ہیں جس کے پاس ظاہری اسباب ہوں وہ ان کی نظر میں معزز ہوتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ ظاہر کو نہیں دیکھتا وہ باطن کو دیکھتا ہے اور باطن اگر عمدہ ہو تو اس کی پسند کے لئے کافی ہے اور وہی اس کے نزدیک زیادہ عزت والا ہے جس کا باطن اچھا ہے اور جس کے دل میں خدا کا خوف ہے اور وہ اس خوف کی وجہ سے دنیا میں بچ بچ کے چلتا ہے اور اکرم اور غیر اکرم کا سوال بہت جلد حل ہو جائے گا اور عنداللہ ہی یہاں اور وہاں حاصل کائنات ہے، اس محدود اور مختصر عمر میں اسباب کے ذریعے عارضی عزت مل بھی گئی اور حیاتِ جاوید میں اس سے محروم رہا تو دائمی خسارہ ہے اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔

☆.....☆.....☆

Marfat.com

درس قرآن: 30

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِیْنَةٌ وَّ تَفَاخُرٌ بَیْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِی الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ط كَمَثَلِ غَیْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُه‘ ثُمَّ یَهِیْجُ فَتَرٰاهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ یَكُوْنُ حُطَامًا ط وَفِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِیْدٌ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ ط وَمَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ۔

(پارہ 27-سورۃ الحدید-رکوع 3)

ترجمہ:۔ یقین کرو کہ یہ زندگانی دنیا کی کھیل اور دل بہلانا ہے بناؤ کرنا ہے اور بڑائی کرنی ہے آپس میں اور زیادتی کرنی ہے بیچ مال اور اولاد کے۔ مانند مینہ کے خوش لگتا ہے کھیتی کرنے والوں کو اگنا اس کا پھر زور زور سے اگتی ہے۔ پس دیکھتا ہے تو اس کو زرد پھر ہو جاتی ہے ریزہ ریزہ اور بیچ آخرت کے عذاب ہے سخت اور بخشش ہے اللہ کی طرف سے اور رضامندی نہیں زندگی دنیا کی مگر فائدہ فریب کا۔

چیست دنیا از خدا غافل بدن
نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

مادی دنیا میں انسانی روح اپنی حقیقت سے ناواقف ہے۔ اگر چہ اس کی حقیقت کے آثار نور آفتاب کی طرح روشن ہیں اور اسے ہوا کی طرح گھیرے ہوئے ہیں لیکن اس کی عدم توجہ اور عدمِ تربیت سے یہ مسافر عرشِ اعظم زمین پر بھٹکتا پھرتا ہے۔ لذت، درد، راحت، رنج یہ کیا ہے؟ یہ سب کیفیات ہیں۔ اجسام

Marfat.com

تو نگاہِ ظاہر کی تسلی اور اطمینان کا ایک آلہ ہیں۔ ورنہ اصل مقصود کیفیات ہی کیفیات ہیں۔ قرآن کریم نے کئی مقامات پر حیات الدنیا کے عمل اور اس سے پیدا ہونے والی کیفیات کو واضح فرمایا ہے۔ دنیا اگرچہ جسم کا ایک جہان ہے لیکن درحقیقت دنیا ایک کیفیت ہے جو انسانی اعمال کا رخ بدلتی ہے۔ روح کی بلندیاں جسم کی پستیوں میں قید ہو کر رہ جاتی ہیں اور یہ شاہباز آسمانی چند حقیر بوٹیوں کے لیے اپنی بلند پروازیوں سے دست بردار ہو جاتا ہے۔ انسان جسم و روح سے مل کر انسان بنتا ہے اور روح کے بغیر یہ ایک بت بے جان اور بعض اوقات قابل نفرت مردار ہے۔ جسم کو روح کی تربیت کا ایک آلہ قرار دیا گیا تھا کہ اس میں رہ کر گنتی کے چند دن یہ اللہ کی رضا کے لیے کچھ حرکات وسکنات ایسی کرے جو بظاہر اگرچہ اس پر وہ گراں گزرتی ہیں لیکن اس کے دوام عیش کے لیے ناگزیر ہیں اور چونکہ انسانی روح ایک غیر فانی جوہر اور ارادہ، اختیار اور قوت کی مختلف امانتوں سے بہرہ ور ہے اور ان تینوں طاقتوں کو اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اطاعت میں استعمال کرنے سے اس کی آنے والی زندگی ایک کامیاب اور بامراد زندگی بن سکتی ہے۔

اس لیے انبیاء علیہم السلام نے مادی اصلاحات کو ہمیشہ روحانی اصلاحات سے دوسرے نمبر پر رکھا اور روحانی اصلاح ہی نبوت اور رسالت کے مکتب کی تعلیم کا نتیجہ قرار پائی اور جب روح کی اصلاح ہو جاتی ہے اور یہ اپنی حقیقت سے آشنا ہوتی ہے تو مادی لذات سے دست کش ہو جاتی ہے اور مادی قسم کے تکلفات کو ناپسند کرتی ہے لیکن بے تربیت یافتہ روح یعنی نفس کی زندگی تو حصولِ لذات اور

Marfat.com

قسم قسم کے تکلفات ہی کا نام ہے اور روحانی خرابیوں سے نفس طرح طرح کی لذات محسوس کرتا ہے۔ قرآن کریم نے یہاں اس حقیقت کا اظہار فرمایا ہے کہ حیات الدنیا یعنی نفس کی مادی زندگی کیا ہے؟ یہی کھیل کود اور زیب وزینت اور پھر اس کھیل کود اور زیب وزینت کے مقابلے اور ان مقابلوں پر اپنے آپ کو بڑا دکھلانا اور فخر کرنا اور جب کھیل کود کے ان مقابلوں یعنی جوانی کی امنگوں اور خواہشات والی زندگی سے ذرا آگے نکل گیا تو مال اور اولاد کے مقابلے شروع ہو گئے۔ ایک نے ثابت کیا کہ میرا مال زیادہ ہے میں بڑا ہوں۔ دوسرے نے کہا، میری اولاد لائق ہے میں بڑا ہوں حالانکہ ان سب کی حقیقت نہ ہونے کے برابر ہے کیونکہ ان تمام احوال میں قیام ودوام مفقود ہے اور یہ سب کچھ عارضی ہے بخلاف حیات الآخرۃ کے، کہ اس کا سب کچھ باقی اور دائم ہے۔

حیات الدنیا کو اللہ تعالیٰ نے ایک مثال سے خوب واضح فرمایا ہے کہ بارش برسی زمین کے بیج اگ پڑے۔ کسان دیکھ کر خوش ہوئے۔ پھر وہی کھیتیاں لہلہانے لگیں پھر دیکھتے دیکھتے تمام نباتات پیلی پڑ گئی پھر کاٹی گئی اور دانہ بھوسہ الگ ہو گیا۔

یہیں تک اگر قصہ ختم ہو جاتا تو کوئی بات نہ تھی اس خودسر، نافرمان، غیر مطیع زندگی کے ایک ایک لمحہ کا نتیجہ نکلنے والا ہے اور آنے والی زندگی میں ان نالائقیوں کے بدلے سخت سے سخت عذاب موجود ہے۔

یہ تھا تصویر کا ایک رخ، اس تصویر کا دوسرا رخ یہ ہے کہ روحانی اصلاح کو مقصد زندگی بنانے والے اور حیاتِ آخرت کے لیے اپنی اس مادی زندگی کو وقف کرنے

Marfat.com

والے عبادت اور اطاعت کے ذریعے ارادہ، اختیار اور قوت کا استعمال کرنے والے کامیاب اور بامراد ہیں۔ اگرچہ ایسی زندگی میں کچھ لغزشیں بھی ہیں تو وہ اللہ کی طرف سے وعدہ ہے کہ وہ معاف ہیں اور ان کی معصوم اور فرمانبردار زندگی کے بدلے ملنے والی ابدی زندگی میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کی خوشنودی اور خشنودیوں کا نتیجہ انعامات میں پھر ایک تنبیہ فرمائی کہ نفس اور شیطان کے دھوکے فریب سے بچتے رہیئے، کیونکہ اس زندگی میں نفس اور شیطان خود دھوکے میں ہیں اور آسانی سے دھوکہ دے سکتے ہیں بلکہ حیات الدنیا تو سراسر دھوکا ہی دھوکا ہے۔

☆......☆......☆

Marfat.com

درس قرآن: 31

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ O (پارہ 28 - سورۃ الحشر - آیت 18)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور ہر شخص کو چاہئے کہ وہ دیکھے کہ کل کے لئے (یعنی بعد موت کیلئے) اس نے کیا بھیجا ہے، اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔

انسان بشریت اور روحانیت کا مرکب ہے، بشریت کے تمام تقاضے دنیوی زندگی کیلئے ہیں اور روحانیت کے تمام تقاضے اخروی زندگی کیلئے، مادی دنیا کی ہر چیز جو موجود ہے اور موجود میں روز بروز اضافہ ہوتا ہے سینکڑوں ایجادیں اور بیسیوں نئی کھیلیں یہ سب بشریت کے تقاضے پوری کرتی ہیں اور راحت، لذت، زینت اور عزت کے لئے انسان وقف ہو کر رہ جاتا ہے اور ذاتی لذات کے چکر سے جو نکل جاتا ہے وہ حرص و ہوا اور خود پرستی کے میناروں میں جا بیٹھتا ہے، روح اور روحانیت دیکھتے کے دیکھتے رہ جاتے ہیں اور اپنی کسمپرسی پر آنسو بہاتے ہیں، اگر قدرت کی طرف سے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور ہدایت کے دوسرے سامان آسمان سے نہ اترتے تو دنیا درندوں اور جانوروں کا ایک جنگل ہوتی، بے شک انسان عقل مند ہے لیکن نورانی عقل پر بھی مادیت کا غلبہ ہے اور روح کے متعلق عقل کے استعمال کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے انسانیت کو

Marfat.com

سب سے بڑی بشارت جو دی وہ حیات کا دوام ہے اور موت کے بعد زندگی کا اقرار ہی ایمان اور ایمانیات کیلئے سرمایہ ہے اور ہماری زندگی کے ارتقائی منازل بے شمار ہیں۔

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں
ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں

اور موت ہماری روحانی زندگی کی ابتداء ہے موت پر بشریت اور اس کے تمام تقاضے ختم ہو جاتے ہیں اور پہلے قدم پر عالم روح کا انکشاف ہوتا ہے، موت مٹنے کا نام نہیں ہے موت تو عالم آخرت کی ایک سواری ہے سب سے پہلے اسی مقدس سواری سے عالم آخرت کا مسافر بغل گیر ہوتا ہے فرشتے اس کا استقبال کرتے ہیں اور اعمال جو اولاد کی طرح جسم انسانی سے نکلتے ہیں اولاد مادی صورت میں ہمارے سامنے آتی ہے اور اعمال روحانی صورت میں ہوتے ہیں عمل وجود میں آیا اپنا مشاہدہ کرایا اور پھر آسمان پر اپنی روحانی برادری کے ساتھ چلا گیا اور عمل کے متعلقہ یہ سربستہ راز راز ہی ہے کہ عمل انسان سے نکلنے کے بعد کس صورت وشکل میں منتقل ہوتا ہے بہشت اللہ کی رحمت کا نتیجہ ہے تاہم اعمال صالحہ کو ذریعۂ رحمت بنایا گیا ہے اور دوزخ اور اس کا عذاب بے شک اللہ تعالیٰ کے غضب کا مظہر ہے لیکن اس غضب کو بداعمالی سے وابستہ کیا گیا ہے اور موت کے بعد کی دوگونا زندگی ہماری اس زندگی اور اس کے اعمال کا نتیجہ ہے اعمال صالحہ بہشت کی صورت میں ہمارے سامنے آئیں گے اور رضا الٰہی اور تکمیل خلافت کا درجہ تو بہت ہی بلند ہے اور اعمال

Marfat.com

سیہ دوزخ کی صورت میں اور جہنم کے عذاب کی شکل میں سامنے ہوں گے ان کے ساتھ رحمت سے دوری اور غضب الٰہی کا تسلسل وابستہ ہے۔

روح جب تربیت پاتی ہے تو اس کے تقاضے کھل کر سامنے آتے ہیں اور سب سے پہلے ایمانیات کی مشق ہوتی ہے اور پھر اعمال صالحہ ایمان کے نور سے اس طرح نکلتے ہیں جس طرح سورج کے وجود سے شعاعیں نکلتی ہیں اور جب ایمان اور اعمال صالح رحمت الٰہی سے کسی وجود میں قائم ہو جاتے ہیں تو بشریت اور بشریت کے تقاضے مغلوب ہو جاتے ہیں جس کو بعض اہل معرفت نے نفس کے مرنے سے تعبیر کیا ہے، حضرت سلطان باہوؒ اسی مضمون کو یوں بیان فرماتے ہیں۔

باجھ فقیراں کے نہ ماریا ایہہ ظالم چور اندر دا ھُو

میرے پیرو مرشد محبوب الٰہیؒ فرمایا کرتے تھے (نفس) مرتا فقیروں کا بھی نہیں مغلوب ہو جاتا ہے اور صحیح زندگی شروع ہی تب ہوتی ہے جب نفس اور اس کے تقاضے مغلوب ہو جائیں روح اور روحانیت غالب آجائیں۔ جب روح غالب آجاتی ہے اور آخرت سامنے ہوتی ہے تو بھری پری دنیا وسیع و عریض دنیا اور غیر محدود کائنات شرح صدر والی آخرت کے مقابلے میں (اس طرح محسوس ہوتی ہے گویا سمندر کے مقابلے میں) ایک گدلے پانی کا ایک چھپڑ ہے پھر الھدیٰ اور دین الحق صحیح معنوں میں اپنے اندر قائم ہوتے ہیں اور آنکھ کھل جائے تو راستے کی ہمواری اور ناہمواری گڑھے اور کھڈے نظر آتے ہیں اور مسافر بچ بچ کے چلتا ہے لیکن آنکھ بند ہو تو ہلاکت خیز گڑھے سامنے ہیں اور بچنا محال ہے ہمارے ایمان کی آنکھیں کھلتی ہی تب ہیں جب

Marfat.com

ایمانیات کی مشقیں ہوں اور جب ایمان کا نور چمک اٹھتا ہے تو آخرت دور نہیں رہتی اور روحانی مخلوق کا وجود گویا محسوس ہوتا ہے۔

حدیث مبارک میں ہے:

اَن تَعۡبُدَ اللّٰہ کَاَنَّکَ تَرَاہُ و اِنۡ لَمۡ تَکُنۡ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ

ترجمہ: اللہ کی عبادت یوں کرو گویا تم اس کو دیکھ رہے ہو اور اگر تجھ سے یہ نہ ہو سکے کہ تو اسے دیکھے تو یہ احساس پیدا کر کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے، اللہ کا جلوہ ظاہر ہے فرمان ہے۔

ھُوَ الظَّاھِرُ وَالۡبَاطِن لیکن دیکھنے والی آنکھ بند ہو تو ظاہر بھی نظر نہیں آتا اور آنکھ کھلنے کی دیر ہے پھر تو پکار اٹھے گا۔

تجلی تیری ذات کا سو بسو ہے
جدھر دیکھتا ہوں ادھر تو ہی تو ہے

اور سعدیؒ نے فرمایا ہے:-

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار
ہر ورق دفتر است زمعرفت کردگار

لیکن صد افسوس ہے کہ بشری تقاضوں کے پورا کرنے کے لئے تو ہم دن رات ایک کر دیں اور روحانی تقاضوں کے لئے پانچ دس منٹ کوئی عمل کرنا ہمارے لئے دشوار ہو تقویٰ اور اخلاص اپنے معانی رکھتے ہیں جب تقویٰ اور اخلاص اپنے معانی رکھتے ہیں جب تقویٰ اندر آتا ہے تو پھر روئیں روئیں میں تقویٰ ہوتا ہے اور

Marfat.com

اخلاص صاحب روحانیت کی پرواز والی سواری ہے جس کا ہر قدم آسمان پر ہوتا ہے اور تقویٰ زمین پر انسانی اعمال کا محافظ و نگران ہے تقویٰ کی موجودگی میں بشریت ہر قدم پر ڈرتی ہے کہ کہیں میرے اعضا مجھ سے دشمنی نہ کر جائیں اور حکم ہے کہ تم اپنے اندر تقویٰ پیدا کرو اور تقوے کو بڑھاؤ تقوے کی موجودگی میں اعمال سیئہ کا وجود ختم ہو جائے گا اور اعمال صالحہ کا ذخیرہ زیادہ سے زیادہ ہوگا اور اخلاص اور تقویٰ جب کسی وجود میں جمع ہو جاتے ہیں تو وہ وجود نبوت اور رسالت کے تمام تقاضے پورے کرتا ہے اور اہل دنیا کے لئے انبیاء علیہم السلام کی طرح زندگی بسر کرنے کا بہترین نمونہ ہوتا ہے۔

☆......☆......☆

Marfat.com

درسِ قرآن: 32

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قُلۡ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ هَادُوۡۤا اِنۡ زَعَمۡتُمۡ اَنَّكُمۡ اَوۡلِیَآءُ لِلّٰهِ مِنۡ دُوۡنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الۡمَوۡتَ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ O وَلَا یَتَمَنَّوۡنَهٗۤ اَبَدًۢا بِمَا قَدَّمَتۡ اَیۡدِیۡهِمۡ ط وَاللّٰهُ عَلِیۡمٌۢ بِالظّٰلِمِیۡنَ O (پارہ 28-سورۃ المنٰفقون-رکوع 1)

(کہو کہ اے لوگو جو یہودی ہوئے ہو اگر دعوے کرتے ہو تم یہ کہ تم اللہ کے دوست ہو سوائے اور لوگوں کے پس آرزو کرو تم موت کی اگر ہو تم سچے اور نہ آرزو کریں گے اس کی کبھی بسبب اس چیز کے کہ آگے بھیجی ہے ہاتھوں ان کے نے اور اللہ جانتا ہے ظالموں کو۔)

قران کریم حق کی زبان ہے اور حقائقِ عالم اتنی خوبی سے بیان ہوتے ہیں کہ عبرت پذیر دل حیرت کے دریا میں چلا جاتا ہے۔

موت ایک حقیقت ہے زندگی کی طرح اور زندگی سے زیادہ وسعت کے ساتھ۔ زندگی سے الفت فطرتِ انسانی کا ایک خاصہ ہے۔ زندگی کی دلچسپیاں دنیا کے گوشے گوشے میں محفوظ ہیں۔ خود نفسِ انسانی دلچسپیوں کا ایک مجموعہ ہے اور دلچسپیوں کا عاشق ہے۔ اگر دلچسپیوں سے مجبوراً بھی اسے دور رکھا جائے تو اسے ناپسند ہے۔ چہ جائیکہ اپنی دلچسپیوں سے دست کش ہو جائے اور ان کے بالکل ختم ہو جانے کو پسند کرے۔ اور غلط فہمی سے یہ موت کو دلچسپیوں کے ختم ہونے کا مقام سمجھتا ہے۔ حالانکہ موت سے صرف دنیا کی دلچسپیاں ختم ہوتی ہیں، مطلق دلچسپیاں ختم

Marfat.com

نہیں ہوتیں۔ بلکہ موت کے بارے میں یہ کہنا زیادہ قرینِ اسلام ہے کہ

موت اک زندگی کا وقفہ ہے
یعنی آگے چلیں گے دم لے کر

انسانی عقل نے بڑے بڑے معمے حل کیے اور بڑے بڑے مشکل مرحلے طے کیے۔ لیکن پوشیدہ انسانی حقائق سے کوئی پردہ نہ ہٹا سکی۔ مادی دنیا کی ہر چیز نے ترقی کی۔ فضا کی پہنائیوں کی آزاد، خطرناک اور مہیب بجلیوں کو انسان نے پنجرے میں بند کر دیا۔ ذراتِ عالم نے اپنی مخفی اور بھرپور قوتوں کا مظاہرہ کیا۔ کہیں ایٹمی تجربہ گاہیں ہیں اور کہیں چاند سورج کے حقائق دریافت کرنے کی رصد گاہیں۔ لیکن خود انسان کی مخفی طاقتیں مخفی ہی رہیں اور ان سے پردہ نہ ہٹایا جا سکا۔ بھلا ان سے پردہ کیسے اٹھایا جا سکتا تھا۔ ہر چیز کے لیے ایک قاعدہ ہے اور ہر کام کا ایک دستور ہے۔ قاعدے اور دستور کے بغیر تو زمین کھودنا بھی مشکل ہے۔ چہ جائیکہ لطائف عالم، لطائف رہتے ہوئے بغیر قاعدے اور قانون کے منکشف ہو جائیں، کیا سائنسی ترقی کسی قاعدے اور دستور کے بغیر وجود میں آئی ہے؟ اور یہ انکشافات اور ایجادات کسی محنت اور کوشش کے بغیر ظاہر ہو گئے ہیں؟ اگر ایسا نہیں ہے تو پھر انسانی باطن کے انکشافات کے لیے اور انسان کی اندرونی مخفی قوتوں کے اظہار کے لیے کسی محنت اور کسی مجاہدے کی ضرورت نہیں؟ یہی ایک حقیقت ہے جس کو ظاہر فرمانے کے لیے انبیاء علیہم السلام مبعوث ہوئے۔ آسمان سے آسمانی کتابیں نازل ہوئیں۔ صالحین عالم نے زمین پر اپنے عمل سے اور اپنے قول سے اس ایک حقیقت

Marfat.com

کو واضح فرمایا کہ تزکیہ نفس ایک خاص قاعدہ اور دستور سے ہوتا ہے اور تزکیہ نفس کے لیے ہر قسم کے نفسانی مجاہدات کی ضرورت ہے اور جب تزکیہ نفس ہو جاتا ہے تو سب سے پہلی چیز جو آئینہ قلب پر منعکس ہوتی ہے وہ عالمِ آخرت کے انوار ہیں۔

جب انوار آخرت اپنے دل پر منعکس ہونا شروع ہو جاتے ہیں تو اول تو ایمان بالآخرت اپنا مضبوط ہو جاتا ہے کہ کوئی بھی نا مساعد حال ایمان کو متزلزل نہیں کر سکتا اور دوسرا یہ کہ عالمِ دنیا کے حقائق سے بھی پردہ اٹھ جاتا ہے اور دنیا اپنی اصل شکل میں نظر آ جاتی ہے اور ہر چیز پر فنا کا رنگ چڑھا ہوا نظر آتا ہے۔ یہاں تک کہ زمین و آسمان جیسی مضبوط چیز اور پہاڑوں جیسی پائدار چیز کے پیچھے بھی فنا کا زلزلہ چھپا ہوا نظر آتا ہے اور قرآن کے الفاظ بول بول کر سمجھاتے ہیں کہ آسمانوں کو لپیٹ دیا جائے گا۔ تارے جھڑ پڑیں گے۔ زمین کی موجودہ صورت ختم کر دی جائے گی۔ پہاڑوں کا ثقل ضبط کر لیا جائے گا اور یہ دھنے کی روئی کے گالوں کی طرح اڑنے لگیں گے۔ کسی بھی جاندار کو باقی نہیں رہنے دیا جائے گا۔

اور جب تک یہ صورت سامنے نہیں آتی خود انسان کو دھڑا دھڑ عالمِ آخرت کا مسافر بنایا جا رہا ہے اور قافلوں کے قافلے روزانہ دنیا سے کوچ کرتے ہیں اور ان جہانوں میں جا پہنچتے ہیں جو ستاروں سے آگے ہیں۔

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں
ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں

غرض حقائق علم دنیا ایک ایک کر کے سامنے آتے ہیں۔ ادھر حقائق عالم

Marfat.com

آخرت بھی قلب پر منعکس ہو رہے ہوتے ہیں۔ اس لیے فنا کے رنگ میں ڈوبی ہوئی دنیا اور کھلونوں کی بنی ہوئی دنیا سے دل بیزار ہو جاتا ہے۔ خوبصورت، دلکش اور پائیدار آخرت اور انوار الٰہی کا نمونہ آخرت سے دل لگ جاتا ہے اور چونکہ اللہ تعالیٰ کا جلوہ آخرت میں ظاہر ہے اس لیے اس جلوے کی تمنا میں ہر وہ کام کرنا جو اس جلوے سے قریب کر دے اور ہر ایسی رکاوٹ کو دور کرنا جو اس جلوے اور ظہور کے راستے میں مانع ہو یہ مردِ مومن کا شغلِ شب و روز بن جاتا ہے اور دوست کی ملاقات کی تمنا اسے ہر وقت بے چین رکھتی ہے۔ اور چونکہ موت ایک پل ہے جس کو عبور کرنا دوست کی ملاقات کے لیے نہایت ضروری ہے۔ اس لیے ولی اللہ (یعنی اللہ کا دوست) اللہ کے لیے موت کو بھی دوست رکھتا ہے۔ اور ولی اللہ کی یہی ایک نشانی اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بیان فرمائی ہے۔

یہودیوں کو اپنے متعلق یہ گمان تھا کہ ہم اللہ کے دوست ہیں اور ہم اس کو چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے یہودیو! اگر تمہارا خیال یہ ہے کہ تم مسلمانوں سے زیادہ اللہ کے دوست ہو تو پھر تم موت کی تمنا کرو (تاکہ وہاں جا کر اپنے دوست سے مل جاؤ اگر تم اپنے اس خیال میں سچے ہو۔ لیکن وہ ہرگز ایسی تمنا نہیں کر سکتے۔ وہ اس لیے کہ ان کے وہ اعمال جو آگے چلے گئے ہیں۔ ان اعمال میں ایسی کشش نہیں اور ان اعمال نے وہاں کوئی مقبولیت نہیں پائی جس بناء پر روحانی طور پر وہ وہاں جانے کی تمنا کر سکیں اور بھلا ظلم و تعدی والوں کو اللہ تعالیٰ دوست کیوں رکھنے لگا۔ وہ تو ان کے کرتوتوں کو خوب جانتا ہے اور ان کو ان بداعمالیوں کی سزا دے گا۔

Marfat.com

درس قرآن:33

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا قُوۡۤا اَنۡفُسَكُمۡ وَ اَهۡلِیۡكُمۡ نَارًا O

(پارہ 28-سورۃ التحریم-آیت 6)

''اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو جہنم کی آگ سے بچاؤ''

ایمان والو! اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ اپنے بندوں کو ان کی حیثیت کے مطابق مختلف ناموں سے مخاطب فرماتا ہے۔

کبھی یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ۔ کبھی یٰۤاَهۡلَ الۡکِتٰبِ کبھی یٰۤاَیُّهَا الۡکٰفِرُوۡنَ وغیرہ کا اور امنوا کا خطاب بہترین خطاب ہے۔ اس میں اپنایت ہے۔ محبت ہے اور شفقت ورحمت اور ہدایت کے جملہ اسباق اپنے اپنے مقام پر آجاتے ہیں۔ کبھی امنو کے بعد اِتَّقُوا اللّٰهَ ...... اللہ سے ڈرتے رہو۔ کبھی امنو کے بعد هَلۡ اَدُلُّكُمۡ عَلٰی تِجَارَةٍ ...... آؤ ہم تمہیں ایک تجارت کی طرف رہنمائی کریں۔ کبھی امنو کے بعد اِذَا نُوۡدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنۡ یَّوۡمِ الۡجُمُعَةِ فَاسۡعَوۡا اِلٰی ذِکۡرِ اللّٰهِ...... جب جمعہ کی نماز کے لئے بلایا جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑ کر جاؤ۔ وغیرہ اور یہاں امنو کے بعد قُوۡۤا اَنۡفُسَكُمۡ وَ اَهۡلِیۡكُمۡ نَارًا کی بہترین رہنمائی ہے۔ قرآن کریم کی اکائی نفس انسانی ہے اور فرد کی اصلاح مقصود ہے۔ اور جب فرد کی اصلاح ہو جاتی ہے تو جماعت کی اصلاح نسبتاً آسان ہو جاتی ہے۔ جس طرح اچھی اچھی دواؤں سے اچھا معجون بنتا ہے اور عمدہ پھولوں سے اچھا گلدستہ بنتا ہے اور

Marfat.com

خوبصورت اعضا سے مجموعی حسن' حسن کہلاتا ہے بالکل اسی طرح افراد اچھے ہوں تو جماعت وقوم اچھی ہوتی ہے۔ اس لئے فرمایا ''قُوْٓا اَنْفُسَکُمْ'' اپنے آپ کو بچاؤ۔ پھر ہر شخص کی اس کے مرتبے کے مطابق ذمہ داریاں ہیں۔ اہل وعیال کی ذمہ داری باپ کے سر ہے اور چھوٹے بچے وہی کچھ کرتے ہیں جو ماں باپ کرتے ہیں اور بچپن میں اولاد کی اصلاح کا حکم ہے اور فطرت بھی یہی چاہتی ہے کہ اچھی اولاد ہو۔ اب اسی اچھی اولاد کو قرآن مجید نے ایسی اچھی اولاد بتلایا جو دوزخ سے بچاؤ کا سامان رکھتی ہے یعنی نیک عمل کرتی ہو اور برے اعمال سے بچتی ہو اور اس کے لئے تربیت کی ضرورت ہے اور گھر کا مالک راعی (چرواہے) کی حیثیت میں ہے کہ اگر وہ اپنی بھیڑ بکریوں کو حفاظت سے رکھے گا تو اچھا محافظ کہلائے گا اور وہ ہر قسم کے نقصان سے بچ جائیں گی۔ ورنہ وہ ان کی ہر قسم کی خرابی کا ذمہ دار ہے۔

كُلُّكُمْ رَاعٍ وَّ كُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ (حدیث)

''تم میں سے ہر ایک راعی (چرواہا) یعنی حاکم ہے اور ہر حاکم سے اس کی رعیت کے بارے سوال ہوگا۔''

قرآن مجید میں نَارٌ کا لفظ جہنم کے لئے آتا ہے اور جہنم آگ کا ایک جہان ہے جس طرح دنیا خاک کا ایک جہان ہے۔ وہاں کی ہر چیز آگ کی بنی ہوئی ہے اور وہ آگ دنیا کی آگ سے بہت ہی زیادہ تپش والی آگ ہے اور صرف آگ میں جلنا ہی کیا کم عذاب ہے کہ اس پر ذلت' رسوائی اور درد و رنج' حسرت وافسوس مستزاد ہے۔

Marfat.com

اور اللہ تعالیٰ کی رحمت و شفقت جو ایمان کے تقاضے میں مومن کے ساتھ ہے۔ اس کی بنا پر اللہ کریم حکم دیتا ہے اور ہدایت فرماتا ہے کہ اے ایمان والو! خود جہنم سے بچو اور اپنے متعلقین کو بچاؤ یعنی وہ چال چلو اور ایسی تدبیریں کرو اور ایسی تربیت کرو کہ نیک اعمال بڑھتے جائیں اور برے اعمال گھٹتے چلے جائیں توبہ و انابت سے رحمت و مغفرت الٰہی کو دعوت دو اور جہنم سے بچ جاؤ۔

اَللّٰهُمَّ اَجِرْنَا مِنَ النَّارِ يَا مُجِيْرُ۔

☆......☆......☆

Marfat.com

درسِ قرآن: 34

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تَبٰرَکَ الَّذِیۡ بِیَدِہِ الۡمُلۡکُ وَ ہُوَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرُۨ ۙ O الَّذِیۡ خَلَقَ الۡمَوۡتَ وَ الۡحَیٰوۃَ لِیَبۡلُوَکُمۡ اَیُّکُمۡ اَحۡسَنُ عَمَلًا ؕ وَ ہُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡغَفُوۡرُ O الَّذِیۡ خَلَقَ سَبۡعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ؕ مَا تَرٰی فِیۡ خَلۡقِ الرَّحۡمٰنِ مِنۡ تَفٰوُتٍ ؕ فَارۡجِعِ الۡبَصَرَ ۙ ہَلۡ تَرٰی مِنۡ فُطُوۡرٍ O ثُمَّ ارۡجِعِ الۡبَصَرَ کَرَّتَیۡنِ یَنۡقَلِبۡ اِلَیۡکَ الۡبَصَرُ خَاسِئًا وَّ ہُوَ حَسِیۡرٌ O

(پارہ 29-سورۃ الملک-رکوع 1)

ترجمہ:۔ بڑی برکت والا ہے وہ (اللہ) جس کے قبضہ قدرت میں حکومت ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے (اللہ وہ ہے جس نے موت بعد حیات کو پیدا کیا یہ اس لئے کہ تم کو آزمائے کہ تم میں سے کون سا بہت خوبصورت عمل والا ہے۔ وہ غالب ہے بخشنے والا ہے (اللہ) وہ ہے جس نے سات آسمان اوپر تلے بنائے تو (اے مخاطب) رحمٰن کی آفرینش میں کوئی کمی نہیں دیکھے گا تو آنکھ کو متوجہ کر کیا تجھے کوئی کمی نظر آتی ہے پھر دیکھ بار بار دیکھ تیری نظر ناکام ہو کر اور تھک کر واپس آجائے گی۔

تمام برکتیں اللہ کی طرف سے ہیں۔ برکت کے صحیح معنی اکثر لوگوں کے ذہن میں نہیں ہیں۔ برکت ایک ایسی روحانی لطیف قوت ہے کہ بظاہر تھوڑی چیز میں اگر وہ داخل ہو جائے تو وہ تھوڑی چیز کافی اور مکمل ہو جاتی ہے اور یہ صفت بھی باقی صفات الٰہیہ کی طرح بندوں کی طرف رجوع کرتی ہے بعض انسانوں کی زبان میں

Marfat.com

برکت ہوتی ہے۔ بعض کے کاموں میں برکت ہوتی ہے۔ بعض کا وجود بابرکت ہوتا ہے بعض مادی اشیاء میں برکت آجاتی ہے تو وہ ختم ہونے میں نہیں آتیں ہزار خرچ کرو۔ اس میں کمی محسوس نہیں ہوگی۔ اور وہ چیز بھری بھری نظر آئے گی اور عموماً نیک اور صالح لوگ اللہ تعالیٰ کی اس صفت کا عکس قبول کرتے ہیں اور بابرکت ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی ذات کا تعارف بعض ایسی محسوس صفات سے کرواتا ہے کہ جس کا تجربہ عموماً انسانوں کو ہوتا ہے۔ مثلاً یہی برکت کی صفت ہے کہ ہر قسم کی کمی کو روکنے والی ہے بعض لوگ ہر طرح کی کثرت کے ہوتے ہوئے کمی کی شکایت کرتے ہیں۔ وہ شاکی طبیعت کے لوگ نہیں ہوتے بلکہ وہ ایک حقیقت بیان کرتے ہیں ان کی اشیاء میں برکت داخل نہیں ہوتی۔ اس لئے کثرت برکت کے نہ ہونے سے کفایت سے محروم ہو جاتی ہے یعنی باوجود اس چیز کے زیادہ ہونے کے وہ پوری نہیں ہوتی اور کفایت نہیں کرتی اور کمی ہی کمی رہتی ہے اور چونکہ وہ ذات پاک مالک الملک ہے۔ اس لئے جس چیز میں برکت اور کفایت بھر دے وہ مختار ہے اور صرف یہی نہیں بلکہ ہر چیز پر اس کی قدرت ہے اور نہ صرف مادی ظاہری مخلوق کی کمی بیشی ہی اس کے دائرہ حکومت اور قدرت میں داخل ہے بلکہ خود ہستی اور نیستی (موت و حیات) جو اس جہان دنیا کی بہت بڑی قوتیں ہیں اس لطیف ذات نے ان کو پیدا کیا اور ان کی پیدائش اور افتتاح اس ذات مقدس کے قبضے میں ہے۔

حیات کی موجودہ صورت نہ تھی اس نے اپنی قدرت کاملہ سے پیدا کر دی اور موت جو بظاہر عدم معلوم ہوتی ہے اور فی الحقیقت ایک اور وجود کی طرف انتقال

Marfat.com

ہے وہ بھی اس کی آفرینش اور خلق کا نتیجہ ہے۔

اللہ کی ذات بابرکات اور اس کی قدرت کی ہمہ گیری اور غلبہ پھر ایک خاص صفت خلق کا ظہور حیات کی صورت میں پھر اس کی صنعت ہی کا ایک حصہ موت بھی ہے۔ موت اور زندگی کا وجود اس کی صنعت کا ظہور ہے۔

یہ سب کچھ کس لئے؟ اے انسان یہ تمام ظہور صرف تیرے لئے ہے اور تیری کامیابی و کامرانی اور اس شہنشاہ اعظم کی رضا تیرے حسن عمل میں ہے کہ دیکھیں یہ اپنے حسن عمل کا مظاہرہ کیسے کرتا ہے۔ یہ سب ظہور تیرے امتحان کے لئے اور تیری آزمائش کے لئے صاحب قدرت اور صاحب سلطنت اللہ کے یہ کام کہ حیات کے نظارے تیری آنکھوں کے سامنے کر دیئے اور موت کی کیفیات کو تیری نظروں سے اوجھل کر دیا لیکن اس کا تصور بے حد آسان کر دیا کہ روزانہ اس سفر کے مسافر اپنی منزل کی طرف کوچ کرتے ہیں اور ہم دیکھتے ہیں حیات سے تجھے انتہائی دلچسپی دے دی اور موت سے تیری طبع میں خوف اور جھجک پیدا کر دی اور پھر تیری عقل کے سامنے حسن و قبح اور ہر خوبی اور ہر برائی کے نتائج رکھ دیئے اور مثال و تشبیہ سے ہر چیز کو سمجھنے کی قوت پیدا کر دی اور پھر بار بار فرمایا اور پورے اعتماد کے سامان پیدا فرما کر اطلاع دی کہ یہ سب کچھ تیری آزمائش ہے اور تیرا امتحان ہے اور تیرے حسن عمل کے لئے یہ سب کچھ موجود ہے ہماری حکومت ہماری قدرت اور موت و حیات کی صورت تیرے عمل کو احسن بنانے کے لئے ایک عجیب و غریب موقعہ ہے کہ حسن عمل کے لئے اس قدر آسانیاں موجود ہیں اور اتنی سہولتیں مہیا ہیں پھر ہم

Marfat.com

دیکھتے ہیں۔ انسان کا وجود ظہور ربی کا مقصد اولیں ہے اور شاید ظہور کی ساری قوتیں اس کے ظاہر و باطن میں وقف کار اور مصروف عمل ہیں۔

اللہ اور اس کی قوت و قدرت اس کی حکومت اور سلطنت اور صفت خلق کا ظہور اور حیات اور موت پر نہ صرف اس کا قبضہ بلکہ ان کی پیدائش بھی اس کی قدرت کی مرہون منت اور یہ سب کارخانہ صرف انسان کا حسن عمل دیکھنے کی غرض سے ہے۔

ذات رب العالمین نے اپنا حسن عمل ظاہر آنکھ سے دکھانے کے لئے فرمایا۔

الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقاً ط

اللہ وہ جس نے سات آسمان ایک دوسرے کے اوپر بنا دیئے اور اس کی صنعت میں خواہ وہ بڑی ہو خواہ چھوٹی اے انسان تجھے کوئی کمی اور کسر نظر نہیں آئے گی۔ ہر چیز اپنی جگہ مکمل ہے۔

اے انسان خدا کی مخلوق میں تجھے کوئی کمی نظر آتی ہے؟ (کہ یہ چیز یوں نہ ہوتی یوں ہوتی) ہرگز نہیں۔ تیری نگاہ دیکھے پھر دیکھے پھر غور سے دیکھے تھک جائے گی اور نکتہ چین مزاج کو کوئی کمی ایسی نظر نہ آئے گی جس پر وہ انگلی رکھ سکے۔ اب ایسے خالق ایسے قادر اور ایسے شہنشاہ کو اپنا خلیفہ' اپنا نائب مناسب بنانا مطلوب ہے۔ بھلا وہ کس قوت اور کس قدرت کا مالک ہو اور اس کا حسن عمل کس درجے کا ہو۔

دنیا مکمل ہے جہاں تک صنعت الٰہی کا تعلق ہے اور صنعت الٰہی میں کوئی کمی و کسر نہیں ہے۔ ذرے سے لے کر آفتاب تک اور قطرے سے لے کر سمندر تک اور چیونٹی سے لے کر ہاتھی تک ہر مخلوق اپنی اپنی جگہ مکمل ہے۔ اب انسان کا حسن

Marfat.com

عمل کیا ہے؟

احسن عمل کے متعلق مذہب کا نظریہ معلوم کرنا ضروری ہے۔ لامذہب فلسفی جو کائنات کی تخلیق کے بارے کوئی صحیح فیصلہ نہیں کر سکا وہ تو مادی اور سائنسی قسم کے ارتقا کو حسن عمل کہہ کر خود مطمئن ہو جاتا ہے اور اپنے جیسے غیر مذہبی لوگوں کو مطمئن کر دیتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ایک مکمل جہاں میں نامکمل اضافے حسن عمل کی سند حاصل نہیں کر سکتے کیونکہ خلیفہ الٰہی بننے کے لئے یہ جزوی تبدیلیاں اور تشنہ تکمیل ایجادات کافی نہیں جب کہ خالق کائنات نے اپنے پیغمبروں اور کتابوں کے ذریعے ان تبدیلیوں اور تغیرات کا حکم بھی نہ دیا ہو بلکہ انسان کے انجام نہ دیکھنے والی طبع کے لئے وقتی کھلونے ہیں اور ایسے کھلونے ہر زمانے میں الگ رہے ہیں۔ نہ معلوم بعد میں آنے والے زمانہ کے لئے انسانی دماغ اور کون کون سے کھلونے ایجاد کر کے مطمئن ہوگا۔

فی الحقیقت اللہ کی عظمت اور شان اس کی قدرت اور اختیار کے مقابلے میں اس کی مصنوعات اور حکمتوں کے مقابلے میں انسانی عقل کے یہ کھلونے فطرت انسانی کی عظمت کی تحقیر ہیں۔

چونکہ مذہبی دنیا کی لگام انبیاء علیہم السلام کے ہاتھ میں ہوتی ہے اس لئے ان کی زندگی امت کی زندگی کے لئے حقیقی نمونہ ہوتا ہے جس کو اختیار کر کے خدا کے بندے اپنی زندگی کی منزل کامیابی سے طے کرتے ہیں اور اس نمونے کے اختیار کرنے میں انسان آزاد نہیں کہ چاہے تو اختیار کرے چاہے تو اختیار نہ کرے بلکہ

Marfat.com

انسان انبیاء علیہم السلام کا نمونہ اختیار کرنے میں محکوم اور مجبور ہے اور یہ نمونہ کسی جزوی کام کے لئے نہیں مکمل انسانی زندگی اسی نمونہ سے اپنا راستہ متعین کرتی ہے۔

اور پیغمبر کی زندگی کا سب سے بڑا کام خود عبد بنا رہا ہے اور دوسروں کو عبد بنانا رہا یعنی خدا کو ماننا اور پھر اس کی عبادت کرنا۔

یہی صراط مستقیم ہے۔ یہی امتحان اور آزمائش کا بڑا پرچہ ہے جس انسان کی زندگی میں عبادت الٰہی کا کوئی حصہ نہیں خواہ وہ دنیا کو اپنے علم وعقل کے لاکھوں کرشمے دکھائے وہ آزمائش کی امتحانی کسوٹی پر پورا نہیں اتر سکتا۔

عبادت کی قرآنی تعیین ذکر الٰہی' فکر الٰہی اور ذکر وفکر کے ذریعے محبت الٰہی کا حصول اور پھر محبت الٰہی کے پرتو کے صدقے اس کی مخلوق سے محبت کرنا اور امن و عافیت محبت اور شفقت سے زندگی بسر کرنا اور رسم رسوم میں بھی اعتدال کو ہمیشہ ملحوظ رکھنا اور قرآنی احکام کی پیروی کرنا یہی بندگی ہے۔

اور اہل عالم کے وقت کے تقاضوں سے بنائے ہوئے کھلونوں کو ضرورت سے استعمال کرنا عبادت نہیں فطرت انسانی ہے بغیر ضرورت بھی فطرت انسانی ان کھلونوں کو استعمال کرنا چاہتی ہے لیکن اس آتش خواہش کو تقویٰ وطہارت کے پانی سے بجھانا بھی عبادت کا تقاضا پورا کرنا ہے اس واسطے جن چیزوں کے کرنے کا حکم ہے ان کو ادا کرنا اور جن چیزوں سے رک جانے کا حکم ہے ان سے رک جانا حقیقی اور بامقصد غلامی ہے اور یہی بندگی اور عبادت ہے اور یہی بارگاہ الٰہی میں مطلوب و منظور ہے۔ یہی انبیاء کی زندگی کا بہترین عمل رہا ہے اور اسی بندگی کو عملاً سکھانے

Marfat.com

کے لئے محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ سرکار دو عالم سرور کائنات ﷺ تشریف لائے۔

اَیُّکُمۡ اَحۡسَنُ عَمَلًاط

''احسن عمل سے مراد وہی عمل ہے جو ظاہر و باطن کا حسن اپنے اندر رکھتا ہو''

ہماری نگاہ میں حسن عمل کا معیار کچھ اور ہے۔ ہماری نگاہ مادہ پرست ہے۔ ہماری خواہشات میں بشریت بھری ہوئی ہے۔ ہماری ضروریات ہمارے انسانی احساسات سے پیدا ہوتی ہیں۔ اس لئے ہمارا حسن عمل ہماری خواہشات' ضروریات اور احساسات سے وابستہ ہوگا۔

کیا حسن عمل سے مراد وہ حسن عمل ہے جو اللہ تعالیٰ کی نظروں میں حسن عمل ہو اور عموماً انسان ایسی چیز کو پسند کرتا ہے جو اس کی نظروں میں پسندیدہ ہو اور پسندیدہ چیز ہر حال میں احسن ہوگی۔

فِطۡرَةَ اللّٰهِ الَّتِیۡ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیۡهَا

(اللہ کی فطرت وہی ہے جس پر اس نے اپنے بندوں کو پیدا کیا)

گویا اس کی نگاہ میں حسن عمل اس کی پسندیدہ چیز ہے اور اپنی پسندیدہ چیز کی خواہش کرنا فطرت میں اور اس خواہش کا حکم دینا بھی فطرت میں ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی پسندیدہ چیز کا حکم دیا ہے اور احکام الٰہی پسندیدہ اعمال ہیں اور قدرت کی نظروں میں سب سے زیادہ پسندیدہ چیز اس کی عبادت ہے کیونکہ اس کے قرب کا ذریعہ اور واحد ذریعہ عبادت ہے اور یہی حسن عمل ہے۔ جس کے لئے انسان پیدا کیا گیا اور اسی میں اس کی آزمائش اور امتحان ہے اور اس عمل کے نتیجے

Marfat.com

میں دنیا بھی سنور جاتی ہے اور آخرت بھی بن جاتی ہے اور اللہ کے امتحان اور اس کی آزمائش کا محور یہی عبادت (اوامر ونواہی پر عمل کرنا) ہے جو ایسی بندگی کا عملی ثبوت دیتا ہے وہ خدا کی مخلوق میں خدا کا برگزیدہ بندہ بن جاتا ہے۔ اللہ کی رحمتیں اس پر چھم چھم برستی ہیں اور اس کے انسانی کمالات کی طرف انگلیاں اٹھتی ہیں اور وہی عبدہ بن جاتا ہے جس کی اشعار خود خالق لیل ونہار کو ہوتی ہے۔

عبد دیگر عبدہ چیزے دگر

اوسراپا انتظار ایں منتظر

احسن عمل کی آزمائش اور اس امتحان میں آنے والے کو اللہ تعالیٰ اپنی مغفرت کار لاتے ہیں اور چھوٹی موٹی لغزش اور بے ارادہ بھول چوک پر وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفُوْرُ کی صفات سے تعارف کرواتے ہیں کہ اس راستے میں آنے والا ہر طرح انعام کا مستحق ہوگا، خواہ کچھ بھول چوک ہو جائے۔ وہ غلبے والا اور معاف کرنے والا تو ایسا ہے جس نے سات آسمان اوپر نیچے بنا دیئے اور اللہ کی کسی مخلوق میں تو کوئی کمی اور نقصان نہ دیکھے گا اگر تو باریک بینی اور نکتہ چینی سے کچھ کمی دیکھنا بھی چاہے گا تو تیری آنکھ شرمندہ ہو کر اور تھک کر واپس آ جائے گی۔

☆......☆......☆

Marfat.com

درس قرآن: 35 (الف)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

یٰۤاَیُّهَا الۡمُزَّمِّلُ. قُمِ الَّیۡلَ اِلَّا قَلِیۡلًا. نِّصۡفَهٗۤ اَوِ انۡقُصۡ مِنۡهُ قَلِیۡلًا. اَوۡ زِدۡ عَلَیۡهِ وَرَتِّلِ الۡقُرۡاٰنَ تَرۡتِیۡلًا O (پارہ 29-سورۃ المزمل)

"او محبوب! کملی اوڑھنے والے، رات کو قیام کیا کریں، مگر تھوڑا، رات کا آدھا حصہ یا اس سے کچھ کم یا اس پر کچھ زیادہ ہو اور قرآن کریم ٹھہر ٹھہر کر (گنگنا کر) پڑھا کریں"۔

حضور قبلہ عالم پیر و مرشد رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ سورہ مزمل تصوف کی مکمل تاریخ و تفصیل ہے، حضور سرور دو عالم ﷺ کمبل اوڑھا کرتے تھے وہ سیاہ رنگ کا ہوتا اور اون کا ہوتا، چونکہ صوفیائے کرام علیہم الرحمۃ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری زندگی اور حالات زندگی کے اتباع میں اپنی مثال آپ ہوتے تھے، اس لئے انہوں نے حضور کی کمبل پوشی کی اتباع میں اون پہننا شروع کر دی اور اُون کو عربی میں "صوف" کہتے ہیں، اس لئے ان کو صوفی کہا جانے لگا، علماء نے صوفی کی لفظی بحث میں بڑا سر کھپایا ہے اور مستشرقین نے بھی اس بحث میں اپنی نکتہ آفرینیاں کی ہیں جو انگریزی پڑھے لکھے لوگوں کے لئے ایک وسوسہ کی حیثیت رکھتی ہیں کہ صوفی کا لفظ قرآن و حدیث میں نہیں اور اس کی اصل کیا ہے؟ وغیرہ، ان بھلے آدمیوں سے کوئی پوچھے کہ تصوف کیفیات کا بیان ہے اس میں لغت کی تحقیقات کتنا غیر موزوں پیوند ہے، اگر صوفی کا پیوند قرآن و حدیث میں نہیں ملتا تو مولوی اور

Marfat.com

مولانا کا لفظ قرآن وحدیث میں ملتا ہے؟ اس لئے آپ حقائق کو دیکھیں، کیفیات کا معائنہ کریں، قرآنی حقائق کو صوفیائے کرام کے سوا مسلمانوں کی کس جماعت نے اپنایا ہے، حضور قبلہ وکعبہ فرمایا کرتے تھے کہ صوفیائے کرام اسلام کی فاتح فوج ہیں، فوج اور فتح وشکست کے ظاہری معانی ومطالب کی خوگر طبع نے ابتداء میں فاتح فوج کا مطلب نہ سمجھا، بعد میں یہ محسوس ہوا کہ واقعی اسلام پھیلانے والے یہی صوفیا حضرات ہی ہیں ورنہ تلوار والوں (یعنی بادشاہوں) نے تو اسلام نہیں پھیلایا، اپنی حکومت اور سلطنت قائم کی اور پھیلائی، اسلام پھیلانے والا بنیادی کام نفسی مجاہدہ ہے، جس کا حکم قرآن حکیم کی سورہ مزمل میں ہے اور سورہ مزمل قرآن کی دوسری یا تیسری سورت ہے۔

حضور سرور دو عالم ﷺ کو اللہ تعالیٰ حکم دیتے ہیں کہ اے کمبل اوڑھنے والے! رات کو قیام کریں، رات کا قیام اور اس کا مقصد کیا ہے؟ آج کا مسلمان رات کا قیام تو کہاں کرتا، وہ تو روز روشن کی نمازیں بھی نہیں پڑھتا۔ جن کا وقت اس کے مشاغل سے کچھ بھی نہیں ٹکراتا۔ (قُمِ اللَّیْلَ یعنی رات کے وقت نفل پڑھا کریں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اطاعت حکم کی لگن اور شوق عبادت یہاں تک تھا کہ اقم اللیل کے حکم سے آپ ساری رات جاگنے پر آمادہ ہو جاتے۔ اسی واسطے اس کے ساتھ ہی فرما دیا: الا قلیلا، مگر تھوڑا، اور قلیلا کی تعیین بھی خود مولا کریم نے فرما دی۔ کہ نصف رات یا نصف سے قریب قریب کچھ کم ہو جائے یا کچھ زیادہ اس کا خیال نہ کریں اور نوافل میں قرآن پڑھیں اور ترتیل کے ساتھ پڑھیں ترتیل کا بیان انشاء

Marfat.com

اللہ اگلی قسط میں آئے گا، اس واسطے قیام اللیل کی کچھ تفصیل اور کچھ فضائل بیان کیے جاتے ہیں۔

آج مسلمانوں کی اکثریت فرض نماز ادا نہیں کر رہی اور یہ اتنا بڑا خسارہ ہے کہ ایمان کی موجودگی میں اس کا احساس نہایت ضروری ہے، دولت کا خسارہ، اخلاق کا خسارہ، دوسری قومی اور ملکی ضروریات کا خسارہ، مقابلے کی دوڑ میں پیچھے رہ جانے کا خسارہ سٹیجوں پر بیان ہوتا ہے اور اخبارات اس مضمون پر سیر حاصل بحث کرتے ہیں اور پاکستانیوں کو اپنا فرض یاد دلاتے ہیں لیکن عبادت الٰہی جو نزول قرآن کا اولین مقصد ہے، اس کی اس افسوس ناک اور خطرناک کمی کو کوئی بیان نہیں کرتا، غالباً یہ اس لئے کہ ''ایں گناہے است کہ در شہر شما نیز کنند'' کے مصداق سٹیج پر تقریر کرنے والا اور اخبار کے لئے مضمون لکھنے والا خود نماز نہیں پڑھتا اور نماز نہ پڑھنا اگر گناہ ہے اور یقیناً گناہ ہے تو اس گناہ میں وہ بھی اپنے ملک کے عوام کے ساتھ اس خسارے میں شامل ہیں اور یہ فطرت ہے کہ مجرم اپنے جرم کی پردہ پوشی چاہتا ہے، اس کا افشاء اسے ہرگز گوارا نہیں اور وہ اپنی زبان وقلم سے اپنے گنہ کی تشہیر کیوں کرنے لگا۔

حضرات! نماز نہ پڑھ کر مسلمان اپنے اوپر خدا کی رحمتوں کے دروازے بند کر رہے ہیں، مومن کا سینہ جو انوار الٰہی کا مہیط ہونا چاہئے تھا، اس کو شیطان کا غسل خانہ بنایا جا رہا ہے اور ایک المیہ یہ ہے کہ مسجد کے منبر پر نماز نہ پڑھنے والوں کی برائیاں اور نماز نہ پڑھنے کے خسارے کا بیان ہوتا ہے اور سننے والے سب نمازی ہوتے

Marfat.com

ہیں جن کے لئے یہاں بیان ہو رہا ہے وہ مسجد میں موجود ہی نہیں اور باہر جا کر خود مولوی صاحب اور سننے والے ایک ہی صف میں کھڑے ہو جاتے ہیں اور بے نمازوں سے پہلے ہی ایک خاص قسم کا راہ و ربط موجود ہے یعنی لین دین کام کاج، افسری ماتحتی کا تعلق ہے، مسجد سے باہر جا کر اس تعلق میں ایسے مدغم ہو جاتے ہیں کہ خدا کے فریضے کا بیان یاد ہی نہیں رہتا اور اگر کسی سر پھرے کو یاد رہ بھی جائے تو سننے والے کے پہلو میں آدم کے ازلی دشمن ابلیس کا کوئی بیٹا پوتا منہ پر کپڑا ڈال کے بیٹھا ہوتا ہے، وہ وسوسے کے طور بے نماز کے دل میں نماز کی تحقیر و تذلیل کے ایسے مکروہ الفاظ ڈال دیتا ہے اور وہ بے ادب بک دیتا ہے کہ جی! ہم نے نمازیوں کو بھی دیکھا ہے، تمہاری دم پکڑ کے ہم بھی چلے جائیں گے وغیرہ۔ اس صورت میں پیشہ ور کی برائی خود پیشے کی برائی اور اس کی حقارت کا بیان خود پیشے کی تذلیل ہوتی ہے، اس لئے آج نماز کا اولین قرآنی فریضہ خود مسلمانوں کے ہاتھوں روز بروز تباہ ہوتا جا رہا ہے، جب فرض نماز کا یہ حال ہے اور قوم کی قوم اس خسارے کو خندہ پیشانی سے برداشت کئے ہوئے ہے تو ''قم اللیل'' کا حکم جو حضور کی نسبت سے، حضور کی اطاعت سے حضور کی محبت سے اور حضور کی اتباع سے ہر مسلمان کا فریضہ حیات تھا وہ اب کہاں، اس لئے آپ سحری کو مسجد میں چلے جائیں، یا تو مسجد پر تالا پڑا ہوگا، یا پھر اندھیرا گھپ اور محلے بھر سے کوئی ایک آدمی بھی جو خدا کے گھر کو قم اللیل کے حکم سے آباد کرنے آیا ہو آپ نہ دیکھیں گے یہ آپ کہہ سکتے ہیں کہ تہجد کی نماز گھر میں بھی ہو سکتی ہے بلکہ ہونی چاہئے تو پھر مسجد کی روشنی اور سحری کے وقت اس گھر کی

Marfat.com

رونق کی کیا ضرورت ہے، بے شک گھر میں تہجد کے نفل پڑھے جاسکتے ہیں لیکن آپ کی قوم میں جو نسبت نمازیوں اور بے نمازیوں میں ہے یعنی ۸۰٪ مسلمان بے نماز ہوں گے۔ اس سے کہیں زیادہ نسبت نمازیوں میں تہجد نہ پڑھنے والوں کی ہے یعنی ۲۰٪ میں آپ کو ایک دو فیصد بہ مشکل ایسے نمازی ملیں گے جو تہجد گزار بھی ہوں جب کہ صوفیائے کرام کے مخلص متبعین میں ساٹھ ستر فیصد مرید تہجد گزار ہوتے ہیں۔

اس واسطے صوفیائے کرام اوران کے ماننے والے اسلام کی تعلیمات کا عملی نمونہ ہوتے ہیں، اس لئے حضرت قبلہ و کعبہ پیر و مرشد رحمۃ اللہ علیہ نے تصوف کی تعریف میں لکھا ہے کہ ''حقائق قرآنی'' کو اپنانے کا نام تصوف ہے اور قرآن کی عملی تفسیر کے بیان میں صوفیائے کرام کا نام سرفہرست ہے۔

☆......☆......☆

Marfat.com

درس قرآن: 35 (ب)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

یٰۤاَیُّھَا الۡمُزَّمِّلُ. قُمِ الَّیۡلَ اِلَّا قَلِیۡلًا. نِّصۡفَہٗۤ اَوِ انۡقُصۡ مِنۡہُ قَلِیۡلًا. اَوۡ زِدۡ عَلَیۡہِ وَرَتِّلِ الۡقُرۡاٰنَ تَرۡتِیۡلًا. اِنَّا سَنُلۡقِیۡ عَلَیۡکَ قَوۡلًا ثَقِیۡلًا. اِنَّ نَاشِئَۃَ الَّیۡلِ ھِیَ اَشَدُّ وَطۡاً وَّاَقۡوَمُ قِیۡلًاO (پارہ 29-سورۃ المزمل)

ترجمہ: اے "محبوب ﷺ" کمبل اوڑھنے والے رات کو قیام کیا کریں مگر تھوڑا نصف رات یا اس سے کچھ کم کردیں یا نصف سے کچھ بڑھا دیں اور قرآن کریم کو ترتیل کے ساتھ پڑھا کریں، ہم عنقریب آپ ﷺ پر ایک بھاری کلام ڈالنے والے ہیں، بیشک رات کو اٹھنا نفس پر بہت شاق ہے اور بات بہت خوب اور درست ہوتی ہے۔

جنوری ۶۸ء کے سلسبیل میں سورہ المزمل کا بیان شروع کیا تھا اور عرض کیا تھا کہ حضور قبلۂ عالم پیر و مرشد (حضرت خواجہ محمد عمر بیربلوی رحمۃ اللہ علیہ) فرمایا کرتے کہ سورہ المزمل تصوف کی مکمل تاریخ و تفصیل ہے، حضور سرکار دو عالم ﷺ کمبل اوڑھا کرتے تھے اور کمبل میں اپنے جسم اطہر کو لپیٹ لیتے تھے، یہ کمبل چودہ ہاتھ لمبا تھا اور تہجد کی نماز کے لئے حضور ﷺ یہی کمبل اوڑھ لیتے تھے، سابق انبیاء علیہ السلام کا بھی یہی دستور رہا ہے کہ وہ اپنے آپ کو کمبل میں لپیٹ لیتے تھے، خصوصیت کے ساتھ یہ دستور مبارک حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رہا ہے، اس طرح کمبل میں لپٹنا گویا کفن پہننا

Marfat.com

ہے اور موت کی یاد کے لئے یہ عمدہ طریقہ ہے، انبیاء علیہم السلام کی تشریف آوری کا مقصد خدا کے بندوں کو آخرت کے لئے تیار کرنا ہوتا ہے۔ اس لئے ان کے زندگی کے دستور بھی آخرت ہی کی یاد کے لئے ہوتے ہیں، رات کا اندھیرا قبر کے اندھیرے سے ملتا جلتا ہے اور اپنے ہاتھ سے کفن پہن کر موت کے لئے تیار ہو بیٹھنا بہت ہی مبارک کیفیت ہے۔

جنوری ۷۳ء میں اس ناچیز خاک پائے درویشاں نے حج کا سفر کیا، یلملم کے مقام پر سمندر میں جہاز پہنچا تو اعلان ہوا کہ لوگو! احرام باندھ لو، احرام کا کپڑا تو ہر حاجی کے پاس تھا، احرام کی تیاری میں لگ گئے، مجھ پر ایک عجیب کیفیت طاری تھی آنکھیں برس رہی تھیں، دل دھڑک رہا تھا۔ خیال میں یہ سمایا تھا کہ آج تو یہ کفن ہم اپنے ہاتھ سے پہن رہے ہیں دیکھئے کل موت کا کفن کن کے ہاتھ سے پہنایا جائے گا؟

سنگ دلی فطرت کا ایک حصہ ہے اور ہر قسم کے ظلم و جور کی یہی ذمہ دار ہے اگر سنگ دلی کا علاج نہ ہو تو ایک حد تک پہنچ کر یہ لا علاج روحانی بیماری بن جاتی ہے، عبرتناک واقعات۔ حوادثات کا بیان، موت کی یاد اور آخرت کا تصور، ہسپتالوں میں جا کر بیماروں کو دیکھنا، خود بیمار ہو جانا، قبرستان میں جانا وغیرہ یہ سب سنگ دلی کا علاج ہیں اور نبوت و رسالت کی تعلیمات ایسے عملی نسخوں سے بھری پڑی ہیں جن سے سنگ دلی دور ہو اور نرمی و خشیت الٰہی پیدا ہو، کمبل کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم اطہر پر لپیٹ لینا ایک ایسی سنت ہے جس کو صوفیائے کرام ہی نے اپنایا اور صوف یعنی اون کا لباس ہمیشہ کیلئے زیب تن کیا اور موت کی یاد کا کوئی طریقہ نہ چھوڑا، جس

Marfat.com

کو ان حضرات نے فروگزاشت کیا ہو۔

قم الليل. رات کا قیام، اگرچہ بعد میں صرف حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے لئے فرض تھا لیکن امت کے لئے کیا سنت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عمل کے لئے کافی ترغیب نہیں؟ برا ہو غفلت کا، غفلت نے اور آخرت کے تصور کے نہ ہونے نے اعمال آخرت کی قیمت کو کچھ رہنے ہی نہیں دیا، دنیا کی زندگی کیلئے ادنیٰ ضرورت بھی عمل کے لئے اور تکلیف کے لئے آمادہ کردیتی ہے، لیکن آخرت کی زندگی کے بنیادی اصول بھی اور فرمان الٰہی اور سنت سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم عمل کے لئے ابھارتے نہیں، ورنہ رات کا جاگنا، نفل پڑھنا، تلاوت کلام اللہ شریف اور ترتیل کے ساتھ قرآن مجید پڑھنا اسلام میں لازم ہے، دن کا تھکا ہارا انسان آدھی رات یا اس سے کم یا اس سے زیادہ جب ذکر و فکر میں دیگا تو اللہ تعالیٰ کی عظمت اور بڑائی ایسے شکر گزار کو کسی بھی انعام سے محروم نہیں کرے گی، اگرچہ آخرت کے لئے اس نے یہ مجاہدہ کیا لیکن دنیا میں بھی وہ نہ صرف فریضۂ انسانیت سے سبکدوش ہوا بلکہ اسے باوقار زندگی ملی اور مجاہدات کے بغیر نفس کی سرکشی دور نہیں ہوتی اور نفس کی سرکشی کی موجودگی میں اطمینان قلب حاصل نہیں ہوتا اور بغیر اطمینان کے انسان خدا پرست نہیں کہلاتا، نفس کا بندہ کہلائے گا، سنت بیداری کا مجاہدہ معرفت الٰہی کے باب کھول دیتا ہے۔

عطارؒ ہو رومیؒ ہو رازیؒ ہو غزالیؒ ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہ سحرگاہی

Marfat.com

درس قرآن: 36

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا عَلَیۡکَ الۡقُرۡاٰنَ تَنۡزِیۡلًا ۝ فَاصۡبِرۡ لِحُکۡمِ رَبِّکَ وَلَا تُطِعۡ مِنۡهُمۡ اٰثِمًا اَوۡ کَفُوۡرًا ۝ وَاذۡکُرِ اسۡمَ رَبِّکَ بُکۡرَةً وَّاَصِیۡلًا ۝ وَمِنَ الَّیۡلِ فَاسۡجُدۡ لَهٗ وَسَبِّحۡهُ لَیۡلًا طَوِیۡلًا ۝ (پارہ نمبر 29 - سورۃ الدھر - رکوع نمبر 2)

ترجمہ:۔ ہم نے تجھ پر قرآن اتارا آہستہ آہستہ سو تو صبر کر اپنے پروردگار کے حکم سے اور ان میں سے کسی مجرم ناشکرے کی اطاعت نہ کر اور صبح وشام اپنے پروردگار کے نام کو یاد کر اور رات میں اس کے سجدے کر لمبی رات، یہ لوگ جلدی ختم ہونے والی (دنیا) کو دوست رکھتے ہیں اور بھاری دن کو اپنے پیچھے چھوڑتے ہیں۔ ہم نے ان کو پیدا کیا اور ان کے اعضا کو مضبوط باندھا اور جب ہم چاہیں گے ان کی طرح کے اور لوگ ان کی جگہ لائیں گے۔ یہ ایک نصیحت (یاددہانی) ہے جو شخص چاہے اپنے رب کی طرف راستہ اختیار کرے اور تم نہیں چاہتے مگر جو کچھ اللہ تعالیٰ چاہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ علم اور حکمت والا ہے۔ جس کو چاہے اپنی رحمت میں داخل کر دے اور اس نے ظالموں کے لیے دردناک عذاب تیار رکھا ہے۔

تفسیر:۔ قرآن حکیم کی بلاغت بے مثال ہے۔ مختصر الفاظ میں عظیم وطویل مضامین کو اس طرح بیان فرماتا ہے گویا کوزے میں دریا بند کر دیا ہے۔ پھر ایک ایک لفظ میں لاکھوں حکمتیں ہیں۔

انا نحن نزلنا الایة:۔ قرآن آہستہ آہستہ اترا تاکہ قرآنی مضامین دلوں

Marfat.com

میں جاگزیں ہوتے جائیں۔ اور صحابہ کرامؓ کا شوقِ عمل بڑھتا چلا جائے۔

فَاصْبِرْ لِحُکْمِ رَبِّکَ الآیۃ:۔ صبر کا لفظ اتنا جامع ہے کہ ہر بیقراری، ہر تکلیف اور ہر مشکل داخلی، خارجی میں کامل معین اور پورا مددگا ہے۔ عالم اسباب میں زمان (وقت) ایسی حقیقت ہے جو اسباب کی جان ہے اور تمام امور دنیا اسی کی فضا میں بڑھتے، پھولتے اور پھلتے ہیں۔ صبر کے حکم سے انتظار رحمتِ الٰہی اور انتظار اعانتِ خداوندی کے معانی خود بخود نکل آئے۔

مجرم اور ناشکرا دو شخصیتیں ہیں:

ایک معاشرے میں اپنی من مانیوں سے خرابیاں پیدا کرتا ہے۔ گویا وہ نفس اور شیطان کا غلام۔ دوسرا نعمتوں پر مطمئن نہیں ہوتا اور عدم تسلیم اور انکار اس کی طبع ناقص کا شیوہ ہے۔ اور اپنی تاثیرات سے اور اپنے متکبرانہ جذبات سے یہ دونوں چاہتے ہیں کہ ہماری اطاعت ہوتی رہے۔ حضور سرور کائنات ﷺ کو حکم دیا گیا اور حضورؐ کے غلامانِ امت اس حکم کے مکلّف ہیں یعنی کسی مجرم اور ناشکرے (حریص) کی پیروی نہ کریں تا کہ ناپسندیدہ چیزیں ناپسندیدہ لوگوں ہی تک محدود رہیں اور صالحین کے لئے ہمیشہ اچھا نمونہ قائم رہے۔

وَاذْکُرِ سْمَ رَبِّکَ الآیۃ :۔ اور یادالٰہی میں دن رات گزاریں۔ یہی یاد ہی ہے جو تمام فرامین خداوندی اور تمام اوامر و فرائض کا مقصود ہے اور اس کی ابتداء ذکر اسم سے ہوتی ہے۔ پھر اسم کی تاثیرات اور ذات کے انوار ذاکر کو اپنی آغوش میں لے لیتے ہیں اور بے نیازی کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے اور صبر کی مشکل منزل اس طرح

Marfat.com

طے کرائی جاتی ہے کہ ظاہری باطنی تکالیف کے باوجود ان کا احساس تعلق باللہ اور نزول انوار کے احساس غالب سے مغلوب ہو جاتا ہے۔ اور آہستہ آہستہ یاد کی کیفیت دیدار کی خواہش سے بھر جاتی ہے اور فطرت انسانی کی تسکین' ان اشغال سے کرائی جاتی ہے جو دیدار کے وقت جسم و جان کا وظیفہ ہوتے ہیں۔ محبوب کے سامنے جھک جانا فطرت کا خاصا ہے اور یاد کے بعد سجدے کا حکم اسی عظیم مقصد کے لئے ہے کہ جب دیدار کی پیاس بڑھ جائے تو رات کے سجدوں سے اس پیاس کو بجھائیں۔ رات کے سجدے اس لئے کہ تنہائی کا وقت ہوتا ہے۔ تصور آسانی سے جم سکتا ہے اور مناجات کا لطف آتا ہے۔ رات گویا اہل محبت کے لئے قدرتی خلوت خانہ ہے جس میں عشق و محبت کو خوراک بہم پہنچانے کے لئے ایک طویل موقعہ دیا گیا ہے۔ اس واسطے فرمایا۔ وَسَبِّحْهُ لَيْلاً طَوِيْلاً (اور لمبی رات اس کی تسبیحیں بیان کریں) محبوب کی یاد' اس کی ملاقات کی انتظار' پھر اس کے آگے تصور دید میں جھک جانا اور زبان سے اس کی تعریف کرنا اور پاکیزگی بیان کرنا یہ سب الغیب کو تصور اور تاثیرات کی مدد سے الشہادہ میں دیکھنا ہے۔

☆......☆......☆

Marfat.com

درس قرآن: 37

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ النَّاسِ (لا) مَلِکِ النَّاسِ (لا) اِلٰہِ النَّاسِ (لا) مِنۡ شَرِّ الۡوَسۡوَاسِ الۡخَنَّاسِ (لا) الَّذِیۡ یُوَسۡوِسُ فِیۡ صُدُوۡرِ النَّاسِ (لا) مِنَ الۡجِنَّۃِ وَ النَّاسِ O (پارہ 30-سورۃ الناس)

ترجمہ: آپ کہدیں کہ میں پناہ لیتا ہوں انسانوں کے رب کی انسانوں کے بادشاہ کی انسانوں کے اللہ کی خناس (شیطان) کے وسوسوں کے شر سے (ایسا خناس) جو لوگوں کے دلوں میں وسوسے پیدا کرتا ہے (وہ) جنوں سے بھی اور انسانوں سے بھی۔

قرآن حکیم سورہ ناس پر ختم ہو رہا ہے اور اس سورۃ میں روحانی دفاع کی تعلیم دی گئی ہے کہ روحانی دشمن یعنی شیطان سے بچاؤ کس طرح ہو؟ انسانی روح ہی کو عظمت اور بڑائی حاصل ہے اور انسانی روح ہی مظہر ذات وصفات الٰہی ہے اور وَنَفَخۡتُ فِیۡہِ مِنۡ رُّوۡحِیۡ. سے یہی راز کھلتا ہے کہ نفخ روح کے بعد ہی فرشتے انسانی عظمت کے سامنے سربجود ہو گئے۔

وَنَفَخۡتُ فِیۡہِ مِنۡ رُّوۡحِی فَقَعُوۡا لَہٗ سَاجِدِیۡنَ (قرآن حکیم)

''میں نے اس میں اپنی روح پھونکی پس وہ اس کے سامنے سجدے میں گر گئے''

اور شیطان نے اسی استعداد اور عظمت روح انسانی کا انکار کر دیا اور وہ اس انکار سے راندہ بارگاہ قرار پایا، شیطان کی نگاہ جسم کی کثافت پر پڑی وہ روح کی

Marfat.com

استعداد اور اس کی لطافت کی انتہا کو نہ پہنچ سکا اور انسان کی اطاعت اور اعتراف عظمت نہ کر سکا، بے شک جناتی جسم لطیف ہے، جنات کی روح بھی اس لطیف جسم کے مطابق لطیف تر ہے لیکن فرشتوں اور جنات کے بعد پیدا ہونیوالے اس جسم و روح یعنی انسان کی حقیقت تو اتنی بلند ہے کہ فرشتے بھی نہ سمجھ سکے اور اعتراض کر بیٹھے۔

اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ ○

''کیا تو ایسے کو خلیفہ بناتا ہے جو زمین میں فساد کرے گا اور خونریزی کرے گا۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا!

اِنِّىْ اَعْلَمُ مَالَا تَعْلَمُوْنَ

''اس کو میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔''

شیطان اس جنسی اختلاف کی وجہ سے اور اسرار الٰہی کے نہ سمجھ سکنے کی وجہ سے اور اپنی فطرت ناری کے حسد کی وجہ سے حضرت آدم علیہ السلام کا دشمن ہو گیا اور اپنی دشمنی کا اعلان آسمان پر کر دیا، اب وہ نتائج سے بے نیاز ہے اور اس دشمنی کے انجام سے بے پروا اور اولاد آدم کی استعدادیں ضائع کرنے اور اس کو عظمت کے مقام سے گرانے کے سوا اس کا کوئی شغل نہیں۔

جنات کے متعلق یہ صراحتیں مذہب کی تشریحات میں موجود ہیں کہ ان کی تعداد بہت زیادہ ہے، انسانوں کی تعداد سے ہر حال زیادہ ہے، انہیں اپنی خوراک کے لئے بھی کچھ زیادہ پریشان نہیں ہونا پڑتا ہڈیاں اور گوبر اور اس قسم کی ناقص اشیاء

Marfat.com

کی کوئی روح ان کی خوراک بن جاتی ہے، ان کے ذائقوں کو بھی مٹی کی پیداوار کی تلخیاں اور شیرینیاں مطلوب نہیں، انہیں مسافت طے کرنے کے لئے بھی مادی سواریوں کی ضرورت نہیں خود ان کے اپنے وجود برقی لہروں سے زیادہ سرعت سیر رکھتے ہیں، انہیں سردی گرمی سے بچنے کے لئے بھی اینٹ پتھر کے مکانات کی ضرورت نہیں اور نہ روئی اور اون کے لباس درکار ہیں، اس آتشی مخلوق کو ہماری ضروریات زندگی میں سے کسی ایک چیز کی بھی ضرورت نہیں، وہ زیادہ تر حسد، عداوت، شرارت اور فساد کی مصروفیات میں لگے رہتے ہیں، آپس میں ان کے تعلقات اچھے بھی ہوتے ہیں برے بھی ان کی شادی غمی اور توالد و تناسل موت و حیات کا سلسلہ بھی برابر جاری ہے لیکن انسانی کیفیات سے بالکل مختلف ہے وہ ہر قسم کے اجسام میں اپنی روحوں کا روپ دھار سکتے ہیں انسانی جسم میں بھی وہ نمودار ہو سکتے ہیں ان کی ایک خاص جنس ہے جن کو اپنے جد اور اصل یعنی ابلیس سے بڑا قریب کا رابطہ ہے اور ان کا بہت بڑا کام یہ ہے کہ وہ انسانی آبادیوں میں آکر انسانوں سے مختلف قسم کے گناہ کرواتے ہیں، خود انسان کے وجود میں یہ خون کی طرح سرایت کر جاتے ہیں، ہماری اپنی قوتوں میں اور حواس میں شامل ہو کر مختلف قسم کے ظلم کرواتے ہیں، غصہ میں شامل ہو کر خونریزی تک کا موجب بنتے ہیں، شہوات میں شامل ہو کر انسانی معاشرہ کو برباد کرتے ہیں، خواہشات میں مل کر لمبی امیدوں اور آنے والی لذتوں کے حصول کے لئے انسان کو غفلت کی دلدل میں پھنسا دیتے ہیں اور انسانی آبادی میں اس طرح گھل مل جاتے ہیں کہ آدم کے بیٹے

Marfat.com

روحی طور پر انہیں جیسے ہو جاتے ہیں اور ان کی غیر حاضری میں وہ ان کی قائم مقامی کرتے ہیں، ان کی فطرت انسانی فطرت نہیں رہتی جناتی شر و فساد اور تکبر اور عناد ان کی طبع ثانی بن جاتا ہے، اپنے فن میں قابلیت اور لیاقت کے لحاظ سے جنات کے بھی مختلف طبقات ہیں ایک طبقہ وہ ہے جو اچھے اور صالح لوگوں کے پاس آتا جاتا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ وہ ان کو کھلم کھلا نافرمانیوں پر آمادہ نہیں کر سکتے اور نہ ہی ظاہر مظالم اور فسادات میں وہ ان کا آلہ کار بنتے ہیں، شیاطین اپنی ہوشیاری سے ان کو ذکر الٰہی سے غفلت میں پا کر ان کے سینوں میں داخل ہو کر انہیں وسوسوں کا شکار بناتے ہیں۔

وسوسہ، ناقص اور ناروا خیال کو کہتے ہیں، شیاطین انہیں ناقص خیالات کے واسطہ سے اچھے لوگوں کے احساسات اور جذبات کو برانگیختہ کرتے ہیں جبکہ برے لوگوں کے جذبات اور احساسات میں بغیر کسی واسطہ کے یہ خود داخل ہو کر ان کی شر و فساد کی قوتوں کو بھڑکاتے ہیں، ظاہر بین نگاہ میں یہ فرق تھوڑا فرق ہے لیکن فی الحقیقت یہ بڑا فرق ہے، شیاطین برے لوگوں کی قوتوں کے مالک بن جاتے ہیں اور اچھے لوگوں کے گھر کی چوری کرتے ہیں، وسوسہ دل و دماغ میں چپکے سے ناقص خیالات داخل کر دینے کو کہتے ہیں، خناس چپکے سے آنے جانے والے کو کہتے ہیں اور اگر روح بیدار ہو تو محسوس کرتی ہے کہ کوئی چور لگ گیا اور وہ میرے دل سے تعلق باللہ اور اس کے متعلقات رحم و شفقت و جمعیت وغیرہ کو لے بھاگا ہے وہ ہوشیار ہو جاتے ہیں اور چور سامان چھوڑ کر بھاگ جاتا ہے، اسی ہر وقت کی بیداری اور

Marfat.com

ہوشیاری کا سبق قرآن کریم کی آخری سورۃ میں دیا گیا ہے کہ اس ازلی دشمن کی پوشیدہ چالوں سے اور اس کے نقصانات سے بچنے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کے دھیان میں لگے رہو اور اس خیال کو منقطع نہ ہونے دو اور زبان سے بھی دہرائے جاؤ کیونکہ زبان سے کہنا دل کو دوگونہ طاقت دیتا ہے، کہو یہ کہ میں پناہ طلب کرتا ہوں اس پرودگار کی جو انسانوں کی ہر قسم کی ظاہری، باطنی جسمانی روحانی ضروریات کا کفیل ہے اور جو ہر قسم کی حکومت کا مالک ہے اور لوگوں کا اللہ تعالیٰ ہے جو ذات وحدہ لاشریک ہے اور انسانوں کو اس وقت وہ سہارا دیتا ہے جب ان کو کوئی دوسرا سہارا نہیں دے سکتا۔

☆ ☆ ☆

Marfat.com

Marfat.com

صاحبِ درسِ قرآن
حضرت حاجی فضل احمد رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات مبارکہ

☆ محمد رسول اللہ کا باطن شرح صدر کا وہ بلند مقام ہے جہاں قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى کی حقیقت بول رہی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ظاہر اُنس و محبت ذوق ومودت خیر خواہی اور خیر اندیشی رحمت وشفقت سلامت روی کا ایک نہایت ہی حسین مجموعہ ہے۔ کاش دنیا اس راز سے واقف ہوتی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کا طوق پہن لیتی۔

☆ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ نے سات قسموں (سورۃ شمس کی ابتدائی سات قسمیں) کے بعد تزکیۂ نفس کی اہمت کے متعلق بتلایا گویا کہ تزکیۂ نفس اتنا اہم امر ہے۔

☆ الٰہی حکمتیں کائنات کے افعال میں جلوہ گر ہیں جو کام بھی ظہور پذیر ہوتے ہیں خواہ بظاہر ان میں نفع ہو خواہ نقصان ہزاروں حکمتیں اپنے اندر رکھتے ہیں۔

☆ ولایت نبوت ورسالت کا ظل ہے اور ظل وہی کامل ہے جس کے نقوش سب اجاگر ہوں۔ جس ولی اللہ میں سنت حبیب کبریا کا جذبہ جتنا زیادہ ہوگا اتنا وہ بلند مرتبہ ولی ہوگا۔

☆ شیخ کامل مربی بھی ہوتا ہے اور معالج بھی، وہ والی بھی ہوتا ہے اور ولی بھی، اس کی خیر خواہی اور خیر اندیشی کو نہ ماں کی ممتا پہنچ سکتی ہے اور نہ باپ کی شفقت ومحبت۔

Marfat.com